سیرتِ انبیا علیہم السلام اور
حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

خواہشات کا اسلامی تصوّر

ڈاکٹر تفضیل احمد ضیغم

مکتبہ اسلامیہ
MAKTABA ISLAMIA

Marfat.com

خواہشات کا اسلامی تصور

سیرتِ انبیاء علیہم السلام اور
حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

ڈاکٹر تفضیل احمد ضیغم

مکتبہ اسلامیہ

Marfat.com

خواہشات کا اسلامی تصوّر

تالیف

ڈاکٹر تفضیل احمد ضیغم

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------- 2015ء

مطبع

مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور: ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد: بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

/maktabaislamia1
www.maktabaislamiapk.com
maktabaislamiapk@gmail.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

Marfat.com

فہرست

عرضِ ناشر 8

اشکِ مؤلف 10

خواہشات کی جانب سفر سے پہلے استخارہ 16

حصہ اوّل: انسان کی چند بڑی خواہشات اوران تک رسائی کے اسباب

۱۔ دلی طمانیت کی خواہش 21

۲۔ فتنوں اور پریشانیوں سے بچاؤ کی خواہش 27

☆ فتنوں سے بچاؤ کے لیے تدابیر 31

☆ جس نے فجر کی نماز پڑھی وہ اللہ کی پناہ میں 31

☆ نمازِ تہجد کی ادائیگی 32

☆ چاشت کی چار رکعت سے دن بھر کے لیے اللہ کی مدد 34

۳۔ نقصانات سے بچاؤ کی خواہش 35

☆ عزت میں کمی کا رجوع الی اللہ سے ازالہ 36

۴۔ حصولِ برکات کی خواہش 38

☆ کاروبار میں برکت 38

☆ وہ مٹی بھی خرید لیتے تو نفع ہوتا 39

☆ چند کھجوریں سالوں ختم نہ ہوئیں 40

☆ وہ اعمال جن سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے 41

۵۔ رحمتِ الٰہی کے حصول کی خواہش 44

☆ وہ اعمال جن سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں 49

☆ پہلی صف میں کھڑا ہونا 52

☆ عصر سے پہلے چار رکعتیں 53

☆ دینی معاملات میں میاں بیوی کا تعاون 53

Marfat.com

☆ آسمان والا تم پر رحم کرے گا 54
۶۔ ادائیگی قرض کی خواہش 58
☆ قرض سے نجات کے لیے اعمال 61
☆ ادائیگی کے لیے کوشش 61
☆ بائیس لاکھ کی ادائیگی 63
☆ لکڑی حکم کی پابند بن گئی 66
☆ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قرض 67
۷۔ حصول عزت کی خواہش 70
☆ پہلا عمل ''اپنی عزت خود کیجیے'' 70
☆ دوسرا عمل ''شرم وحیا'' 76
☆ تیسرا عمل ''میٹھا بول'' 81
☆ چوتھا عمل ''اصول پسندی'' 86
☆ پانچواں عمل ''جنس کا وقار برقرار رکھیے'' 88
☆ چھٹا عمل ''دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنا'' 90
۸۔ پریشانیوں سے نجات کی خواہش 93
۹۔ خوشیوں کی خواہش ہو تو زندگی سے پیار کیجیے 89
۱۰۔ خواہشات کی تکمیل کے بعد ماضی کو نہ بھولیں 102
حصہ دوم: انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہشات
۱۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی خواہشات 106
☆ ارضِ مقدس کے پاس دفن ہونے کی خواہش 106
☆ اہل علم سے ملنے کی خواہش 107
☆ دیدار الٰہی کی خواہش 112
۲۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خواہشات 115
☆ مردے کیسے زندہ ہوں گے؟ 115

Marfat.com

☆ اولاد کے نمازی ہونے کی خواہش 118
☆ اولاد کے شکر گزار ہونے کی خواہش 119
۴۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہشات 124
☆ مقامِ محمود کی خواہش 124
☆ کاش میں آنے والے امتیوں کو دیکھوں 125
☆ میرے گھر والے تہجد پڑھیں 127
☆ کون ہے جو حجرے والیوں کو بیدار کر دے 128
☆ کیا تم میری خاطر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ستانا چھوڑ سکتے ہو؟ 133
☆ رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام کی خواہشات 135
☆ الوداعی تحریر لکھنے کی خواہش 138
☆ امامت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خواہش 145
☆ دنیا کی بجائے آخرت کی خواہش 147
☆ محبوب بیوی کے گھر قیام کی خواہش 149
☆ موت کے قریب مسواک کی خواہش 151
۵۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہشات 154
☆ آج ان کا خدمتگار رہوں گا 155
☆ کاش مجھے بھی خواب آئے 157
☆ وہ آئیں گھر ہمارے 163
☆ مرنے سے پہلے دو رکعت کی خواہش 167
☆ نیکیوں کے لیے مال کی خواہش 172
☆ جنت کی خواہش میں کھجوریں پھینک دیں 176
☆ میرے قدم بھی لکھے جائیں 178
☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کی خواہش 178
☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیر کے دِن فوت ہونے کی خواہش 180
☆ دو تہائی مال صدقہ کرنے کی خواہش 182

Marfat.com

☆ عبادت کے لیے جگہ چاہتا ہوں 184
☆ وہ رب مجھ سے محبت کرے 188
☆ وحی کا نزول دیکھنے کی خواہش 189
☆ سابقہ جرم کی تلافی کی خواہش 195
☆ خدمت رسول اللہ ﷺ میں آخری سلام کی خواہش 198
☆ سچ سے رضا کی خواہش 201
☆ کاش میں اونٹنی کے پیچھے نہ جاتا 211
☆ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں دخول کی خواہش 213
☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ہدیہ بھیجنے کی خواہش 216
☆ پہلی بحری جنگ میں شرکت کی خواہش 219
☆ یہ چادر میرا کفن ہے 222

حصہ سوم: ناپسندیدہ خواہشات

☆ دنیا ہی میں گناہوں کی سزا پانے کی خواہش 225
☆ عہدے کی خواہش 226
☆ امیر کا غیر شرعی امر میں اطاعت کی خواہش کرنا 228
☆ عبادت میں غیر شرعی خواہشات 229
☆ رسی باندھ کر عبادت کرنا 234
☆ کسی آدمی کو باندھ کر طواف کروانا 234
☆ سواری ہونے کے باوجود پیدل حج کرنے جانا 235
☆ عبادت میں لوگوں کو خوش کرنے کی خواہش 237
☆ ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی خواہش 245
☆ کسی تکلیف کی بنا پر موت کی خواہش کرنا 247
☆ خودکشی کی خواہش 247
☆ مصائب میں دیندار اور دنیادار کا کردار 254

Marfat.com

☆ کیا غربت کا علاج خودکشی ہے؟ 262
☆ صبر وشکر پیدا کرنے والا نسخہ 267
☆ کیا بیماریوں کا علاج خودکشی ہے؟ 269

کچھ بیماریوں پر انعامات پیغمبر رحمت ﷺ کی زبان سے

☆ بینائی جاتی رہے تو 373
☆ مرگی پر صبر کی جزاء 373
☆ جو طاعون کی بیماری سے فوت ہو جائے 374
☆ جس عورت کو بچوں کی وفات کے ساتھ آزمایا جائے 375
☆ کیا بیٹیوں کے مسائل خودکشی سے حل ہو سکتے ہیں؟ 377
☆ محبت میں ناکامی پر خودکشی 380
☆ امتحان میں ناکامی پر خودکشی 382
☆ خودکشیوں کا بڑھتا ہوا رجحان اور ہماری ذمہ داریاں 385
☆ حکمرانوں کی ذمہ داریاں 392
☆ غرباء کا حق، نواسے کے منہ سے چھین لیا 393
☆ آل محمد ﷺ پر صدقہ حرام کیوں؟ 394
☆ خودکشی کرنے والے کی سزا 396
☆ بلا سوچے سمجھے بچوں کے لیے خواہشات کرنا 398

وہ آرزوئیں جو کبھی پوری نہیں ہوں گی

☆ عذاب جہنم میں ایک دِن کے لیے تخفیف کی خواہش 302
☆ دنیا میں واپس جانے کی خواہش 303
☆ روزِ محشر ایمان لانے کی خواہش 307
☆ پانی کی چند بوندیں 309
☆ اے اللہ قیامت کبھی قائم نہ کرنا 309
مصادر و مراجع 314

Marfat.com

عرضِ ناشر

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علیٰ رسولہ الامین،
امابعد

کہا جاتا ہے کہ خواہشات انسان کو بے بس کر دیتی ہیں، انسان خواہشوں کے حصار میں اس طرح جکڑا جاتا ہے جس طرح شہد میں مکھی۔ یہ ایک ایسی دلدل ہے کہ اس میں گرنے والا بتدریج ڈوبتا ہی چلا جاتا ہے۔ ایک خواہش دوسری خواہش سے متعارف کراتی ہے اور اس طرح سلسلہ در سلسلہ زنجیر بنتی چلی جاتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود خواہش کوئی بری چیز ہے اور اس سے اپنا دامن بچانا ضروری ہے، خواہش تو انسان کی فطرت میں شامل کر دی گئی ہے، البتہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو دین اسلام کے تابع بنائے، لغو اور بے مقصد خواہشوں کا دھارا بدل کر کتاب وسنت کے عین مطابق بنائے کیونکہ ﴿وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّا ذَا تَکۡسِبُ غَدًا﴾ ''کوئی جاندار یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔'' (لقمان ۳۴) اور وہ کل آئے گی بھی یا نہیں؟

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی لکیریں کھینچیں، پھر (ایک لکیر کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا: ''(یہ انسان کی) خواہشیں ہیں اور (دوسری لکیر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:) یہ اس کی موت ہے۔ پس انسان اسی طرح آرزوؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ سب سے قریب لکیر (موت) اس کے پاس آ پہنچتی ہے۔'' (صحیح البخاری: ٦٤١٨)

موت کا خط انسان کے سب سے قریب ہے، پھر بھی انسان اس سے غافل ہے اور حقیقت سے انحراف برتتے ہوئے بے مقصد آرزوؤں کے سراب کے پیچھے اپنے آپ کو تھکا رہا ہے۔

قارئین کرام! اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری آرزوئیں سود مند ہوں، ہمیں اطمینان

Marfat.com

قلب نصیب ہوتو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم اپنی خواہشات کا دھارا بدل دیں، اقتدار کے بجائے جنت کی حرص، جھوٹی شہرت کے بجائے تقرب الی اللہ کے لیے تگ ودواور اپنی زندگی کی تمام تر وابستگیاں دین حنیف کے ساتھ خاص کر دیں۔اس سلسلے میں زیر نظر کتاب سیرتِ انبیاء علیہم السلام اور حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں، خواہشات کا صحیح اسلامی تصور مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔

مولفِ کتاب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر تفضیل احمد ضیغم حفظہ اللہ بہترین قلمکاراور منجھے ہوئے مدرس ہیں جنھوں نے عام فہم انداز میں اپنے موضوع سے خوب وفا کی ہے۔اس کتاب کے مطالعہ سے ایک راہ کا تعین ہوگا اور ہم امید کرتے ہیں کہ اگر کما حقہ اس راہ کو اختیار کرلیا جائے تو انسان کی زندگی میں ایک انقلاب آ سکتا ہے،اس کی زندگی میں ایک تحریک پیدا ہوسکتی ہے جو اسے معصیت زدہ خواہشات سے نکال کر جنت اور دیدارِ الٰہی کا حریص بنادے گی۔

مکتبہ اسلامیہ کے ریسرچ سیکشن نے فائنل پروف کے ساتھ ساتھ اسے بہتر سے بہترین بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے جو یقیناً لائق تحسین ہے۔محترم محمد یوسف صدیقی حفظہ اللہ نے پوری کتاب کے حوالہ جات ازسرِنو چیک کیے اوران کی تصحیح بھی کی ہے۔اِسی طرح محمد فیصل مقبول نے بہترین کمپوزنگ کی اور عبدالواسع صاحب نے دیدہ زیب سرورق بنایا۔ جزاھم اللہ خیراً۔

قارئین کرام! مکتبہ اسلامیہ وہ ادارہ ہے جو ہمیشہ آپ کے لیے ایسی کتب کا انتخاب کرتا ہے جن کے ذریعے سے اصلاحِ نفس اور اصلاحِ معاشرہ میں نمایاں کردارادا کیا جا سکتا ہے۔جس پر ہم اللہ رب العزت کا جتنا شکرادا کریں کم ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ ہماری ان کاوشوں کوثمرآور بنائے اور انھیں ہماری نجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

محمد سرور عاصم

Marfat.com

اشکِ مؤلف

انسان خواہشات میں جکڑا ہوا ہے اور اس کا دِل آرزوؤں کا مسکن ہے۔ ہر دِن نئی خواہشات لے کر طلوع ہوتا ہے اور اس کا اختتام بھی تکمیل خواہشات میں ناکام رہتا ہے۔ کبھی مال کی خواہش، کبھی اولاد کی خواہش، اچھے رشتوں کی تلاش، اعلیٰ عہدے اور منصب کی آرزو اور ایسی ہی ہزاروں آرزوئیں وقت اور عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہیں ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان مگر پھر بھی کم نکلے

بندہ لب مرگ ہوتا ہے، بڑھاپا قویٰ مضمحل کر چکا ہوتا ہے، جسم ناتواں ہوتا ہے مگر خواہشات جوان ہوتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَا یَزَالُ قَلْبُ الْکَبِیْرِ شَابًّا فِی اثْنَتَیْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْیَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ)) ①

”بوڑھے شخص کا دل دو چیزوں کے بارے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، دنیا کی محبت اور لمبی امیدیں۔“

اور اللہ کی طرف جھکنا یہی ہے کہ بندہ اپنی خواہشات کو شریعت کے دائرے میں لے آئے۔ اللہ کا بندہ بن کر سوچے اور اصل مطمح نظر آخرت کو بنا لے۔ خواہشات ازل سے ہی بندے کے دِل میں سمائی ہوئی ہیں، جیسے دِل میں گناہ کرنے، نیکی کرنے، رحم کھانے کے جذبات یا خوش ہونے اور غم زدہ ہونے کے احساسات ہوتے ہیں۔ ایسے ہی خواہش بھی

① صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة فقد عذر اللہ الیہ، رقم: ٦٤٢٠

Marfat.com

ایک نہ دکھائی دینے والا احساس ہے۔ اس سے اُٹھنے والی لہریں اپنی تسکین چاہتی ہیں اور ان کی تسکین خواہش کے مکمل ہونے میں ہے۔ اگر دنیاوی خواہشات حد اعتدال سے بڑھ جائیں تو یہ بھی ایک بیماری کا روپ دھار لیتی ہیں اور اس بیماری کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ بندہ خواہشات کا غلام بن جاتا ہے اور اُن کو مکمل کرنے کے لیے شریعت کو بالائے طاق رکھ کے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرنے لگتا ہے اور خواہشات اسے بھٹکا دیتی ہیں۔

قرآن حکیم نے ایسے شخص کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [1]

”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دِل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے۔ اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔“

خواہش کو معبود بنانے کا مطلب خواہش کے اشاروں پر چلنا ہے کہ بندہ اس کی تکمیل میں عبادات کو بھول جائے، اسے پورا کرنے کے لیے حلال و حرام کے پیمانے توڑ کے ہر ناجائز ذریعے اور ہتھکنڈے کے سامنے اپنے سر کو جھکا دے۔ ایسا بندہ ہی درحقیقت بھٹکا ہوا انسان ہے۔

خواہش کا نیت و ارادہ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ جب بندہ خواہش کرتا ہے تو اس خواہش کے پیچھے ایک ارادہ چھپا ہوتا ہے اور بندہ اپنے ارادہ کی تکمیل چاہتا ہے۔ پس ارادہ اگر نیک ہے تو تکمیلِ ارادہ کے لیے ذرائع بھی عموماً نیک ہی اختیار کیے جاتے ہیں اور ارادہ اگر برا ہے تو اس کی تکمیل کے لیے کبھی اچھے ذرائع اختیار نہیں کیے جا سکتے۔ اس لیے کہ ارادہ

---

[1] الجاثیة:۲۳

Marfat.com

وہ بیج ہے جس پر خواہش کا درخت ثمر آور ہوتا ہے اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ بیج تو کیکر کے درخت کا ہو اور اس پر آم یا گلاب لگنے کی خواہش کی جائے۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بُرے ارادے سے اچھی خواہش کا خمیر پیدا ہو؟ مثبت اور منفی سوچ ایک ساتھ سفر نہیں کر سکتی اور اگر کبھی ایسا ہو بھی جائے تو یہ سفر زیادہ دور تک نہیں چلتا۔ بالکل اسی طرح برے ارادہ سے اچھی خواہش کی تکمیل کے لیے سفر نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی ایسے سفر کے لیے نکل کھڑا ہو تو زیادہ دور نہیں جا سکتا۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہماری عموماً ساری خواہشات دنیاوی امور کے گرد گھومتی ہیں اور ہم ان کی تکمیل میں دنیا کے بازار میں گھومتے گھومتے اس مقام تک جا پہنچتے ہیں جسے قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾[1]

"غفلت میں ڈالے رکھا تمہیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش نے یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ ہرگز نہیں، عنقریب تم جان لو گے۔"

اور دوسری افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ ہم نے دنیاوی خواہشات اس قدر بڑھا لی ہیں کہ موت آنے تک وہ ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ موت کا پنجہ رگِ جاں کو دبوچ لیتا ہے اور خواہشات ہیں کہ ڈھیروں ابھی اور پڑی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((خَطَّ النَّبِیُّ ﷺ مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ فَقَالَ: هٰذَا الْاِنْسَانُ، وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِیْطًا بِهٖ اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِیْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ، وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَاهُ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا، وَاِنْ اَخْطَاهُ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا))[2]

---

[1] التکاثر: ۱، ۲، ۳

[2] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطوله، رقم: ٦٤١٧

Marfat.com

''نبی ﷺ نے ایک مربع شکل کا خط کھینچا اور ایک خط درمیان میں اس سے باہر نکلتا ہوا کھینچا اور درمیانی خط کے پہلو میں چند چھوٹے چھوٹے خط کھینچے اور فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ خط اس کی موت کا ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ خط جو باہر نکل رہا ہے اس کی آرزوئیں ہیں اور یہ چھوٹے چھوٹے خط جو پہلو میں ہیں انسان کو پیش آنے والے حوادث ہیں۔ اگر ایک حادثہ اس سے خطا کر جاتا ہے تو دوسرا اسے آ دبوچتا ہے اور اس سے جان چھوٹتی ہے تو کوئی دوسرا اسے آ پکڑتا ہے۔''

انسان انہی حوادثات و خواہشات کی جنگ لڑتا ہوا اس دنیا سے رُخصت ہو جاتا ہے۔ انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ دِل میں اُٹھنے والی ہر خواہش کی تکمیل کر لے۔ خواہشاتِ دنیا کا غلام بننے کی بجائے اگر ہم نبی ﷺ کی سوچ اور فکر کو اپنا لیں تو خواہشات ہماری غلام بن جائیں گی۔ جب بندہ دنیا کا سفر آخرت کے لیے کر رہا ہو اور دنیا اور سامانِ دنیا کا مقصد بھی آخرت کی تعمیر ہو تو سب خواہشات ایک آخرت بنانے کی خواہش میں سمٹ آتی ہیں اور پھر کیفیت یہ ہو جاتی ہے، جس کی طرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اشارہ فرمایا ہے:

((إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِسَقَمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ)) ①

''جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت سے اپنی بیماری کے لیے کچھ لے لے اور اپنی زندگی سے اپنی موت کے لیے کچھ حاصل کر لے۔''

صحت کی حالت میں خواہشات کو اتنا منہ زور نہ چھوڑیں کہ بیماری کی حالت میں ان خواہشات کے لیے بے کل ہونا پڑے۔ جوانی کی خواہشات کے پیچھے بھاگنے سے پہلے بڑھاپا نظر میں رکھیے کیونکہ ے

① صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ كن في الدنيا كانك غريب، رقم: ٦٤١٦

Marfat.com

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم ۔ چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم ۔ دفعتہً اک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ۔ کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اس کتاب میں صالحین کی چند خواہشات کو جمع کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر کہ ہمارے دِل میں تعمیرِ آخرت کی سوچ پیدا ہو۔ ہم دنیا اور اس کی خواہشات میں اس قدر گم ہو چکے ہیں کہ ہمیں آخرت اور قبر کی یاد صرف اس وقت آتی ہے جب ہم کسی عزیز کو دفن کرنے کے لیے قبرستان جاتے ہیں اور یہ سوچ بھی چند لمحات کے لیے ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر دنیا اور دنیا کا بازار، جس میں ہم گم ہو جاتے ہیں۔ ہم سے پہلے اربوں کھربوں لوگ مر چکے، دفن ہو چکے، ان کے نام مٹ گئے، ہواؤں اور بارشوں نے ان کی قبروں کے نشان تک دھو دیئے۔ وہ جو خود کو دنیا کے لیے ناگزیر سمجھتے تھے، دنیا نے انہیں بھلا دیا۔ آج ہماری کتنی خواہشات ناموری اور لوگوں میں نمایاں نظر آنے کے لیے ہوتی ہیں۔ جس کے لیے ہم سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ اس دنیا میں جو پھول بھی کھلتا ہے، مرجھا جانے کے لیے کھلتا ہے۔ ہر دِن جو سورج طلوع ہوتا ہے، وہ نصف النہار پر پہنچ کے ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر غروب ہو جاتا ہے۔ ہم اگر دنیا میں نہیں تھے تو دنیا اسی طرح قائم تھی۔ ہم اگر نہ ہوں گے تو بھی دنیا کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ دنیا کا یہی اصول ہے کہ اگر ایک آدمی یہاں سے رُخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اور پہلے کو بھلا دیا جاتا ہے۔

ہم نہ ہوتے تو کسی اور کے چرچے ہوتے
خلقتِ شہر تو کہنے کو فسانے مانگے

عزت و وقار کے دنیاوی مراتب اور شہرت و ناموری کے لباس، سب یہاں عارضی ہیں۔ ایسی چیزوں کی خواہش کرنا اور پھر ان کے حصول کے لیے قبر و حشر کو بھول جانا کوئی دانشمندی نہیں، جوانی کا دور زندگی کا انتہائی قیمتی اثاثہ ہے اور قوت و ہمت والے اِن دنوں کو عارضی خواہشات کے پیچھے دوڑتے ہوئے بِتا دینا زندگی کی بہت بڑی بھول ہے۔ جوانی میں جسم میں قوت و جان اس کا ساتھ دیتی ہیں، عزم و ہمت جواں ہوتے ہیں، رگوں میں خون کی گردش تیز ہوتی ہے۔ وہ کوئی بھی کام کرنا چاہے جسم اس کا ساتھ دیتا ہے۔ اگر یہ دور

Marfat.com

لذت وتسکین کے پیچھے سفر میں گزر گیا تو پھر یہی جواں جسم ناتوانی کا بوجھ اُٹھانے، زندگی کا کٹھن سفر کرنے پر مجبور ہوگا۔

بار ہا دیکھا کہ کیسے تھے جو خورشید و قمر
چند دن گزرے تھے کہ آئے خمیدہ سی کمر
آہ جن آنکھوں سے شربت روح افزاء تھا عیاں
چند دِن گزرے کہ ان آنکھوں سے اُٹھتا تھا دھواں

یہ زندگی کی تلخ حقیقت ہے کہ جسم وجاں کا عروج سدا برقرار نہ رہے گا۔زندگی کو فضول خواہشات کے پیچھے مت ضائع کیجیے۔یہ زندگی بہت قیمتی ہے۔اس کا وقت ہمیں گن کے دیا گیا ہے۔بلکہ اس کے تو لمحات تک شمار کیے گئے ہیں۔جو چیز قیمتی ہوتی ہے اس کو گن کے اور پوری طرح شمار کر کے دِیا جاتا ہے۔جیسے سونا بیچنے والا تولے، ماشے اور رتی تک کا حساب کرتا ہے۔جبکہ گھاس بیچنے والا تنکے شمار نہیں کرتا۔بہت سے تنکے پاؤں تلے روندھ دیئے جاتے ہیں۔کچھ کو اُٹھایا بھی نہیں جاتا۔اس لیے کہ وہ سونے کی مانند قیمتی نہیں ہوتے۔زندگی کے لمحات کو سونا سمجھ کے استعمال کریں کہ کہیں کوئی لمحہ ضائع نہ ہو جائے۔ گھاس کے تنکے سمجھ کے ضائع نہ کریں۔زندگی وہ قیمتی چیز ہے کہ جب پوری ہوگئی قضاء و قدر سے ایک رتی بھر لمحہ بھی زیادہ نہیں ملے گا اور یہ ایسا سفر ہے جو صرف ایک کنارے سے ہی شروع ہوتا ہے اور دوسرے کنارے پر پہنچ کے ختم ہو جاتا ہے۔پھر وہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں اور دورانِ سفر ہم نے جو کچھ بھی جمع کیا وہی ہمارا سرمایہ ہے اور اس سرمائے پر آخرت کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہوگا، یاد رکھیے! بُری خواہشات کے ساتھ کانٹے اور پتھر تو جمع کیے جاسکتے ہیں، پھول اور ہیرے جمع نہیں کیے جاسکتے۔ہم اپنی خواہشات میں نیکی اور اچھی سوچ کا رنگ بھر کے دنیا اور آخرت کی کامیابی کو سمیٹ سکتے ہیں اور حقیقت میں کامیاب آدمی بھی وہی ہے جس نے دنیا اور آخرت دونوں کو اچھا بنالیا۔

تفضیل احمد ضیغم

Marfat.com

خواہشات کی جانب سفر سے پہلے استخارہ

خواہشات کی تکمیل کے لیے مختلف ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں اور بعض دفعہ بندہ متذبذب ہوتا ہے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں۔ فوائد ونقصانات دونوں اس کے سامنے ہوتے ہیں، کبھی دِل مانتا ہے تو کبھی اس کی نفی کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں بندے کو چاہیے کہ وہ استخارہ کر لے۔ استخارہ دراصل باری تعالیٰ سے مشورہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اچھا مشورہ کوئی نہیں دے سکتا۔ ہم کسی بھی کام کے ظاہری فوائد ونقصانات کو تو کسی حد تک جانتے ہیں، لیکن اس کے باطنی فوائد ونقصانات کا علم نہیں رکھتے۔ ہم کسی امر کو اچھا سمجھتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہیں، لیکن بعد میں جب اس کے نقصانات اور شر کے پہلو سامنے آتے ہیں تو گھبراہٹ اور گھٹن ہوتی ہے اور بعض دفعہ کسی کام کو تنگی والا سمجھتے ہوئے بوجھل قدموں سے اس کی جانب بڑھتے ہیں، لیکن وہی کام ہمارے لیے خوشی ومسرت اور آسانی کا ذریعے بن جاتا ہے۔ ہم کسی بھی کام کے باطنی فوائد ونقصانات سے ناواقف ہوتے ہیں اور استخارہ کے ذریعہ ہم اس کام کے حوالہ سے اپنے رب سے مشورہ لیتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ! اگر یہ کام اچھا ہے تو میرے لیے آسانی کے راستے کھول دے کہ میں اس تک پہنچ جاؤں۔ اگر میرے حق میں اچھا نہیں ہے تو میرے اور اس کام میں کوئی ایسی رکاوٹ حائل کر دے کہ میں اس سے رُک جاؤں۔

خواہشات بھی ایسے ہی کاموں سے متعلق ہوتی ہیں، جن کی تکمیل سے یا جن تک رسائی سے بندے کو ذہنی اور جسمانی تسکین ہوتی ہے اور ایسا بھی ممکن ہے کہ خواہش اپنی تکمیل کے ساتھ ذہنی طمانیت لانے کی بجائے پریشانی کا پیش خیمہ بن جائے۔ پس ہمیں خواہش کی جانب سفر سے پہلے استخارہ کر لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے راہنمائی حاصل کرنے والا کبھی ناکام ونامراد نہیں ہوسکتا۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

﴿ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ﴾ ①

''اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔''

جب ہم اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کا سوال کریں گے تو تاریک راستوں پر ہمیں سفر نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ روشنیاں ہماری ہم رکاب ہوں گی۔

استخارہ کا طریقہ:

استخارہ کے لیے بندہ وضو کر کے فرضی نماز کے علاوہ دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّی فِی دِیْنِی وَمَعَاشِی وَعَاقِبَةِ أَمْرِی فَاقْدُرْهُ لِی وَیَسِّرْهُ لِی ثُمَّ بَارِكْ لِی فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّی وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِی بِهٖ

اس دُعا میں جس جگہ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ کا کلمہ ہے وہاں اپنی حاجت کا نام لے یا پھر اپنی اس حاجت یا خواہش کو ذہن میں رکھے اور دُعا کے بعد اللہ سے پُر امید رہے۔ اگر وہ کام واقعی بندے کے حق میں اچھا ہوگا تو راستے میں حائل رکاوٹیں ہٹ جائیں گی اور اس تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جائے گا اور بندے کا دِل اس بارے میں مطمئن ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ کام اس کے حق میں مفید نہ ہوا تو دِلی طمانیت حاصل نہیں ہوگی اور ممکن ہے راستے میں کوئی ایسی رکاوٹ بھی کھڑی ہو جائے جو اس تک پہنچنے کا راستہ مشکل کر دے۔

استخارہ کے لیے جس مذکورہ دُعا کا ذکر کیا گیا ہے یہ نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو

---

① البقرہ:۲۵۷

Marfat.com

بطورِ خاص استخارہ کے لیے یاد کروائی تھی۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ: ((إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هذا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي، فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي۔ أَوْ قَالَ: عاجِلِ أَمْرِي۔ وَآجِلِهِ، فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي، فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي۔ أَوْ قَالَ: فِي عاجِلِ أَمْرِي۔ وَآجِلِهِ، فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ۔ قَالَ: وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام کاموں کے لیے استخارہ کی ایسے تعلیم فرمایا کرتے تھے جیسے ہمیں قرآن کی سورت سکھلایا کرتے تھے۔ ارشاد فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت پڑھے پھر یوں کہے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت طاقت چاہتا ہوں اور تجھ ہی سے تیرا فضل عظیم چاہتا ہوں، بے شک تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا ہوں اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو ہی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین و دنیا میں اور میرے کام کے آغاز و انجام میں بہتر ہے، تو اس کو میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کو میرے لیے آسان کر دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین و دنیا میں اور میرے کام

[1] صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، رقم: ١١٦٢

Marfat.com

کے آغاز وانجام میں نقصان دہ ہے تو اس کو مجھ سے الگ کر دے اور مجھے اس سے علیحدہ کر دے اور اس کے ذریعے سے مجھے خوش کر دے۔ آپ نے فرمایا: پھر اپنی ضرورت کا نام لے۔"

واضح رہے کہ استخارہ کے بعد خواب میں کسی قسم کا اشارہ ہونا جیسا کہ لوگوں میں معروف ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں اس لیے ضروری نہیں کہ سونے سے پہلے استخارہ کیا جائے کہ کوئی خواب وغیرہ آئے گا۔ استخارہ دِن اور رات کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے اور بندہ اس وقت تک استخارہ کرتا رہے جب تک وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ جائے اور استخارہ ایسی خواہشات پر نہیں کیا جا سکتا جن میں حرام کا پہلو نکلتا ہو، جن سے شریعت نے منع کیا ہو یا انہیں ناپسند کیا ہو، بلکہ ان امور میں کیا جائے جو شرعی طور پر جائز ہوں اور بندہ ان کے کرنے یا نہ کرنے میں متذبذب ہو۔

Marfat.com

انسان کی چند
بڑی خواہشات
اوران تک رسائی کے اسباب

Marfat.com

دِلی طمانیت کی خواہش

دِل کیا ہے......؟ گوشت کا ایسا ٹکڑا جو نہ صرف پورے جسم کو کنٹرول کرتا ہے بلکہ انسانی خیالات اور جذبات پر بھی اس کا بہت کنٹرول ہے اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ بعض دفعہ پریشان خیالات ہی بندے کو بے چین کر دیتے ہیں۔ جذبات کے ہاتھوں بندہ پریشانیوں اور مسائل میں الجھ جاتا ہے، جبکہ ان چیزوں کے پیدا ہونے کا مرکز دِل ہے۔ وہ خیالات جن میں بندے کی پریشانیوں کا انبار ہے، ان کا مرکز بھی دِل ہے اور وہ خیالات جن پر بندے کے سکون اور کامیابی کا دارومدار ہے، ان کا مرکز بھی دِل ہے۔ نبی ﷺ کے اس فرمان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ: الْقَلْبُ)) [1]

"بلاشبہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار! وہ دِل ہے۔"

یوں سمجھ لیں کہ اگر دِل درست ہے تو سارا جسم درست ہے۔ اگر دِل پُرسکون ہے تو سارا جسم پُرسکون ہے۔ اگر دِل دُکھی ہے تو سارا جسم دُکھی ہے۔ اگر دِل غم زدہ اور رنجیدہ ہے تو سارا جسم غم زدہ ہے۔ اگر دِل میں بے چینی اور اضطراب ہے تو سارے جسم کی یہی کیفیت ہوگی۔ یقیناً ہمیں دِل کے لیے ایسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے جو اس کی تشنگیوں اور ویرانیوں کو ختم کر دے اور اُسے سکون کی دولت سے مالا مال کر دے۔ یہ مضبوط سہارا ہمیں مذہب فراہم کرتا ہے۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو سکون و اطمینان کا سامان فراہم کرتا ہے۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

[1] صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب فضل من استبرأ لدينه، رقم:٥٢

Marfat.com

﴿ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ [1]

''خبردار اللہ کے ذکر سے دِل طمانیت پاتے ہیں۔''

اللہ کا ذکر دِلوں کو طمانیت اس لیے بخشتا ہے کہ اس کے اندر زبردست روحانی قوت موجود ہے۔ ایسی روحانی قوت جو روح کی پیاس کو ختم کر دیتی ہے۔ چونکہ قرآن حکیم کی تلاوت سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، اور فرشتوں کی موجودگی روحانی سکون کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے دِل کی کثافتیں دھلنا شروع ہو جائیں تو ہمیں قرآن پاک کی تلاوت باقاعدگی سے کرنی چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات کی تنہائیوں میں قرآن کی تلاوت سے اپنے دِلوں کو آباد کرتے تھے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات وہ سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے، ان کا گھوڑا جو قریب ہی بندھا ہوا تھا بدکنے لگا، وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا، وہ پھر پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنے لگا، وہ پھر خاموش ہوئے تو وہ بھی ٹھہر گیا، وہ پھر تلاوت کرنے لگے تو گھوڑا پھر بدکا۔ اس کے بعد حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے پڑھنا چھوڑ دیا چونکہ ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا، انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے کچل نہ ڈالے۔ انہوں نے سلام پھیر کر اپنے بیٹے کو اپنے پاس کھینچ لیا، انہوں نے جب سر اُٹھا کر دیکھا تو آسمان نظر نہ آیا (بلکہ ایک ابر سا نظر آیا جس پر چراغ جل رہے تھے) صبح کے وقت انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن حضیر! تم پڑھتے رہتے، اے ابن حضیر! تم پڑھتے رہتے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اپنے بیٹے یحییٰ کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا تھا کہیں گھوڑا اسے کچل ہی نہ ڈالے کیونکہ یحییٰ گھوڑے کے بالکل قریب تھا، اس لیے میں نے ادھر خیال کیا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک عجیب قسم کی چھتری ہے جس میں بہت سے چراغ روشن ہیں، پس میں باہر آ گیا تو وہ سایہ ابر نہ دیکھ سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

---

[1] الرعد: ۲۸

۱۲۷۹۵۰

Marfat.com

((وَتَدرِي مَا ذَاكَ؟)) قُلتُ: لَا، قَالَ: ((تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ))①

''تم جانتے ہو وہ کیا تھا؟'' (حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے) کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ فرشتے تھے جو تیری آواز سن کر تیرے قریب آ گئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کے وقت لوگ انہیں دیکھتے اور وہ ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو پاتے۔''

معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جو روحانیت کا باعث ہے۔ روحانیت کی موجودگی شیطانیت کو ختم کر دیتی ہے اور شیطانیت کے ختم ہونے میں ہی ہماری روح کا سکون ہے۔ وہ بندہ دنیا و آخرت میں نامراد ہے جس کا دوست شیطان ہو۔ اس کے برعکس جس کے ہم نشین فرشتے ہوں اس کے لیے کامیابی ہی کامیابی اور طمانیت ہی طمانیت ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت سے فرشتوں کے نازل ہونے کی دلیل صحیح بخاری کی یہ روایت بھی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ)) قَالَ: ((فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا)) قَالَ: ((فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ، مَا يَقُولُ عِبَادِي؟ قَالُوا: يَقُولُونَ: يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ)) قَالَ: ((فَيَقُولُ: هَلْ رَأَوْنِي؟)) قَالَ: ((فَيَقُولُونَ: لَا، وَاللّٰهِ مَا رَأَوْكَ)) قَالَ: ((فَيَقُولُ: وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي؟)) قَالَ: ((يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا، وَتَحْمِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا)) قَالَ: ((يَقُولُ: فَمَا يَسْأَلُونَنِي؟)) قَالَ: ((يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ)) قَالَ: ((يَقُولُ: وَهَلْ

① صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب نزول السکینة والملائکة عند قراءة القرآن، رقم: ٥٠١٨

Marfat.com

رَأَوْهَا؟))قالَ: ((يَقُولُونَ: لَا، وَاللّٰهِ يَا رَبِّ ما رَأَوْهَا)) قالَ: ((يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا؟)) قالَ: ((يَقُولُونَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ؟)) قالَ: ((يَقُولُونَ: مِنَ النَّارِ)) قالَ: يَقُولُ: ((وَهَلْ رَأَوْهَا؟)) قالَ: ((يَقُولُونَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ ما رَأَوْهَا)) قالَ: ((يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟)) قالَ: ((يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْهَا كانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً)) قَالَ: ((فَيَقُولُ: فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ)) قالَ: ((يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ المَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جاءَ لِحَاجَةٍ۔ قالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ))[1]

''اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو گلی کوچوں میں گشت کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب انہیں ذکر الٰہی میں مصروف لوگ ملتے ہیں تو وہ اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہیں، ادھر آؤ تمہارا مطلوب حاصل ہو گیا۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ فرشتے جمع ہو کر ان لوگوں کو اپنے پروں سے آسمان دنیا تک گھیر لیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر ان کا پروردگار ان سے دریافت کرتا ہے، حالانکہ وہ خود ان سے زیادہ واقف ہے، میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح و تکبیر اور حمد وثنا میں مصروف تھے۔ اللہ ان سے فرماتا ہے کہ انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں، اللہ کی قسم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ تیری عبادت کرتے، تیری حمد وثنا اور تیری تسبیح و تقدیس نہایت لگن سے کرتے۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر اللہ فرماتا ہے: اے فرشتو! وہ مجھ سے کس چیز

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات باب، فضل ذكر الله عزوجل، رقم:٦٤٠٨۔

Marfat.com

کا سوال کرتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں، نہیں، انہوں نے نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں: وہ دیکھ لیتے تو اسے حاصل کرنے کے لیے اس سے بھی زیادہ اس کی خواہش کرتے اس میں رغبت کرتے ہوئے اس کے حصول کے لیے مزید کمر بستہ ہو جاتے، پھر اللہ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں: وہ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: تیری ذات کی قسم! انہوں نے جہنم کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر جہنم دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ جہنم دیکھ لیتے تو اس سے بھاگتے، بے انتہا ڈرتے، پھر ارشاد فرماتا ہے: اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ان لوگوں کو میں نے معاف کر دیا ہے۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: ان ذکر کرنے والے لوگوں میں ایک شخص ذکر کرنے والا نہیں تھا بلکہ وہ اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر وہاں گیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بدنصیب نہیں ہوتا۔''

اس روایت میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ لائق توجہ ہے کہ ''فرشتے ان لوگوں کو جمع ہو کر آسمانِ دنیا تک گھیر لیتے ہیں'' یعنی ایسی مجلس فرشتوں کے سایوں میں ہوتی ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ))[1]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، رقم: ٢٧٠٠

Marfat.com

''جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر طمانیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے پاس موجود لوگوں میں ان کا ذکر فرماتے ہیں۔''

غور فرمائیے! جس مجلس اور جن لوگوں پر خود رب تعالیٰ طمانیت اور رحمت کا نزول فرمائیں وہاں بے سکونی، اضطراب اور بے قراری کا وجود کیونکر رہ پائے گا؟ رحمت کے اندر ایک لطافت ہے۔ جب کہ گناہ کے اندر کثافت ہے، لطافت دِل کے اندر بھی پاکیزگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ ایسی پاکیزگی جو بے چینی کے نام ونشان کو مٹا دیتی ہے اور جب دِل میں پاکیزگی ہو تو خیالات اور سوچ میں بھی پاکیزگی آ جاتی ہے۔ اس کی وضاحت نبی ﷺ نے بڑی پیاری مثال دے کر فرمائی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَالْأُتْرُجَّةِ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَرِیْحُھَا طَیِّبٌ وَالَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَالتَّمْرَةِ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَلَا رِیْحَ لَھَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُھَا مُرٌّ وَلَا رِیْحَ لَھَا)) ①

''جو مومن قرآن کا قاری ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے جس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور ذائقہ بھی اچھا ہے اور جو مومن قرآن کا قاری نہیں، اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کا مزہ عمدہ ہے، لیکن اس کی خوشبو نہیں اور جو شخص گنہگار ہے لیکن قرآن کا قاری ہے اس کی مثال ریحان کی سی ہے کہ خوشبو اچھی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہے اور جو شخص گنہگار ہے اور قرآن بھی نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کے پھل جیسی ہے کہ مزہ بھی کڑوا ہے اور خوشبو بھی نہیں۔''

① صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب: فضل القرآن علی سائر الکلام، رقم: ۵۰۲۰

Marfat.com

فتنوں اور پریشانیوں سے بچاؤ کی خواہش

فتنے کا دوسرا نام آزمائش ہے۔ آزمائش میں ثابت قدمی بندے کو کندن بنا دیتی ہے۔ لیکن آزمائش میں بندے کے ڈگمگانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ فتنہ کیا ہے؟ بندے کا بیٹھے بٹھائے کسی مسئلے میں گرفتار ہو جانا اور جب بندہ کسی ایک مسئلے میں گرفتار ہوتا ہے تو اس سے کئی قسم کی مزید الجھنیں جنم لے لیتی ہیں اور ان الجھنوں اور پریشانیوں کی وجہ سے بعض دفعہ بندے کا دین بھی سلامت نہیں رہتا، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ)) [1]

"وہ زمانہ قریب ہے جب مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات کی طرف نکل جائے گا اور فتنوں سے راہ فرار اختیار کر کے اپنے دین کو بچا لے گا۔"

یہاں فتنہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے انسان گمراہ ہو کر اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے غافل ہو جائے۔ اس دور میں ایسے فتنوں کا ہجوم ہے جو دین سے بے زاری اور گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ نبی ﷺ نے ایسے فتنوں سے بچاؤ کا طریقہ یہ بیان فرمایا ہے کہ بندہ نماز روزہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ حلال روزی کا اہتمام کرے۔ اگر انسان میں ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کی علمی، عملی اور اخلاقی قوت ہو تو ان کی روک تھام میں کوشش کرنا افضل کام ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ زمانہ جیسے جیسے آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے اور ترقی کی منازل کو چھو رہا ہے، روشنی نما جہالت اور فتنے بھی بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان میں خود اس کی نشاندہی فرمائی ہے:

[1] صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب من الدين الفرار من الفتن، رقم: ١٩

Marfat.com

((يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ، قِيلَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ فَحَرَّفَهَا كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ)) ①

''آئندہ زمانے میں علم اٹھالیا جائے گا، جہالت اور فتنے غالب ہوں گے اور ''ہرج'' زیادہ ہوگا'' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس طرح ترچھا اشارہ فرمایا، گویا آپ کی مراد قتل تھی۔''

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آئندہ زمانے میں مزید فتنے ہوں گے، یعنی مسائل بڑھتے چلے جائیں گے، علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت بڑھتی جائے گی۔ جبکہ آج اگر ہم دنیا میں نظر دوڑائیں تو نظر آتا ہے کہ موجودہ دور ترقی اور روشن خیالی کا دور ہے۔ سائنس ترقی کی بلندیوں کو چھو رہی ہے اور آئندہ اور بھی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کا زمانہ ہوگا۔ پھر آپ ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہوا؟ درحقیقت علم کے اُٹھ جانے سے مراد دین وشریعت کا علم اُٹھ جانا ہے۔ جب یہ علم اُٹھ جائے گا تو روشنی نما جہالت بڑھتی جائے گی۔ اس لیے کہ شریعت کا علم بندے کے دل میں ایمان کی شمع روشن کرتا ہے۔ ایمانی حرارت سے روحانیت ترقی پاتی ہے اور روحانیت بڑھنے سے بندے کا رشتہ نماز، قرآن اور مسجد سے مضبوط ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ سے تعلق میں مضبوطی آتی ہے۔ عبد ومعبود کا رشتہ جب معبود سے استوار ہوتا ہے تو فتنے اور آزمائشیں یا تو ویسے ہی ختم ہو جاتی ہیں یا پھر رب تعالیٰ بندے کو آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں اور جب دینی علم بندے کے پاس نہ ہو، شریعت سے اس کا رشتہ کمزور ہو تو ڈاکٹر یا انجینئر یا اور کسی فن میں ممتاز ہونے کے باوجود اس کا سینہ ایمانی روشنی سے محروم اور جہالت کا گھر بنا رہتا ہے۔ بندہ باہر سے اپنے فن میں یکتا اور ممتاز ہوتا ہے اور اندر سے دینی روشنی سے محروم ہونے کے باعث جاہل ہوتا ہے۔ اسی جہالت کی بدولت وہ دین کو لایعنی چیز خیال کرتے ہوئے اپنی دھن میں مگن رہتا ہے۔ جیسے بے پردگی، موسیقی، فلم بینی وغیرہ اور خود کو روشن خیال کہتا ہے، جبکہ اندر سے گھن زدہ اور

---

① صحيح البخاری، كتاب العلم، باب ما اجاب الفتيا باشارة الراس واليد، رقم: ٨٥

Marfat.com

کھوکھلا ہوتا ہے، وہ شیطانی کام کرتا ہے اور اسے جدت پسندی کا نام دیتا ہے۔ اسے علم نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں اس کے لیے فتنوں کے دروازے کھول رہی ہیں۔ پس فتنوں سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ بندے کا رشتہ رب تعالیٰ سے جڑا رہے اور وہ فتنوں سے باری تعالیٰ کی پناہ کا طلبگار رہے۔ نبی ﷺ اور آپ کے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پناہ کے خواستگار رہتے۔ جیسا کہ ذیل کی روایت سے واضح ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ يومًا حَتّٰى أَتٰى ذِكْرُ بَنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَيَقُولُ: ((وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ)) قَالَ: يَقُولُ عَمَّارٌ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ۔ ①

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ ایک دن حدیث بیان کرتے ہوئے مسجد نبوی کی تعمیر کا ذکر کرنے لگے کہ ہم ایک ایک اینٹ اٹھاتے جبکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت عمار کو دیکھا تو ان کے جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمانے لگے: ''عمار کو ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔ یہ ان کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ انہیں جہنم کی دعوت دیں گے۔'' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمار رضی اللہ عنہ اکثر کہا کرتے تھے: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق آئندہ آنے والی مصیبت کا پتہ تھا۔ انہوں نے اس آنے والی پریشانی کو فتنہ سے تعبیر کیا۔ ہر وہ پریشانی جو بندے کے لیے دین کے اعتبار سے امتحان بن جائے وہ فتنہ ہے۔ تو فتنہ سے بچاؤ کی درخواست رب تعالیٰ کے حضور کرتے رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ ابتلاء و آزمائش بندے کو بعض دفعہ کفر تک پہنچا

① صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب: التعاون فی بناء المسجد، رقم: ٤٤٧

Marfat.com

دیتی ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا وَيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ اَقْوَامٌ دِيْنَهُمْ بِعَرَضِ الدُّنْيَا))①

''قیامت کے قریب ایسے فتنے واقع ہوں گے جو اندھیری رات کی طرح ہوں گے۔ ان میں انسان صبح مومن ہوگا تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کافر ہو جائے گا اور لوگ تھوڑے سے مال کے عوض اپنا ایمان بیچ ڈالیں گے۔''

آدمی کے کافر ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کفریہ کاموں کا ارتکاب کرے گا اور اللہ کی حرمات کو پامال کرے گا۔ جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا وَّيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا قَالَ يُصْبِحُ مُحَرِّمًا لِدَمِ اَخِيْهِ وَعِرْضِهٖ وَمَالِهٖ وَيُمْسِيْ مُسْتَحِلًّا لَّهٗ وَيُمْسِيْ مُحَرِّمًا لِدَمِ اَخِيْهِ وَعِرْضِهٖ وَمَالِهٖ وَيُصْبِحُ مُسْتَحِلًّا لَّهٗ ②

''صبح مومن ہوگا، شام کو کافر ہو جائے گا کہ صبح کو اپنے بھائی کی جان، مال اور عزت کو اپنے اوپر حرام سمجھے گا، لیکن شام کو حلال سمجھنے لگے گا اور اسی طرح شام کو حرام سمجھتا ہوگا تو صبح حلال سمجھنے لگے گا۔''

جان و مال اور عزت کے اعتبار سے یہ فتنے ہمارے اردگرد موجود ہیں۔ حلال و حرام کے پیمانے اپنے ہی وضع کیے جا رہے ہیں۔ طاقت کا نشہ حرص و ہوس کی خواہشات کو بڑھا رہا ہے۔ غربت کا احساس چوری، ڈکیتی اور رہزنی جیسی برائیوں کو جنم دے رہا ہے۔ ایسے میں عبادات و مذہب سے رشتہ جوڑنا بندے کے لیے سب سے بڑا تحفظ ہے۔

---

① (صحیح) جامع الترمذی، ابواب الفتنه، باب ما جاء ستکون فتنة كقطع الليل المظلم، رقم: ٢١٩٧ ② جامع الترمذی، ابواب الفتن باب مذکور، رقم: ٢١٩٨

Marfat.com

فتنے بندے کے اعمال کا نتیجہ ہی ہوتے ہیں، جو گھروں میں غیر محسوس طریقہ سے داخل ہو کر آزمائش بن جاتے ہیں۔ نیکی کی قوتیں اگر بندے کے ہم رکاب ہوں تو ان فتنوں کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟، إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)) ①

نبی ﷺ مدینہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلے پر چڑھے تو فرمایا: ''کیا تم وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ بے شک میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے مقامات اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کا قطرہ گرنے کی جگہ نظر آتی ہے۔''

فتنے غیر محسوس طریقہ سے ایک نہ دکھائی دینے والے وجود کی طرح گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جس طرح بیماریاں نہ دکھائی دینے والے وجود ہیں کہ جب بیماریاں حملہ آور ہوتی ہیں تو جسم میں شکست وریخت کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور جب بیماری کے اسباب ڈھونڈے جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ بیماری آدمی کی اپنی کوتاہیوں اور بد پرہیزیوں کا نتیجہ تھی، بالکل ایسے ہی فتنے بھی بندے کی اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس کے ہاتھوں کی کمائی ہوتے ہیں۔

فتنوں سے بچاؤ کے لیے تدابیر

الجھنوں اور فتنوں سے نجات کے لیے ہمارے لیے مذہب کے دامن میں وسیع راہنمائی موجود ہے۔ فتنوں سے بچاؤ کے لیے نبی ﷺ نے بڑی پیاری راہنمائی فرمائی ہے۔ اس ضمن میں چند روایات درج کی جارہی ہیں:

ا۔ جس نے فجر کی نماز پڑھی وہ اللہ کی پناہ میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

① صحيح البخاري، كتاب فضائل المدينة، باب: آطام المدينة، رقم: ١٨٧٨

Marfat.com

((مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يُتْبِعَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِنْ ذِمَّتِهِ))[1]

''جس نے فجر کی نماز پڑھی وہ اللہ کی پناہ میں ہے۔ لہٰذا ایسا نہ ہو کہ اللہ کی پناہ توڑنے کے جرم میں وہ تمہارا مواخذہ کرے۔''

فجر کی نماز ادا کرنے سے جہاں بندے کو دن بھر کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جاتی ہیں وہاں بہت حد تک شیطانی اثرات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور بندے کی طبیعت پر بھی اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ ثَلَاثَ عُقَدٍ إِذَا نَامَ بِكُلِّ عُقْدَةٍ يَضْرِبُ عَلَيْكَ لَيْلًا طَوِيْلًا فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَإِذَا تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عَنْهُ عُقْدَتَانِ فَإِذَا صَلَّى انْحَلَّتِ الْعُقَدُ فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ))[2]

''تم میں سے جب کوئی سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گردن پر تین گرہیں لگاتا ہے۔ ہر گرہ پر پھونک مارتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے۔ پھر جب کوئی بیدار ہوا اور اس نے اللہ کو یاد کیا تو ایک گرہ کھل گئی اور جب وضو کیا تو دو گرہیں کھل گئیں اور جب نماز پڑھی تو سب گرہیں کھل گئیں۔ پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش خوش مزاج اُٹھتا ہے، ورنہ گندہ دِل سست ہو کر اُٹھتا ہے۔''

۲۔ نماز تہجد کی ادائیگی

تہجد کے وقت دریائے رحمت جوش میں ہوتا ہے اور رب تعالیٰ خود اعلان فرماتے ہیں

[1] (صحيح) جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب من صلى الصبح فهو فی ذمة الله عزوجل: ٢١٦٤

[2] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فيمن نام الليل أجمع حتى أصبح، رقم٧٧٦

Marfat.com

کہ بندو! میں تمہاری فریاد رسی کے لیے اس وقت آسمان دنیا پر موجود ہوں، کون ہے جو اپنی جھولی کو رحمتوں سے بھرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے دامن کو پھیلائے تہجد کی ادائیگی فتنوں سے بچاؤ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کا ثبوت صحیح بخاری کی یہ روایت ہے:

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: (سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ، وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَيْقِظُوا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ)) ①

''حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے تو فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کتنے فتنے نازل کیے گئے اور کتنے خزانے کھولے گئے ہیں۔ ان حجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ کیونکہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والی ایسی ہیں جو آخرت میں برہنہ ہوں گی۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت میں دو چیزوں کے نازل ہونے کا ذکر فرمایا۔ ایک فتنوں کے نزول کا اور دوسرا خزانوں کے نازل ہونے کا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان حجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ''۔ کیا مطلب ......؟ اگر کوئی رب تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے والے خزانوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس وقت بیدار ہو اور رب کے سامنے پیشانی رگڑے، اس کے حضور آنسو بہائے اور تہجد کی ادائیگی کرے اور اگر کوئی فتنوں سے بچنا چاہے تو اسے بھی چاہیے کہ اس وقت اُٹھ کر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکساری کے ساتھ جھکے اور گڑگڑائے، اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اس کے وجود پر جھوم کر برس اُٹھے گی اور اس کی کوتاہیوں اور اعمال کی سیاہیوں کو دھو دے گی۔ یہ جو پاپ ہوتے ہیں ہمارے دِل کو سیاہ اور سینے کو اندھیر کر دیتے ہیں اور ہم سے عبادات کی لذت اور دعائے نیم شبی کا شوق چھین لیتے ہیں، ہمیں مسجد و محراب سے دور کر کے شیطانی گمراہیوں کے قریب کر دیتے ہیں اور یہی گمراہیاں ہمارے لیے فتنہ بن جاتی ہیں۔ ان سب چیزوں کا علاج

---

① صحيح البخاري، كتاب العلم، باب: العلم والعظة بالليل، رقم: ١١٥

Marfat.com

انابت الی اللہ میں ہے اور اللہ سے تعلق جوڑنے کے لیے ہمیں اللہ کے سامنے جھک کر ندامت کے آنسو گرانا ہوں گے اور یہی ندامت کے آنسو حقیقت میں رحمت الٰہی کے لیے اپیل اور مضبوط درخواست بن جاتے ہیں۔

چاشت کی چار رکعتوں سے دِن بھر کے لیے اللہ کی مدد

حضرت ابو درداء اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((یَا ابْنَ آدَمَ ارْکَعْ لِیْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَرْبَعَ رَکْعَاتٍ اَکْفِكَ آخِرَهُ))[1]

”اے ابن آدم تو میرے لیے شروع دِن میں چار رکعات ادا کر لے میں اس دن کے آخر تک تیرے لیے کفایت کروں گا۔“

غور کیجیے! جب صبح سے لے کر شام تک اللہ تعالیٰ کی مدد بندے کے شامل حال ہو تو شیطان اس کے دین و ایمان کا نقصان نہیں کر سکتا اور نہ وہ بندہ دنیاوی معاملات میں نقصان اُٹھا سکتا ہے۔

[1] (صحیح) سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی صلاۃ الضحی، رقم:٤٧٥؛ ارواء الغلیل ٢١٠/٢

Marfat.com

نقصانات سے بچاؤ کی خواہش

نقصان کا لغوی معنی کمی ہے۔ مال کا کم ہو جانا، مال کا نقصان ہے۔ عزیزوں کا فوت ہو جانا، جان کا نقصان ہے۔ دشمنوں کا مسلط ہو جانا امن کا نقصان ہے۔ امراض کا لاحق ہو جانا صحت کا نقصان ہے۔ غرض کسی بھی چیز کے کم ہونے کو نقصان کہتے ہیں۔ بندے کو نقصانات کا ہمیشہ دھڑکا لگا رہتا ہے۔ جب سے نسل انسانی کا آغاز ہوا ہے، تب سے یہ نقصانات و فوائد انسانی زندگی کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ وہ فوائد کے حصول اور نقصانات سے بچاؤ کی تدابیر میں لگا رہتا ہے اور یہی تدابیر کرتے کرتے اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور پھر دنیا کی کمائی پر آخرت کے فوائد و نقصانات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ہر قسم کے نقصان کا علاج مالک کی رضا میں ڈھونڈا۔ سیدنا یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں قید ہوئے تو آزادی جاتی رہی، بیوی بچوں سے دور ہو گئے، انسانوں سے دور پانی کی تاریکیوں میں بے یار و مددگار تھے، تو اس کا علاج انہوں نے اللہ کے ذکر میں ڈھونڈا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مچھلی والے پیغمبر کی دُعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں ان الفاظ سے مانگی:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ)) ①

”اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بلاشبہ میں ہی ظالموں میں سے تھا۔“

جو بندہ بھی ان کلمات کے ساتھ اللہ سے دُعا کرے گا اللہ اسے پورا کر دے گا۔“

حضرت یونس علیہ السلام نے جب ان الفاظ کے ساتھ رب تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام نقصانات کی تلافی فرما دی۔ انسان کو نقصان پہنچنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک نقصان

① (صحیح) جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب فی دعوة ذی النون......، رقم: ۳۵۰۵

Marfat.com

ایسا ہے جو بندے کے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے، یعنی اس کے برے اعمال کی سزا کے طور پر ہوتا ہے۔ اس سے نجات کا طریقہ تو یہی ہے کہ اعمال بد سے توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرے اور دوسرا نقصان بندے کے ایمان کو جانچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور امتحان ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾[1]

''اور ہم ضرور کسی قدر خوف، بھوک، جان و مال اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنادو۔''

ایسے نقصانات بندے کے ایمان کا امتحان ہوتے ہیں، اگر آدمی عبادات سے رشتہ جوڑے رکھے اور اس تنگی میں بھی خالق حقیقی کی محبت کا دم بھرتا رہے تو جلد ہی یہ امتحان ختم ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی رضا و خوشنودی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے اور عبادات میں سستی کرنے لگے تو نہ صرف نقصان کا دائرہ مزید بڑھ جاتا ہے بلکہ وہ اللہ کی نظر رحمت سے بھی دور ہو جاتا ہے۔

عزت میں کمی کا رجوع الی اللہ سے ازالہ

اس کی ایک مثال وہ روایت ہے جس میں نبی ﷺ نے پہلی اُمتوں میں سے ایک بزرگ کا واقعہ بیان فرمایا جس کا نام جریج تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

((كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ، كَانَ يُصَلِّي جَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي، فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ

① البقرة: ١٥٥

Marfat.com

وَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ فَأَتَوْهُ فَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ: مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ الرَّاعِي، قَالُوا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ)) [1]

'بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک شخص تھا۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی والدہ آئیں اور اسے بلایا جریج نے دل میں سوچا کہ نماز پڑھوں یا والدہ کو جواب دوں (آخر اس نے جواب نہ دیا) اس کی ماں نے بددعا دی اور کہا اے اللہ! یہ اس وقت تک نہ مرے جب تک تو اسے زنا کار عورتوں کی صورت نہ دکھا دے۔ پھر ایسا ہوا کہ جریج اپنے عبادت خانہ میں تھا۔ ایک فاحشہ عورت آئی اور اس نے بدکاری کے متعلق گفتگو کی لیکن جریج نے انکار کر دیا۔ وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اس سے منہ کالا کیا اور ایک بچہ جنا اور یہ کہہ دیا کہ بچہ جریج کا ہے۔ لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کے عبادت خانہ کو توڑ پھوڑ دیا۔ اسے نیچے اتارا اور خوب گالیاں دیں۔ جریج نے وضو کیا، نماز پڑھی پھر اس بچے کے پاس آ کر کہا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا ''چرواہا'' یہ حال دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ ہم تیرا عبادت خانہ سونے کی اینٹوں سے بنا دیتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں مٹی سے ہی بنا دو۔''

اس واقعہ میں ہمارے لیے ایک درس موجود ہے کہ جب بھی بندہ عزت و وقار میں کمی محسوس کرے تو جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے اور اس امتحان سے نکلنے کا راستہ بھی اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے اور اس راستے تک رسائی صرف اسے حاصل ہوگی جو تلملانے کی بجائے صبر وضبط اور رجوع الی اللہ سے کام لے گا۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب : قول الله واذكر في الكتاب مريم إذانتبذت من اهلها، رقم:٣٤٣٦۔

Marfat.com

حصولِ برکات کی خواہش

برکت ایک نہ دکھائی دینے والی قوت ہے جو نفع بخش چیزوں کے فوائد کو مزید بڑھا دیتی ہے۔اس کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ برکت کے معنی و مفہوم سے کوئی آدمی آشنا ہو یا نہ ہو، لیکن اتنا ضرور جانتا ہے کہ برکت ایک نفع بخش چیز ہے۔ اسی لیے تقریباً ہر آدمی مال و جان اور اولاد میں برکت چاہتا ہے اور ان چیزوں میں برکت کے لیے دعائیں بھی مانگتا ہے۔ جب ہمیں اس بات کا علم ہے کہ برکات کا نزول رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے تو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کن لوگوں پر برکتوں کا نزول فرماتے ہیں اور کون سے اعمال ان برکتوں کے نزول کا سبب بنتے ہیں اور یقیناً ایسے اعمال انتہائی قیمتی ہیں جن کی وجہ سے رحمت الٰہی کا دریا جوش میں آ جاتا ہے اور انسان کی تمام محتاجگیاں دور ہو جاتی ہیں۔ ان اعمال کی معرفت سے پہلے برکت کے مفہوم سے آشنائی کے لیے چند ایسی مثالیں درج کی جارہی ہیں جن سے برکتوں کی قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔

کاروبار میں برکت:

اس ضمن میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب الشرکۃ'' میں یہ روایت نقل کی ہے:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ رضی اللہ عنہ وَ كَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ، وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَايِعْهُ، فَقَالَ: (هُوَ صَغِيرٌ) فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ۔ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَيَقُولَانِ لَهُ أَشْرِكْنَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرَكُهُمْ فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ)) [1]

---

[1] صحيح البخاری، کتاب الشرکة، باب الشرکة فی الطعام وغیرہ، رقم: ۲۵۰۱

Marfat.com

''حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی ﷺ سے ملاقات کی ہے، ان کی والدہ زینب بنت حمید رضی اللہ عنہا انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئی تھیں اور عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! اس سے بیعت لیجیے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ابھی یہ چھوٹا بچہ ہے، آپ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کے لیے دعا فرمائی وہ اکثر بازار جا کر غلہ خریدا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ان سے ملتے تو کہتے کہ ہمیں بھی شریک کرلو کیونکہ نبی ﷺ نے تمہارے لیے برکت کی دُعا کی ہے چنانچہ وہ ان کو شریک کر لیتے اکثر اوقات پورا پورا اونٹ حصہ میں آتا جس کو وہ اپنے گھر بھیج دیتے تھے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے بقول نبی ﷺ نے عبداللہ بن ہشام کے لیے برکت کی دُعا کی تھی اس لیے کاروبار میں ان کا نفع دو چند ہو گیا۔ اگرچہ یہ نبی ﷺ کی دُعا کا اثر تھا، لیکن اس سے برکت کے مفہوم پر روشنی پڑتی ہے کہ کاروبار کے اندر نفع کی شرح کا بڑھ جانا بھی برکت ہے۔

وہ مٹی بھی خرید لیتے تو نفع ہوتا

حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ دِينارًا يَشْتَرِي لَهُ بِهِ شَاةً، فَاشْتَرَى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ، وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ وَشَاةٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ، وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيهِ[1]

''نبی ﷺ نے ان کو ایک اشرفی دی تاکہ وہ اس سے آپ کے لیے بکری خریدیں۔ انہوں نے اس کے عوض آپ کے لیے دو بکریاں خرید لیں۔ پھر ایک بکری ایک اشرفی میں فروخت کر دی اور آپ کے پاس ایک بکری اور ایک

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب:۲۸، رقم:۳٦٤۲

Marfat.com

اشرفی لے آئے۔ آپ نے ان کے لیے ان کی خرید وفروخت میں برکت کی دعا کی۔ چنانچہ پھر وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی انہیں نفع ہوتا۔"

یہ بھی کاروبار میں برکت کی مثال ہے کہ عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دُعا دی تو ان کے لیے تمام کاروبار موم ہو گئے اور عروہ بارقی رضی اللہ عنہ نے کوشش اور عمل کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت کی دُعا لی۔ غور فرمایئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اشرفی دی تھی کہ اس سے بکری خرید لاؤ۔ وہ ایک بکری خرید لاتے تو تعمیل حکم کا تقاضہ پورا ہو جاتا، لیکن انہوں نے اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لیے کوشش سے ایک ایسا عمل کیا جو لائق توجہ تھا اور بالآخر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ حاصل کر لی اور برکتوں کے تمام خزانے رب تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اگر بندہ ان خزانوں سے خود پر بارش چاہتا ہے تو اسے کوشش و جہد سے رب تعالیٰ کو راضی کرنا ہوگا۔ اگر محبوب حقیقی راضی ہو گیا تو تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔

چند کھجوریں سالوں ختم نہ ہوئیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فِیْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَالِیْ فِیْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ لِیْ: ((خُذْهُنَّ فَاجْعَلْهُنَّ فِیْ مِزْوَدِكَ هٰذَا اَوْفِیْ هٰذَا الْمِزْوَدِ كُلَّمَا اَرَدْتَّ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَیْئًا فَاَدْخِلْ یَدَكَ فِیْهِ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا نَاْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَا یُفَارِقُ حَقْوِیْ حَتّٰی كَانَ یَوْمُ قَتْلِ عُثْمَانَ فَاِنَّهُ انْقَطَعَ))[1]

"ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لایا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ان میں برکت کی دُعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جمع کر کے میرے لیے دُعا کی اور فرمایا: لو پکڑو اور اسے اپنے توشہ دان میں رکھ لو۔ جب تم لینا چاہو تو

[1] (حسن) جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب: مناقب ابی هریرة رضی اللہ عنه، رقم: ۳۸۳۹

Marfat.com

ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور اسے جھاڑنا نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں سے کتنے ہی ٹوکرے اللہ کی راہ میں خرچ کیے پھر خود بھی اس سے ہم کھاتے تھے اور لوگوں کو بھی کھلاتے تھے اور وہ تھیلی کبھی میری کمر سے جدا نہیں ہوتی تھی۔ لیکن جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس روز وہ گر گئی۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ۲۵ سال تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس تھیلے سے کھجوریں کھاتے بھی رہے، کھلاتے بھی رہے اور صدقہ بھی کرتے رہے۔ یہ برکت ہے کہ چھوٹا سا تھیلا ہزاروں من کھجوروں پر محیط ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ کاروبار میں نفع کا بڑھ جانا، کھانے کا کثیر ہو جانا یا کوئی نقصان دیے بغیر ہضم ہو کر جزو بدن بن جانا سب برکات کی قسمیں ہیں۔

وہ اعمال جن سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے

وہ اعمال جو برکتوں کے نزول کا سبب بنتے ہیں، انہیں اختیار کر کے ہم اپنے لیے آسانیوں کے دروازے کھول سکتے ہیں۔ ذیل میں مختصر طور پر ایسے اعمال کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

تقویٰ:

برکات کے حصول میں سب سے بڑا عمل تقویٰ ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾[1]

''اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتیں کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے کاموں کی وجہ سے پکڑ لیا۔''

---

[1] الاعراف:۹٦

Marfat.com

تقویٰ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

((لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ)) ①

"بندہ اس وقت تک تقویٰ کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ہر اس کام کو نہ چھوڑ دے جو اس کے سینے میں کھٹکتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تقویٰ کے حوالہ سے درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تفسیر کی ہے جس میں ہے:

((وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ)) ②

"اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور لوگوں کے اس پر مطلع ہونے کو تو ناپسند کرے۔"

یعنی تقویٰ سینے میں کھٹکنے والے ہر گناہ کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے اس کی حرام کردہ چیزوں اور شبہ والے کاموں کو چھوڑنا ہی تقویٰ کا حُسن ہے۔ اس ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی کس قدر واضح ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِي حِمَى اللّٰهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ)) ③

"حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ شبہ کی چیزیں ہیں جس شخص نے اس چیز کو ترک کر دیا جس میں گناہ کا شبہ ہو تو وہ اس چیز کو بدرجہ اولیٰ چھوڑ دے گا جس کا گناہ ہونا ظاہر ہو اور جس نے شبہ کی چیز پر

---

① صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب: بني الاسلام على خمس، تعليقا، قبل الحديث رقم: ٨

② صحيح مسلم، كتاب البر والصلاة والآداب، باب: تفسير البر والاثم، رقم: ٢٥٥٣

③ صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب: الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات، رقم: ٢٠٥١

Marfat.com

جرأت کی تو وہ جلد ہی ایسی بات میں مبتلا ہوسکتا ہے جس کا گناہ ہونا ظاہر ہے،
گناہ گویا اللہ کی چراگاہ ہیں جو اپنے جانور چراگاہ کے اردگرد چرائے گا جلد ہی
اس کا چراگاہ میں پہنچنا ممکن ہوگا۔''

یوں سمجھ لیں کہ تقویٰ دنیا کے بازار سے اپنے دامن کو گناہوں سے یوں سمیٹ کر گزرنے کا نام ہے جس طرح ایک بندہ خاردار جھاڑیوں میں گزرنا چاہے تو اپنے کپڑوں کو سمیٹ سمیٹ کر گزرتا ہے کہ کہیں کوئی کانٹا اس کے کپڑوں کو خراب نہ کردے۔ صرف زبان سے کلمہ طیبہ کا اقرار کر کے بندہ متقین میں شمار نہیں ہوسکتا، جب تک سارے جسم کو مسلمان نہ کر لے، بقول اقبال ؎

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دِل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اور جب دِل و نگاہ مسلمان ہوجائیں تو اللہ کی برکات کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ بندے کے لیے ہر مصیبت اور پریشانی سے نکلنے کا راستہ بھی پیدا فرما دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ ①

''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ بعض جگہوں کا تو آدمی کو پتہ ہوتا ہے کہ وہاں سے اسے رزق ملے گا، یعنی اسے اپنے تمام ذرائع آمدن کا پتہ ہے اور جب بندہ تقویٰ اختیار کر لیتا ہے تو رب تعالیٰ اپنی برکتوں کا نزول اس انداز سے فرماتے ہیں کہ بندے کے لیے اس کے معلوم متعین مقامات کے علاوہ نامعلوم ذرائع سے بھی رزق کی فراہمی کا انتظام فرما دیتے ہیں۔

① الطلاق:۲،۳

Marfat.com

رحمتِ الٰہی کے حصول کی خواہش

رحمت ایک ایسا جوہر ہے جو محبت و شفقت اور نرم دِلی و مہربانی سے مرکب ہے اور اس کا نزول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جرائم کو نظر انداز کر کے عنایات کے دامن کو وسیع کر دیا گیا ہے۔ غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں سے صرفِ نظر کر دیا گیا ہے، برکت اور رحمت میں ایک لطیف سا فرق یہ بھی ہے کہ برکت کے معنی میں فائدہ بخش قوت کے بڑھ جانے کا مفہوم شامل ہے۔ جبکہ رحمت میں کوتاہیوں کو نظر انداز کرنے کا مفہوم شامل ہے تو اس اعتبار سے رحمت و برکت کے نزول کا مطلب یہ ہوگا کہ بندے کے سابقہ گناہوں اور جرائم کو معاف کرتے ہوئے اس کے لیے نفع بخش قوتوں کے فوائد کو مزید بڑھا دیا گیا ہے۔ اسی لیے دنیا کے سب سے پہلے انسان نے اپنی پہلی لغزش پر اللہ تعالیٰ سے معافی کی اپیل کی تو ساتھ رحم کرنے کی درخواست بھی ان الفاظ میں کی:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٞ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ ①

”اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

آدم علیہ السلام کا معافی مانگنے کے ساتھ رحم کی التجا کرنا اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ معافی کے ساتھ رحمت کو ایک خاص مناسبت ہے۔ یہی مناسبت درجِ ذیل آیت سے واضح ہوتی ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ ②

① الاعراف: ۲۳ ② الزمر: ۵۳

Marfat.com

''(اے نبی!) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور و رحیم ہے۔''

یعنی جن لوگوں نے گناہ کیے، اپنی جانوں پر زیادتی کی وہ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہوں، اس کی رحمت کا ظہور ہو تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ سورۃ المؤمنون میں بطور خاص نبی ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں رحم کی اپیل کرتے رہا کریں اور اس آیت میں آپ کے ذریعہ سے تعلیم در حقیقت پوری اُمت مسلمہ کو دی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ﴾[1]

''اور کہیے کہ اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی کرنے والا ہے۔''

اللہ اپنی رحمت میں کیسا ہے، اس ضمن میں درج ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَتِسْعِیْنَ رَحْمَةً یَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ))[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں، ان میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت جنوں، آدمیوں اور جانوروں میں نازل فرمائی ہے۔ اسی ایک رحمت کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے سے شفقت کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اور اسی شفقت کی وجہ سے جانور اپنے بچے سے محبت کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ کر

[1] المؤمنون:۱۱۸ [2] صحیح مسلم، کتاب التوبة وقبولها وسعة رحمة الله عزوجل، باب: فی سعة رحمة الله وانها تغلب غضبه، رقم: ۲۷۵۲

Marfat.com

رکھیں ہیں جن کے ساتھ قیامت کے روز وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔"

دنیا میں محبت وشفقت کا جو بھی مادہ نظر آتا ہے اس کے پس پردہ رب تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے والا صرف ایک حصہ کارفرما ہے۔ حالانکہ وہ حصہ ساری نسل انسانی اور تمام مخلوقات پر تقسیم کیا گیا ہے اور اندازہ کیجیے وہ رب اپنی رحمت میں کیسا ہوگا جس کے پاس ننانوے درجے رحمت کے ہیں۔ اگر کافر کو بھی اس رحمت کا اندازہ ہو جائے تو وہ بھی جنت کی اُمید لگا بیٹھے۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ اَحَدٌ وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهِ اَحَدٌ)) [1]

"اگر مومن کو معلوم ہو جو اللہ تعالیٰ کے پاس عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی اُمید نہ رکھے اور اگر کافر کو معلوم ہو جو اللہ کے پاس رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی بھی ناامید نہ ہو۔"

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس چیز کو اپنے ذہن میں رکھے کہ رب تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ اس کی پکڑ بھی شدید ہے۔ اللہ کی وسیع رحمت کو گناہ کے لیے بہانہ نہ بنائے، بلکہ رب تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اس کی رحمت کا انتہائی اُمیدوار رہنا چاہیے۔ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت یقیناً لامحدود ہے۔ لیکن یہ ان کے حصہ میں آتی ہے جو اس کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ آدمی اپنے اعمال سے رب تعالیٰ کی رحمتوں کا حقدار بنتا ہے۔ عمل نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں۔ وہ زندگی جس میں بندگی نہ ہو وہ شرمندگی ہے۔ بندے کی شخصیت کا حسن بھی اعمال ہی ہوتے ہیں اور اس کی زندگی کا تاریک پہلو بھی اس کے اعمال ہی ہیں۔ اس ضمن میں صحیح بخاری کی یہ روایت کس قدر واضح ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب التوبة و قبولها وسعة رحمة الله عزوجل، باب: فى سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه، رقم:٢٧٥٥

Marfat.com

((أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَابْتَعَثَانِي، فَانْتَهَيَا بِي إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ: شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ، كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ، وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ، قَالَا لَهُمْ: اِذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهْرِ، فَوَقَعُوا فِيهِ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا، قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، قَالَا لِي: هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ، وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ، قَالَا: أَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ، وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيحٌ، فَإِنَّهُمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا، تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ))①

''آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور مجھے ایک مکان میں لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ وہاں ہمیں کئی ایسے آدمی ملے جن کا آدھا بدن تو نہایت خوبصورت اور باقی آدھا انتہائی بدصورت تھا۔ پھر ان فرشتوں نے ان سے کہا اس ندی میں گھس جاؤ تو وہ اس میں گھس گئے۔ پھر وہ ہمارے پاس آئے تو ان کی بدصورتی جاتی رہی اور انتہائی خوبصورت ہو گئے۔ ان فرشتوں نے مجھ سے کہا یہ جنت عدن ہے اور تمہارا مسکن بھی یہیں ہے۔ پھر کہنے لگے کہ آپ نے جن کا آدھا بدن خوبصورت اور باقی آدھا بدصورت دیکھا وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے (دنیا میں) اچھے اور برے سب طرح کے کام کیے۔ اللہ نے ان سے درگزر فرمایا اور انہیں معاف کر دیا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اچھے یا برے اعمال کا بندے کی شخصیت پر اثر پڑتا ہے۔ اس کا اچھا یا برا عمل رب تعالیٰ کے قرب میں بھی فرق ڈالتا ہے اور اعمال کا جہاں میزانِ عمل میں وزن ہوگا وہاں بندے کی شخصیت میں بھی اعمال کا وزن ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت صحیح بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

① صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب: قوله تعالى وء اخرون اعترفوا بذنوبهم، رقم: ٤٦٧٤

Marfat.com

((إِنَّهُ لَيَأْتِي بِالرَّجُلِ الْعَظِيمِ السَّمِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَقَالَ: اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾[1]

''قیامت کے دِن ایک بہت فربہ شخص لایا جائے گا اور ایک مچھر کے پَر برابر اس کی قدر نہ ہوگی اور فرمایا اگر چاہو تو پڑھ لو ''قیامت کے دِن ہم ایسے لوگوں کو کچھ وزن نہیں دیں گے۔''

معلوم ہوا کہ اعمال کا بندے کی شخصیت کے حسن سے بھی تعلق ہے اور اس کے وزن سے بھی اور اعمال اگر برے ہیں تو اس کی شخصیت میں حسن بھی نہیں ہے اور وزن بھی نہیں۔ اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی رحمت گھنگھور گھٹا بن کے اسی کے وجود پر برستی ہے جس کے اعمال اچھے ہیں۔ فرمایا:

﴿ إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ ﴾[2]

''بلاشبہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے بہت قریب ہے۔''

آج اللہ کی رحمتیں ہم سے اس لیے روٹھ گئی ہیں کہ ہمارا نیکی سے رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ اگر ٹوٹا نہیں تو کمزور ضرور پڑ گیا ہے۔ مسجد اور نماز سے رشتہ کمزور ہو گیا ہے، دِل میں گناہ کی محبت سما گئی ہے اور کیفیت وہی ہو گئی ہے کہ ؎

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم رحمت کا حصول چاہتے ہیں لیکن وہ اعمال نہیں کرنا چاہتے جو رحمتوں کا باعث ہیں۔ بالکل اس آدمی کی طرح جو دریا کنارے کھڑا ہے اور بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے چاہتا ہے کہ پانی خود ہی اس کی پیاس کو بجھا دے۔ یاد رکھیے! خواہش کی تکمیل کے لیے عمل ضروری ہے اگر عمل کے لیے قدم نہ بڑھایا تو خواہش کبھی پوری نہ ہوگی بلکہ وہ حسرت میں بدل جائے گی۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب: قوله تعالى اولئك الذين كفروا بايات ربهم ولقائه، رقم: ٤٧٢٩

[2] الاعراف: ٥٦

Marfat.com

وہ اعمال جن سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں

اگر یہ کہہ دیا جائے کہ مسجد سے رشتہ استوار کر لینے پر اللہ کی رحمتیں بندے کے وجود کو گھیر لیتی ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ بلکہ مسجد سے رشتہ جس قدر مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا قرب بھی اتنا ہی بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہی قرب رحمتِ الٰہی کا باعث ہے۔ اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی رحمتوں والے کتنے ہی اعمال کا تعلق مسجد سے ہے۔

نماز کا منتظر:

اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے نماز کا انتظار کرنا رحمتِ الٰہی کا باعث ہے۔ دِلوں میں چین وسکون کی دولت کو بھرنے کے لیے اگر کبھی فارغ وقت ہو تو اذان سے بھی پہلے مسجد میں آ جانا چاہیے۔ محبت اور خشوع وخضوع سے قرآن پاک کی تلاوت یا اذکار کرتا رہے یا نبی ﷺ پر درود پڑھتا رہے۔ اس عمل سے جہاں نفس کی پاکیزگی اور شیطانی اثرات سے بچاؤ حاصل ہوگا وہاں اللہ کی رحمت بھی بندے کا احاطہ کر لے گی۔ اگر اذان سے پہلے نہیں تو اذان کی آواز سننے پر تو ضرور مسجد میں چلا جانا چاہیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَحَدُکُم مَّا قَعَدَ یَنْتَظِرُ الصَّلَاۃَ فِی الصَّلَاۃِ مَالَمْ یُحْدِثْ، تَدْعُوْلَہُ الْمَلَائِکَۃُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہُ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ))[1]

"تم میں سے جو شخص جب تک باوضو نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے وہ نماز ہی میں ہے جب تک بے وضو نہ ہو، اس کے لیے فرشتے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو معاف فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔"

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب: فضل صلاۃ الجماعۃ وانتظار الصلاۃ، رقم: ٢٧٦

Marfat.com

دنیا میں انتظار کی بڑی قسمیں ہوں گی۔مختلف اعتبار سے مختلف چیزوں کا انتظار کیا جاتا ہے۔لیکن اپنے نفع کے اعتبار سے بہترین انتظار نماز کا انتظار ہے اور جو اس کی لذت سے آشنا ہو جائے ،اس کے لیے پھر کسی اور چیز کے انتظار میں لطف نہیں رہتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ مَالَمْ يُحْدِثْ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ))[1]

''فرشتے اس شخص کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں جو اپنی نماز کی جگہ میں جہاں اس نے (مسجد میں) نماز پڑھی بیٹھا رہے جب تک وہ بے وضو نہ ہو فرشتے کہتے رہتے ہیں، اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔''

یعنی نماز سے پہلے نماز کے انتظار میں بیٹھنے پر بھی رحمت کی دعائیں ہیں اور نماز کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ کر اذکار کرنے میں بھی یہی دعائیں ہیں اور جس بندے کے لیے پانچوں وقت رب تعالیٰ کی بارگاہ میں فرشتے رحمت کی اپیل کرتے ہوں اسے بھلا اللہ تعالیٰ کی رحمت گرنے دیتی ہو گی؟ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رب تعالیٰ کی رحمت بھی شامل حال ہو اور بندہ شیطانی اثرات کا شکار ہو جائے؟ رحمت بھی ہو اور بندہ زحمت کا شکار ہو جائے؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نمازیں پڑھنے کے باوجود ہم بعض دفعہ تکالیف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ہم اعمالِ صالحہ کے ذریعے رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کوششیں بھی کر رہے ہوتے ہیں اور کسی مصیبت کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔آخر کیوں؟

اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لیے پہلے ہمیں ماضی میں آنے والی مصیبتوں کے نتائج کو دیکھنا ہو گا۔غور کرنے پر پتہ چلے گا کہ کچھ مصیبتوں کے نتائج مصیبت کے اختتام پر اچھے برآمد ہوئے اور کچھ کے نتائج ایسے نکلے کہ مزید پریشانیاں اور الجھنیں پیدا ہوئیں۔ اگر زندگی کے اندر صرف راحت ہی راحت ہو تو زندگی اپنی لذت کو کھو دے گی۔ یہاں یہ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب الحدث في المسجد، رقم:٤٤٥

Marfat.com

نقطہ سمجھ لینا چاہیے کہ مومن اور نافرمان کو پہنچنے والی تکلیف میں فرق ہے۔ مومن کو تکلیف آتی ہے اس کی اصلاح کے لیے۔ جیسے طالب علم یا بیٹا کوئی ایسا کام کرے جو غلط ہو اس میں اس کے لیے نقصان ہو تو باپ فوراً اس کو ڈانٹ پلاتا ہے۔ یہ ڈانٹ بچے کے لیے یقیناً تکلیف کا باعث ہے۔ لیکن درحقیقت اس میں اس کا فائدہ ہے۔ مومن کے لیے تکلیف آتی بھی ہے تو اس کے لیے کامیابیوں کے دروازے کھولنے کے لیے جیسے سونے پر بھٹی کی آگ سے گزرنے اور کٹالی میں پگھلنے کا مرحلہ نہ آتا تو اسے چمک نصیب نہ ہوتی۔ لکڑی کے سینہ پر آرا نہ چلتا تو دیدہ زیب فرنیچر وجود میں نہ آتا۔ ہیرے کے کونے نہ تراشے جاتے تو اس کی آب و تاب نہ نکھر سکتی۔ ایسے ہی مومن پر تکلیف آتی ہے تو اس کی تربیت کے لیے اور اسے نکھارنے کے لیے اور تکلیف کا یہ دور جیسے ہی ختم ہوتا ہے، اس کے لیے آسانیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ﴾[1]

''اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ حقیقتاً تمہارے لیے بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ حقیقتاً تمہارے لیے بری ہو۔''

اس لیے بندے کو چاہیے کہ رحمت الٰہی کے حصول کے لیے عمل کو جاری رکھے اور تنگی میں بھی اچھے دِنوں کی اُمید رکھتے ہوئے اپنے محبوب رب کی محبت کا دم بھرتا رہے۔ تنگی ہو یا آسانی ہم دونوں حالتوں میں اس کی رحمت کے محتاج ہیں اور مومن کے لیے تو یہ دونوں حالتیں ہی خیر کا باعث ہوتی ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ))[2]

''مومن کا بھی عجب حال ہے، اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے

---

① البقرہ:٢١٦ ② صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب:المؤمن امره خير كله، رقم:٢٩٩٩

Marfat.com

اور یہ بات سوائے مومن کے کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اس کو خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکرادا کیا، تو اس میں بھی ثواب ہے اور جو اس کو نقصان پہنچا اور اس پر صبر کیا، تو اس میں بھی ثواب ہے۔"

پہلی صف میں کھڑا ہونا:

مسجد حقیقت میں ایک ایسا مقام ہے جہاں رب تعالیٰ کی جانب سے رحمتیں اور برکتیں تقسیم ہوتی ہیں تو بندہ جس قدر کوشش کرتا ہے اتنی رحمتیں اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ)) ①

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف کے نمازیوں کیلئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔"

اور اگر وہ صف کی دائیں جانب کھڑا ہو تو مزید ایسی دُعاؤں کو سمیٹ لیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ)) ②

"صف کے دائیں طرف کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے جہاں دائیں ہاتھ میں قوت اور برکت رکھی ہے، وہاں صف کی دائیں جانب کو بھی اعزاز وشرف سے نوازا ہے اور عزت و شرف والے مقام پر کھڑا ہو کر بندہ بذاتِ خود بھی معزز ہو جاتا ہے۔ پس اگر بندہ اپنا شمار معززین میں کروانا چاہتا ہے اور اللہ کی رحمت کو جھولی بھر کے سمیٹنا چاہتا ہے تو اسے کوشش و جہد سے پہلی صف میں اور پھر خصوصاً دائیں جانب کھڑا ہونے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

① (صحيح) سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب فضل الصف المقدم، رقم: ۹۹۷

② (حسن) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب ما تستحب ان يلى الامام فى الصف، رقم: ٦٧٦

Marfat.com

عصر سے پہلے چار رکعتیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ إمْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا)) ①

''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرے۔''

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہے اس بندے کے لیے جو عصر سے پہلے رب تعالیٰ کے حضور چار رکعات خشوع وخصوع سے ادا کرتا ہے۔ جس بندے کے شاملِ حال پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں ہوں اس کے گھر میں پریشانیاں کیسے آسکتی ہیں؟ اس عمل کو مستقل طور پر اپنا لینا چاہیے۔ پھر دیکھیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے گھر میں رحمتوں کا نزول کیسے ہوتا ہے۔ نماز عصر کے وقت مارکیٹ میں گاہک کا رش ہوتا ہے، کاروبار کا زور ہوتا ہے، کاروبار کی محبت بندے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور مسجد کی محبت اپنی طرف اور مسجد یہ نہیں کہتی کہ کاروبار نہ کر، بلکہ مسجد اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بعد اس کی رحمتوں کو سمیٹتا ہوا کاروبار کی جانب چل اس سے اللہ تعالیٰ کاروبار میں حائل ہونے والی پریشانیوں کو دور فرمادیں گے۔

دینی معاملات میں میاں بیوی کا تعاون:

گھر کے اندر اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے دینی امور میں تعاون کریں تو گھر میں صبر وشکر کی فضا پیدا ہوتی ہے اور اس گھر سے لڑائی جھگڑے اور الجھنیں ختم ہو جاتی ہیں۔ دینی معاملات میں تعاون یہ ہے کہ بچوں کی دینی تربیت میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ نماز کا وقت ہے تو اس کی ادائیگی کے لیے مل کر کوشش کریں۔ اگر کوئی فریق غافل ہے تو اسے ایک محبت والے انداز سے متنبہ کردے۔ ایسے میاں بیوی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم کی دُعا فرمائی ہے۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے:

① (حسن) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب: الصلاۃ قبل العصر، رقم: ۱۲۷۱

Marfat.com

((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ اِمْرَأَتَهُ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ))①

''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو رات کو اُٹھا اور نماز (تہجد) پڑھی پھر اپنی بیوی کو جگایا اگر اس نے انکار کیا تو پانی کے چھینٹے اس کے چہرے پر مارے اور اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اُٹھی نماز ادا کی اور اپنے شوہر کو جگایا اگر اس نے انکار کیا تو پانی کے چھینٹے اس کے چہرے پر مارے۔''

یاد رکھیے! اگر میاں بیوی برائی میں ایک دوسرے سے تعاون کریں گے تو رحمت کی بجائے گھر کے اندر شیطانیت داخل ہو جائے گی اور اس کا اولاد پر انتہائی برا اثر پڑے گا۔ والدین اولاد کے لیے آئیڈیل شخصیت ہوتے ہیں اور والدین کی اچھائیاں یا برائیاں لاشعوری طور پر اولاد میں داخل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اولاد جیسے خزانے کو مزید قیمتی بنانے کے لیے گھریلو ماحول میں دینی تعاون جیسی فضا پیدا کیجیے۔ پھر دیکھیں اللہ کی رحمتیں گھر پر کس طرح سایہ فگن ہوتی ہیں۔ ہمارے گھروں سے الجھنوں کے سارے کانٹے محبت کے گلدستوں میں بدل جائیں گے اور گھر کے ماحول میں اپنائیت اور محبت در آئے گی۔

آسمان والا تم پر رحم کرے گا:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ الرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللّٰهُ))②

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم

---

① (حسن صحیح) صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب: قیام اللیل، رقم: ۱۳۰۸ ② (صحیح) سنن الترمذی للالبانی، ابواب: البر و الصلة باب: ما جاء فی رحمة الناس، رقم الحدیث: ۱۹۲٤

Marfat.com

پر رحم کرے گا۔ رحم بھی رحمٰن کی شاخ ہے جس نے اس کو جوڑا اللہ تعالیٰ بھی اس سے رشتہ جوڑ لیں گے اور جو اسے قطع کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے قطع تعلقی کر لیں گے۔''

مذکورہ بالا حدیث سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ اگر بندہ معاشرتی طور پر رحم کرنے والا بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنا رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ اگر قطع رحمی کرے گا تو رب تعالیٰ کی رحمتیں بھی اس سے منہ موڑ لیں گی۔ عظیم وہ آدمی نہیں ہے جو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والا ہے، بلکہ عظیم وہ ہے جو پتھر کا جواب پھول سے دے۔ جس کے چہرے پر مسکراہٹ رہے، جو دوسرے کی تکلیف پر خوش ہونے کی بجائے درد محسوس کرے، جس کی کیفیت یہ ہو ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہم ہیں میر
معلوم نہیں سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ایسے بندے کی لوگ خواہ قدر کریں نہ کریں، اللہ تعالیٰ اس کی قدر دانی ضرور کرتے ہیں اور مذکورہ حدیث کے مطابق اس پر رحم فرماتے ہیں۔ رب تعالیٰ تو اس قدر نواز نے والے ہیں کہ اگر کوئی انسان کتے پر بھی رحم کرے تو اس کی رحمتیں جھوم کے اس کے لیے برس پڑتی ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ بِي، فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَلَهُ)) قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ قَالَ: ((فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ))[1]

''ایک شخص چلا جا رہا تھا، اسے جب شدت کی پیاس لگی تو وہ کنویں میں اترا اور پانی پیا، وہاں سے نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے ہانپ رہا ہے اور نم دار

[1] صحيح البخاري، كتاب المساقاة، باب: فضل سقي الماء، رقم: ٢٣٦٣

Marfat.com

زمین چاٹ رہا ہے، اس شخص نے اپنے دل میں کہا آخر اسے بھی وہی تکلیف ہو گی جو مجھے تھی، اس نے اپنا موزہ پانی سے بھرا پھر دانتوں سے پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ فعل پسند فرمایا اور اسے بخش دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جانوروں کی خدمت سے ہمیں اجر ملے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہر جاندار کی خدمت میں ثواب ہے۔''

اگر کتے کو پانی پلانے پر بخشش ہو سکتی ہے تو کسی مسلمان پر رحم کرنا کس قدر ثواب کا باعث ہو گا۔ اگر رحم دلی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی شفقت و محبت کو پالیتا ہے تو قطع رحمی کرنے والا اللہ کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے اور کوئی بعید نہیں ہے کہ وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو جائے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر علیہا السلام بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نماز کسوف پڑھانے کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((قَدْ دَنَتْ مِنِّي الْجَنَّةُ، حَتَّى لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا، لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِنْ قِطَافِهَا، وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ أَيْ رَبِّ، أَوَ أَنَا مَعَهُمْ؟ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قُلْتُ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا: حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، لَا أَطْعَمَتْهَا، وَلَا أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ۔ قَالَ نَافِعٌ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ خَشِيشٍ۔ أَوْ خَشَاشِ الْأَرْضِ)) [1]

''جنت میرے اتنی (قریب) ہو چکی تھی کہ اگر میں ہمت کرتا تو اس کے خوشوں میں سے کوئی خوشہ تمہارے پاس لے آتا اور جہنم بھی میرے اتنے قریب ہو گئی کہ میں کہنے لگا اے مالک! کیا میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گا؟ اتنے میں ایک عورت دیکھی راوی کا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا اس عورت کو ایک بلی پنجہ مار رہی تھی میں نے پوچھا اس عورت کا کیا حال (قصور) ہے؟ فرشتوں نے کہا اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مرگئی

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: ما یقول بعد التکبیر، رقم: ۷۴۵

Marfat.com

کیونکہ نہ تو وہ اسے خود کھلاتی اور نہ اسے کھلا چھوڑتی تھی کہ وہ خود حشرات الارض سے اپنا پیٹ بھر لے۔''

جب حیوانات پر ظلم سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے تو انسانوں پر ظلم کرنے اور رحم دلی کا ہاتھ کھینچ لینے سے اللہ تعالیٰ کس قدر ناراض ہوتے ہوں گے اور آج صورتحال یہ ہے کہ رشتہ داروں بلکہ ماں باپ تک سے تعلق و ناطے توڑے جا چکے ہیں۔ بھائیوں سے قطع رحمی ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بندہ رحمت کا اُمیدوار بھی ہے۔ دِلوں سے رحمدلی کے جذبات رُخصت ہو گئے اور دِل کی زمین کب کی سنگلاخ ہو چکی۔ لیکن خواہشات ہیں کہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ بھلا سنگلاخ چٹانوں پہ گلاب کھلا کرتے ہیں؟

Marfat.com

ادائیگی قرض کی خواہش

انسانی پریشانیوں میں ایک بہت بڑی پریشانی بندے کا مقروض ہونا ہے۔ قرض بندے کے لیے رات کی بے چینی اور دن کی شرمندگی ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ قرض سے بہت زیادہ پناہ مانگا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دُعا کیا کرتے تھے::

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا، وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ)۔ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ فَقَالَ: (إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ، حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ))[1]

''اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور فتنہ دجال سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ کا طالب ہوں۔ آپ سے ایک شخص نے کہا آپ قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''انسان جب قرض دار ہوتا ہے تو بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔''

دنیا کی پریشانی کے ساتھ ساتھ قرض بندے کے لیے آخرت کی پریشانی بھی ہے۔ نبی ﷺ نے ایسے بندے کا جنازہ پڑھانے سے اپنے قدموں کو روک لیا تھا جس پر صرف دو دینار قرض تھا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: الدعاء قبل السلام، رقم: ۸۳۲

Marfat.com

تُوُفِّيَ رَجُلٌ فَغَسَّلْنَاهُ وَحَنَّطْنَاهُ وَكَفَّنَّاهُ ثُمَّ أَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقُلْنَا: تُصَلِّيَ عَلَيْهِ؟ فَخَطَا خُطًى، ثُمَّ قَالَ: ((أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قُلْنَا: دِينَارَانِ فَانْصَرَفَ فَتَحَمَّلَهُمَا أَبُو قَتَادَةَ فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: الدِّينَارَانِ عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((حَقَّ الْغَرِيمِ وَبَرِئَ مِنْهُمَا الْمَيِّتُ؟)) قَالَ: نَعَمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِيَوْمٍ: مَا فَعَلَ الدِّينَارَانِ؟ قُلْتُ: إِنَّمَا مَاتَ أَمْسِ قَالَ: فَعَادَ إِلَيْهِ مِنَ الْغَدِ؟ فَقَالَ: قَدْ قَضَيْتُهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((الْآنَ بَرَدَتْ جِلْدَتُهُ))[1]

ایک شخص کا انتقال ہوا ہم لوگوں نے اسے نہلایا، کفنایا اور خوشبو لگائی اور پھر ہم نمازِ جنازہ کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے نماز کی درخواست کی۔ آپ ﷺ ایک قدم چلے اور پوچھا: ''اس کے ذمہ کچھ قرض ہے؟'' ہم نے کہا اس کے ذمہ دو دینار ہیں۔ آپ واپس لوٹ گئے۔ تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ان اشرفیوں کی ادائیگی کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی، ہم لوگ (دوبارہ) آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ دو دینار میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''قرض خواہ کا حق ادا کرا دیا گیا اور مرنے والا ان دو دیناروں سے بری الذمہ ہو گیا؟'' ابوقتادہ نے آپ کو یقین دلایا تب آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس سے اگلے دن آپ نے پھر پوچھا: ''وہ دیناروں کا معاملہ کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا کل ہی اس کا انتقال ہوا ہے (آج کل میں ادا ہو جائیں گے) آپ نے اگلے روز پھر پوچھا تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے وہ ادا کر دیئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یوں سمجھو کہ اس کے جسم کو اب ٹھنڈک ملی ہے۔''

[1] مسند أحمد: ١٤٥٣٦

Marfat.com

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قرض کی ذمہ داری اگر کوئی اُٹھا لے تو نماز ادا ہو جاتی ہے۔ لیکن میت کا معاملہ اتنی دیر تک اللہ کے ہاں اٹکا رہتا ہے جب تک قرض ادا نہ ہو جائے۔ اسی لیے تو نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اب میت کو سکون پہنچا ہے تو رسم سمجھ کر اعلان کر دینا کہ اس آدمی کے قرض کی ذمہ داری مجھ پر ہے، پھر اس معاملے کو سالوں لٹکائے رکھنا کسی طور بھی درست نہیں۔ قرض کا معاملہ اتنا سنگین ہے کہ کسی کا شہید ہونا بھی اسے قرض کے بوجھ سے نجات نہیں دِلا سکتا۔ حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدًا حَيْثُ تُوضَعُ الْجَنَائِزُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ قِبَلَ السَّمَاءِ ثُمَّ خَفَضَ بَصَرَهُ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا أُنْزِلَ مِنَ التَّشْدِيدِ)) قَالَ: فَعَرَفْنَا وَسَكَتْنَا حَتَّى إِذَا كَانَ الْغَدَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا: مَا التَّشْدِيدُ الَّذِي نَزَلَ؟ قَالَ: ((فِي الدَّيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ قُتِلَ رَجُلٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُقْضَى دَيْنُهُ)) [1]

رسول اللہ ﷺ (مسجد نبوی کے اس صحن میں) تھے جہاں جنازے لا کر رکھے جاتے تھے۔ اچانک آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی، پھر اپنی نظر جھکا لی اور اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ کر (انتہائی تعجب کے عالم میں) فرمایا: ''سبحان اللہ سبحان اللہ! کس قدر سختی نازل ہوئی ہے؟'' راوی کہتا ہے کہ ہم سمجھ گئے (کہ کوئی خاص بات پیش آئی ہے) اور خاموش ہو گئے (یہاں تک کہ پورا ایک دِن گزار کر) جب دوسرا دِن ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا وہ کیا سختی ہے جو نازل ہوئی ہے؟ ارشاد فرمایا: ''قرض کے بارے میں وہ سختی نازل ہوئی ہے، قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے اور پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے اور پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے

[1] المستدرك للحاكم: ٢/ ٢٩، رقم: ٢٢١٢۔

Marfat.com

اور اس پر قرض ہو تو وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو گا جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے (یعنی اگر کوئی قرض دار بار بار بھی اللہ کی راہ میں مارا جائے تو یہ بار بار کی شہادت بھی اس کے قرض کا کفارہ نہیں ہو سکتی)۔''

قرض سے نجات کے لیے اعمال

مقروض آدمی کو چاہیے کہ وہ قرض سے نجات کے لیے دو کام کرے۔ ایک اس کی ادائیگی کے لیے کوشش اور دوسرا یہ کہ وہ ان دعاؤں کا کثرت سے ذکر کرے جو نبی ﷺ نے ادائیگی قرض کے حوالہ سے ذکر فرمائی ہیں۔

ادائیگی کے لیے کوشش

اللہ تعالیٰ نے خود ایسے بندے کی مدد کا ذمہ اُٹھایا ہے جو قرض، ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے اور پھر اس کی ادائیگی کے لیے کوشش کرتا ہے۔ چند روایات اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَ هَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰه))[1]

''جس نے لوگوں کا مال لیا اور اس کا ارادہ ادا کرنے کا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کرا دیتا ہے اور جس نے لوگوں کا مال لیا اور وہ اسے ضائع کر دینا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اسی کو تباہ کر دیتا ہے۔''

یعنی جس کی نیت قرض ادا کرنے کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی میں مدد فرماتا ہے اور حالات کو سازگار بنا دیتا ہے اور جس کی نیت ہی میں فتور ہو ایسے آدمی کا نہ کاروبار ترقی کر سکتا ہے اور نہ خود اسے خوش حال اور پُر سکون زندگی میسر آتی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاستقراض، باب: من أخذ أموال الناس يريدأداء ها أو اتلافها: ٢٣٨٧، وقبل الحديث تعليقاً: ١٤٢٦۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَمَلَ مِنْ أُمَّتِیْ دَیْنًا، ثُمَّ جَهَدَ فِی قَضَائِهٖ، ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَقْضِيَهُ فَأَنَا وَلِيُّهُ)) ①

''میری اُمت میں سے جس شخص نے قرض لیا پھر اسے ادا کرنے کی کوشش کی مگر ادا کرنے سے پہلے موت آ گئی تو میں اس کا ذمہ دار ہوں (یعنی میں ادا کردوں گا)۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: الْمُجَاهِدُ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْمَكَاتَبُ الَّذِیْ يُرِيْدُ الاداءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِی يُرِيْدُ الْعَفَافَ)) ②

''تین قسم کے لوگ ہیں جن کی مدد اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔(۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا (۲) وہ غلام جس کو اس کے آقا نے کچھ مقررہ پیسے ادا کرکے آزاد کرنے کا کہہ دیا ہو اور وہ ان پیسوں کی ادائیگی چاہتا ہو (تاکہ آزاد ہو جائے اللہ تعالیٰ ادائیگی رقم میں اس کی مدد کرتا ہے۔) (۳) وہ شخص جو نکاح کرکے پاکدامنی اور عفت چاہتا ہو۔''

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَدَايَنُ، فَقِيْلَ لَهَا: مَالَكِ وَلِلدَّيْنِ؟ وَلَكِ عَنْهُ مَنْدُوحَةٌ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا مِنْ عَبْدٍ كَانَتْ لَهُ نِيَّةٌ فِی أَدَاءِ دَيْنِهٖ إِلَّا كَانَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ عَوْنٌ فَأَنَا أَلْتَمِسُ ذٰلِكَ الْعَوْنَ)) ③

① صحیح مسند أحمد: ۲۵۲۱۱ ② حسن جامع ترمذی، ابواب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی المجاهد والمکاتب والناکح وعون الله ایاهم، رقم:۱٦۵۵ ③ (حسن) مسند احمد: ۲٤٤۳۹

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیا کرتی تھیں ان سے عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسعت و فراخی دے رکھی آپ کو قرض کی کیا ضرورت؟ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: ''جس کسی بندے کی نیت قرض کی ادائیگی کی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے ایک مددگار ہوتا ہے۔''

مذکورہ تمام روایات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے لیے مدد کا وعدہ ہے جو قرض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرتے ہیں اور جو بندہ قرض لیتا ہے لیکن اس کی ادائیگی کی نیت نہیں اور نہ ہی اس بارے میں کوشش کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو جاتا ہے، بلکہ یہ چیز اس کے لیے رب تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

چند مثالیں

احادیث میں بکثرت ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں ادائیگی کی کوشش کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے امداد کا ذکر ہے۔ ہم ان میں سے صرف تین مثالیں یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

بائیس لاکھ کی ادائیگی

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو ان پر ۲۲ لاکھ کا قرض تھا اور انہوں نے شہادت سے پہلے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خصوصاً اس کی ادائیگی کا حکم دیا تھا کہ ان کی تمام جائیداد کو بیچ کر قرض ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جائیداد میں ایسی برکت ڈالی کہ قرض کی ادائیگی کے بعد بھی بہت کچھ بچ رہا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے موقع پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب میدان میں کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا۔ میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو انہوں نے کہا: آج کے دن جو مارا جائے گا وہ یا ظالم ہو گا یا مظلوم اور میں سمجھتا ہوں کہ میں

Marfat.com

آج مارا جاؤں گا۔ مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرض کی ہے۔ میرا مال بیچ کر میرا قرض ادا کر دینا۔ پھر انہوں نے تہائی مال کی عبداللہ کے بیٹوں کے لیے وصیت کی، اس لیے کہ عبداللہ کثیر الاولاد تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے اس میں سے تہائی اپنی اولاد کو دے دینا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعض بیٹے زبیر کے بیٹوں یعنی اپنے چچاؤں کے ہم عمر تھے۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مجھے اپنا قرض ادا کرنے کی وصیت کرنے لگے اور کہنے لگے بیٹا اگر تو قرض ادا کرنے سے عاجز آ جائے تو میرے مالک کی مدد چاہنا۔ عبداللہ نے کہا: میں سمجھ نہ پایا میں نے پوچھا: مالک کون؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم میں جب بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قرض ادا کرنے میں کسی مشکل کا شکار ہوا میں نے یوں ہی دعا کی: ''زبیر رضی اللہ عنہ کے مالک اس کا قرض ادا کر دے۔'' اللہ نے ادا کرا دیا پھر ایسا ہی ہوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس دن شہید کر دیے گئے اور انہوں نے نقدی کی صورت میں کچھ نہیں چھوڑا تھا، البتہ زمینیں چھوڑیں ایک زمین غابہ (جنگل) کی تھی اور گیارہ گھر مدینہ میں، دو گھر بصرہ میں، ایک گھر کوفہ میں اور ایک گھر مصر میں تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان پر جو قرض تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کے پاس کوئی شخص اپنا مال امانت رکھواتا تو وہ کہتے یہ امانت نہیں بلکہ بطور قرض کے ہوگا اس لیے کہ میں ڈرتا ہوں تیرا مال تلف نہ ہو جائے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر حکومت قبول نہیں کی اور نہ تحصیلدار ہونا منظور کیا، البتہ یہ تھا کہ جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہے جو مال ان کے ہاتھ آیا وہ غنیمت کا مال تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ان کی وفات کے بعد ان کے قرض کا حساب کیا تو ۲۲ لاکھ تھا۔ پھر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے کہا بھتیجے! میرے بھائی (زبیر رضی اللہ عنہ) پر کتنا قرض ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اظہار مناسب نہ سمجھا اور کہا ایک لاکھ، حکیم نے فرمایا: نہیں، میں نہیں سمجھتا کہ تم اتنا قرض ادا کر سکو گے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر

Marfat.com

۲۲لاکھ قرض ہوا تب کیا ہوگا؟ حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اتنا قرض ادا نہیں ہو سکے گا خیر، اگر تم سے ادا نہ ہو سکے تو مجھ سے مدد لے لینا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی سرزمین ایک لاکھ ستر ہزار میں لی تھی عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سولہ لاکھ پر اس کو بیچا اور کھڑے ہو کر کہا: دیکھو جن جن لوگوں کا قرض زبیر رضی اللہ عنہ پر ہو وہ غابہ میں آ کر ہم سے ملیں۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ وہاں آئے ان کے چار لاکھ زبیر رضی اللہ عنہ پر قرض تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر تم چاہو تو میں یہ قرض معاف کیے دیتا ہوں (عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بے حد سخی تھے) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم معاف کرانا نہیں چاہتے۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا: اچھا اگر چاہو تو میں مہلت دیتا ہوں۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا: میں یہ بھی نہیں چاہتا: تب عبداللہ بن زبیر نے کہا: اچھا میرے قرض کے بدلے میں غابہ کی کچھ زمین مجھ کو دے دو۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا اتنی زمین یہاں سے وہاں تک لے لو۔ خیر عبداللہ نے غابہ کی زمین اور سب گھر بیچے اور پورا قرض ادا کر دیا۔ ساڑھے چار حصے غابہ کی جائیداد میں سے بچ رہے اس وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ معاویہ کے پاس گئے ان کے پاس عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور عبداللہ بن زمعہ بیٹھے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: غابہ کی کیا قیمت آئی؟ عبداللہ نے کہا: ہر حصے کی ایک لاکھ۔ انہوں نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں؟ عبداللہ نے کہا ساڑھے چار حصے۔ منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایک حصہ لاکھ روپے کو میں لیتا ہوں۔ عمرو بن عثمان نے کہا: ایک حصہ میں لیتا ہوں ایک لاکھ میں، عبداللہ بن زمعہ نے کہا: ایک میں لیتا ہوں لاکھ میں، معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اب کیا باقی رہا؟ عبداللہ نے کہا: ڈیڑھ حصہ گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ڈیڑھ لاکھ کا وہ میں نے لیا، عبداللہ بن جعفر نے جو حصہ لیا تھا وہ معاویہ کے ہاتھ چھ لاکھ کو بیچا۔ غرض جب عبداللہ بن زبیر نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا سارا قرض ادا کر دیا تو اب زبیر کے بیٹے ان سے کہنے لگے: ہمارا ترکہ تقسیم کرو۔ عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم! ابھی تو میں تقسیم نہیں کروں گا جب تک حج کے چار موسم نہ گزر جائیں اور میں ہر موسم میں یہ منادی نہ کر لوں کہ زبیر پر جس کا قرضہ ہو وہ ہمارے پاس آئے اور ہر سال عبداللہ (حج

Marfat.com

کے موسم پر) ایسے ہی منادی کرتے رہے جب چار برس گزر گئے (اور کوئی قرض خواہ نہ آیا تو عبداللہ نے ترکہ تقسیم کر دیا زبیر کی چار بیویاں تھی، جبکہ تیسرا حصہ وصیت کا نکالا گیا جب بھی ہر بیوی کو بارہ بارہ لاکھ ہاتھ آئے اور کل جائیداد زبیر رضی اللہ عنہ کی پانچ کروڑ دو لاکھ ہوئی۔''①

لکڑی حکم کی پابند بن گئی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے بنی اسرائیل ہی کے ایک شخص سے ایک ہزار اشرفیاں قرض مانگیں، اس نے کہا کہ کچھ لوگوں کو لے آؤ جنہیں میں اس معاملہ کا گواہ بنا سکوں۔ قرض مانگنے والے نے کہا کہ اللہ کی گواہی کافی ہے، اس نے کہا کوئی ضامن لاؤ، اس نے کہا: اللہ کی ضمانت کافی ہے، دینے والے نے کہا: تم سچ کہتے ہو اور ایک مقررہ تاریخ کے وعدے پر اس نے وہ رقم اس کے حوالے کر دی (یہ رقم لے کر) وہ سمندری راستے سے کہیں گیا اور جو اس کا کام تھا وہ پورا کیا۔ فارغ ہونے کے بعد سواری (یعنی بحری جہاز) کی تلاش میں نکلا تا کہ سوار ہو کر مقررہ مدت کے اندر اندر اس (قرض دینے والے) کے پاس پہنچ جائے مگر سواری نہیں ملی، (اس نے مقررہ تاریخ پر قرض ادا کرنے کی جب کوئی صورت نہ دیکھی تو آخر مجبور ہو کر یہ کیا کہ) اس نے ایک (موٹی سی) لکڑی لی اور اس کو اندر سے تراشا اور اس میں ایک ہزار دینار اور اپنا ایک پرچہ مالک کے نام پر لکھ کر رکھ دیا اور اس کا منہ بند کر دیا اور اسے لے کر سمندر کے پاس پہنچا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی: اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں، اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا کہ اللہ کی ضمانت کافی ہے، تو وہ تیرے نام پر راضی ہو گیا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگے، میں نے کہا: اللہ کی گواہی کافی ہے وہ (اس پر بھی) تیرے نام پر راضی ہو گیا اور میں سواری کے لیے کوشش کر چکا ہوں تا کہ اس کی امانت اسے پہنچا سکتا مگر مجھے کامیابی نہ ہو سکی۔ اب میں اس کو تیرے حوالے کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے اسے سمندر میں زور سے پھینکا کہ وہ خوب

① صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب: برکة الغازی فی ماله حیا و میتا مع النبی ﷺ، رقم: ٣١٢٩

Marfat.com

اندر (کنارے سے دور) جا پڑی، پھر وہاں (ساحل سے) واپس ہوا اور اس نے سواری کی تلاش برابر جاری رکھی۔ (ادھر) وہ قرض دینے والا شخص (ساحل پر) آنکلا کہ دیکھوں شاید کوئی جہاز اس کا مال لے کر آئے، اتنے میں اسے وہی اشرفیوں والی لکڑی نظر آئی اس نے (یونہی) اپنے گھر کے لیے ایندھن کے طور پر وہ لی (گھر لے جا کر) جب اسے چیرا تو دیکھا کہ اس میں اشرفیاں ہیں اور ایک پرچہ رکھا ہوا ہے (پرچہ سے ساری بات واضح ہوگئی اور اس نے اپنی امانت وصول کرلی پھر کچھ دن بعد) وہ شخص آیا جس نے قرض لیا تھا اور ایک ہزار اشرفیاں لے کر اس کے پاس پہنچا اور (تاخیر کے لیے معذرت کرتے ہوئے) کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں برابر سواری تلاش کرتا رہا تاکہ تمہارا مال (مقررہ تاریخ پر) پہنچا دوں مگر اب سے پہلے مجھے کوئی سواری نہیں ملی۔ اس نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کچھ بھیجا تھا؟ وہ بولا! کہہ تو رہا ہوں مجھے اب سے قبل کوئی سواری ہی نہیں ملی۔ اشرفیوں کے مالک نے کہا: (تم اسے لے جاؤ) اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے وہ اشرفیاں مجھے پہنچا دیں جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھیں۔ جاؤ ان ہزار اشرفیوں کو لے کر خوشی خوشی واپس چلے جاؤ۔ ①

اس واقعہ سے صرف اتنا بتلانا مقصود ہے کہ اگر آدمی اللہ پر بھروسہ کر کے نیک نیتی سے کاروبار کرتا ہے تو خلاف توقع راستوں سے بھی اللہ تعالیٰ اپنی غیبی مدد بھیجتا ہے اور اسے نقصان نہیں ہونے دیتا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی اُمت کو اس طرح قرض کا لین دین کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ کا قرض

حضرت عبداللہ الھوزنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن بلال رضی اللہ عنہ سے حلب کے مقام پر میری ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: اے بلال! مجھے بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اخراجات کس طرح ہوتے تھے؟ انہوں نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اس وقت سے لے کر آپ کی وفات تک آپ کے تمام مال و متاع کو

① صحیح البخاری، کتاب الحوالات، باب: الکفالۃ فی القرض والدیون بالابدان وغیرھا، رقم: ۲۲۹۱

Marfat.com

خرچ کرنے کی ذمہ داری میرے سپرد تھی۔ جب کوئی مسلمان آپ کے پاس آتا اور آپ دیکھتے کہ اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں تو آپ مجھے حکم فرماتے تو میں جاتا اور قرض لے کر اس کے لیے چادر خریدتا، پس آپ اسے کپڑا پہناتے اور کھانا کھلاتے حتیٰ کہ ایک مشرک شخص مجھے ملا تو اس نے کہا: اے بلال! میرے پاس بہت سا مال ہے، اس لیے تم میرے سوا کسی اور سے قرض نہ لیا کرو، پس میں ایسے ہی کرتا رہا۔ ایک دِن ایسے ہوا کہ میں نے وضو کیا پھر نماز کے لیے اذان دینے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت لے کر آ گیا پس جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: اے حبشی! میں نے کہا: ہاں، کیا بات ہے؟ اس نے مجھے گھورتے ہوئے سخت اور تند و تیز جملے کہے، پھر کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ مہینے میں کتنے دِن باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا: بس قریب ہی ہے۔ اس (مشرک) نے کہا: چار دِن باقی رہ گئے ہیں۔ پس میں تجھ سے وہ قرض واپس لوں گا (اگر قرض واپس نہ کیا) تو تمہیں تمہاری پہلی حالت کی طرح بکریوں کا چرواہا بنا دوں گا۔ پس اس سے عام لوگوں کی طرح مجھے بھی بہت دکھ ہوا۔ جب میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے، میں نے آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دے دی میں نے (حاضر خدمت ہوکر) عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے والدین آپ پر قربان ہوں، جس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھے ایسے ایسے برا بھلا کہا ہے اور آپ کے پاس اتنا مال ہے نہ میرے پاس جس سے ادائیگی ہو سکے اور وہ تو مجھے ذلیل کر چھوڑے گا۔ آپ مجھے مسلمان قبائل کے پاس بھاگ جانے کی اجازت عنایت فرمائیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اس قدر مال عطا کر دے کہ میرا قرض ادا ہو جائے تو میں لوٹ آؤں گا۔ پس میں آپ سے اجازت لے کر اپنے گھر آ گیا اور میں نے اپنی تلوار، میان، جوتے اور ڈھال اپنے سرہانے رکھ لیے اور صبح کاذب کے وقت ہی نکل جانے کا ارادہ کر لیا اتنے میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا: اے بلال! رسول اللہ ﷺ بلا رہے ہیں ان کے پاس آؤ۔ پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے پاس چار

Marfat.com

سواریاں بیٹھی ہوئی ہیں اور ان پر سامان لدا ہوا ہے۔ میں نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا انتظام کر دیا۔ کیا تم نے چار اونٹنیاں لدی ہوئی نہیں دیکھیں۔'' میں نے کہا: جی ہاں، دیکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ''وہ اونٹنیاں اور وہ سارا مال جو ان کے اوپر ہے اب تمہارا ہے'' ان پر کپڑے اور اناج لدا ہوا ہے جو فدک کے حاکم نے مجھے بطور ہدیہ بھیجا ہے، پس یہ لے لو اور اپنا قرض ادا کرو۔'' پس میں نے ایسے ہی کیا۔ پھر میں مسجد کی طرف گیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں، پس میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا: ''جو مال تیرے پاس تھا اس نے کوئی کام دکھایا۔'' میں نے عرض کی: رسول اللہ ﷺ کے ذمہ جتنا بھی قرض تھا وہ سب اللہ تعالیٰ نے اتار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا کچھ باقی بھی بچا ہے؟'' میں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اسے خرچ کرنے کے اسباب تلاش کرو تا کہ تم اسے خرچ کر کے مجھے راحت پہنچاؤ کیونکہ جب تک تم اسے خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچاؤ گے میں اپنی کسی زوجہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔'' پس جب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی تو فرمایا: ''تمہارے پاس جو مال تھا اس نے کیا کیا؟'' میں نے عرض کی کہ وہ تو میرے پاس ہی ہے اسے لینے ہمارے پاس کوئی آیا ہی نہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے وہ رات مسجد میں ہی گزاری حتیٰ کہ جب آپ نے اگلے دِن عشاء کی نماز پڑھی تو مجھے بلایا، فرمایا: ''جو تیرے پاس مال تھا اس کا کیا بنا؟'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے راحت نصیب فرما دی ہے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور کبریائی بیان کی اس کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے، پس میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا گیا حتیٰ کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے، پس آپ نے فرداً فرداً ہر زوجہ محترمہ کو سلام کہا پھر آپ اپنی خواب گاہ (جہاں رات بسر کرنی تھی) تشریف لے گئے۔ [1]

---

① صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، باب: فی الامام یقبل ھدایا المشرکین وقال الشیخ الالبانی، صحیح الاسناد، رقم الحدیث: ۳۰۵۵

Marfat.com

حصولِ عزت کی خواہش

انسان کی بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ عزت و وقار کے حصول کے لیے سرگرداں رہتا ہے۔ مال و اولاد سب کچھ اس کے پاس موجود ہو تو بھی اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں میں معزز سمجھا جائے، لیکن عزت کے خزانے چونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ اپنی مرضی سے جسے چاہے نواز تا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡوَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾[1]

''فرما دیجیے! اے اللہ، اے بادشاہت کے مالک! دیتا ہے تو بادشاہت جس کو چاہے اور چھین لیتا ہے بادشاہت جس سے چاہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہے اور تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے، تحقیق تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔''

جس طرح اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے والوں کے لیے اپنے دیگر خزانوں مثلاً رحمت، برکت اور رزق وغیرہ تک رسائی رکھی ہے، عزت کے خزانوں تک رسائی کے لیے بھی کچھ اعمال متعین کیے ہیں۔ ان میں سے چند اعمال ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

حصولِ عزت کے لیے پہلا عمل ''اپنی عزت خود کیجیے''

معزز بننے میں سب سے پہلا عمل یہ ہے کہ بندہ اپنی عزت خود کرے۔ جب تک بندہ اپنی عزت خود نہیں کرے گا، لوگ بھی اس کی عزت نہیں کریں گے۔ اپنی عزت کرنے سے کیا مراد ہے؟ بندہ اپنی شخصیت، اپنا منصب اور عہدہ دیکھے، پھر سوچے کہ اس عہدے کا مجھ

[1] آل عمران: ٢٦

Marfat.com

سے تقاضہ کیا ہے۔ ان تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے، یہی کوشش اپنی عزت آپ کرنا ہے۔ مثال سے آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ایک بندہ عالم دین ہے، لوگوں کی راہنمائی کا فریضہ اس کے کندھوں پر ہے اور لوگ اس کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتے ہیں۔ اب عالم دین کا اپنے منصب کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا درحقیقت اپنی عزت نہ کرنے والا عمل ہوگا۔ مثلاً اگر وہ خود نماز نہ پڑھے جو اس منصب کا تقاضا اور فرض ہے تو لوگ اس کی عزت نہیں کریں گے۔ اس کے گھر میں بے پردگی کا دور دورہ ہو تو لوگوں کی نظروں میں اس کا مقام گر جائے گا۔ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایسا بندہ ہے جو اپنی عزت خود نہیں کر رہا تو لوگ اس کی عزت کیا کریں گے؟ ایسے ہی تمام شعبوں میں مثلاً ڈاکٹر، انجینئر، تاجر، معلم، پروفیسر، پرنسپل یا گھر کا سربراہ ہونے کے اعتبار سے اسے اپنے منصب کو دیکھنا چاہیے اور اس کے تقاضوں کو ایک ورق پر لکھ لینا چاہیے۔ پھر ان تقاضوں کو پورا کرے تو وہ اپنے شعبہ میں ایک فرض شناس اور ایماندار آدمی بن جائے گا۔ یہی چیز اس کا قد بڑھا دے گی اور رب تعالیٰ لوگوں کے دِلوں میں اس کی عزت ڈال دیں گے۔ ذیل کی روایت اس مسئلہ کو مزید واضح کر دیتی ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَخْبِرِيْنِي بِخُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ، أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ، قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ)) ①

حضرت سعد بن ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا: اے اُم المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے متعلق بتائیے۔ تو انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ''(اے پیغمبر!) بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔''

① مسند احمد: ۲٤٦٠١، تعلیق شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح

Marfat.com

''آپ ﷺ کا خلق قرآن ہے'' کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کی عادات واطوار اور آپ ﷺ کی سیرت عین قرآن کے مطابق تھی۔ آپ ﷺ نے خود کو قرآنی تقاضوں کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ آپ ﷺ چونکہ صاحب قرآن تھے، تو آپ ﷺ کے منصب کا یہی تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی قرآن کی تفسیر نظر آئے۔

پس اپنی عزت آپ کرنے سے مراد اپنے منصب کے تقاضوں کو پورا کرنا اور اپنی شخصیت کی خود حفاظت کرنا ہے۔ ایک پُر وقار مقام تک پہنچتے ہوئے زمانہ لگ جاتا ہے۔ لیکن اس مقام پر پہنچ کر اپنی شخصیت کی حفاظت نہ کی جائے تو عزت لمحوں میں کم ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ اپنی شخصیت اور مقام کی خود حفاظت کرنے والے اور پھونک پھونک کے قدم رکھنے کے کس قدر عادی تھے۔ ذیل کی روایت سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔

عَنْ صَفِيَّةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ عَنْهَا أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَزُورُه فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَه سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ ((عَلٰى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)) فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا)) [1]

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے تو وہ آپ کی زیارت کے لیے آئیں اور کچھ دیر آپ سے گفتگو کی، پھر اُٹھ کر جانے لگیں تو نبی ﷺ بھی انہیں دروازے تک چھوڑنے کے لیے ساتھ ہی اٹھے، جب وہ

[1] صحیح البخاری کتاب الاعتکاف، باب: هل یخرج المعتکف لحوائجه إلی باب المسجد، رقم: ۲۰۳۵

Marfat.com

مسجد کے دروازے کے قریب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس پہنچے تو انصار کے دو آدمی ادھر سے گزرے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ یہ صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) ہیں۔'' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کیا ہم آپ پر بدگمان ہیں؟) اور انہیں یہ چیز بہت شاق گزری تو آپ نے فرمایا: ''شیطان خون کی طرح انسان میں گردش کرتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا تمہارے دِلوں میں کوئی وسوسہ ڈال دے۔''

یہ کہنا کہ کوئی نہیں یہ میرے بھائی ہی ہیں، دوست احباب ہیں، ان کے سامنے اخلاق کے منافی کوئی حرکت کر بھی لوں تو کیا ہے یا خاندان کے لوگ ہی جمع ہیں یا یہ وہ دوست ہیں جو میرے ہم مشرب و ہم نوالہ ہیں۔ انہوں نے مجھے کسی ایسی ویسی جگہ دیکھ لیا تو کیا ہے۔ یاد رکھیے! پُر وقار شخصیت وہی ہے جو گھر اور خاندان والوں میں بھی پُر وقار ہو، دوست واحباب کے ہاں بھی، وہ صاحب کردار ہو، گھر ہو یا بازار اس کی شخصیت میں اس کے منصب کا جلال نظر آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دونوجوانوں سے کہا تھا کہ ''میری بیوی ہے اب جاؤ'' وہ دونوں انصاری صحابی تھے اور انصار اپنی جانوں سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے۔ خود بھوکے رہ کے آپ کے مہمانوں کو کھانا کھلانے والے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود انصار سے کس قدر محبت تھی، صحیح بخاری کی چند روایات اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِنَ الْأَنْصَارِ)) [1]

''اگر میں نے ہجرت نہ کی ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک شخص ہوتا۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: قول النبی ﷺ لو لا الهجرة لكنت امرء من الانصار، رقم: ۳۷۷۹

Marfat.com

أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ)) ①

''انصار سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہوگا اور ان سے وہی دشمنی رکھے گا جو منافق ہوگا۔ اس بناء پر جو شخص ان سے محبت رکھے گا اس سے اللہ بھی دوستی رکھے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے عداوت رکھے گا۔''

جاءَ تِ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا ، فَكَلَّمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: (وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّكُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ) مَرَّتَيْنِ۔ ②

ایک انصاری خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی جس کے ہمراہ ایک بچہ تھا تو رسول اللہ ﷺ اس سے باتیں کرنے لگے پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔''

انصار کی آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کی انصار سے اتنی گہری محبت ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے ایک ایسے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جس میں آپ کی عزت و ناموس پر حرف آ سکتا تھا۔ دوست واحباب ہوں یا غیر ہر جگہ اپنی شخصیت کی حفاظت کرنا اپنی زبان اور چال ڈھال کو پُر وقار رکھنا آپ ﷺ کا طریقہ ہے اور ہم بھی اس طریقہ پر چل کر عزت و مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے کہیں بھی اپنے منصب و مقام کے منافی کام نہیں کیا۔ جیسے آپ ﷺ کے منصب کا تقاضہ تھا کہ آپ ﷺ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں تو آپ نے اس تقاضہ کو ہر اعتبار سے پورا کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَآهُ قَالَ: بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ)) فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ

---

① صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ للانصار انتم احب الناس إلی، رقم:۳۷۸۳

② صحیح البخاری، کتاب و باب مذکورہ، رقم: ۳۷۸٦

Marfat.com

إِلَيهِ فَلَمَّا انطَلَقَ قَالَتُ لَهُ عَائِشَةُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! حِينَ رَأَيتَ الرَّجُلَ قُلتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقتَ فِي وَجهِهِ وَانبَسَطتَ إِلَيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا عَائِشَةُ مَتٰى عَهِدتِّنِي فَحَّاشًا إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِندَ اللّٰهِ مَنزِلَةً يَومَ القِيَامَةِ مَن تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَآءِ شَرِّهِ)) ①

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے (اندر آنے کی) اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اپنے قبیلہ کا بہت بُرا آدمی ہے اور بہت برے قبیلے کا بیٹا ہے۔'' جب وہ آ کے بیٹھ گیا تو آپ ﷺ اس سے خندہ پیشانی سے ملے جب وہ چلا گیا تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! جس وقت آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا تھا کہ یہ ایسا اور ایسا آدمی ہے پھر آپ اس سے مسکرا کے خندہ پیشانی سے ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! تو نے کب مجھے بدزبان پایا ہے؟ قیامت کے دِن اللہ کے ہاں سب سے بُرا آدمی وہ ہوگا جس کے شر سے ڈرتے ہوئے لوگ اسے چھوڑ دیں گے۔''

جب نبی ﷺ نے یہ فرما دیا تھا کہ یہ بندہ اچھا نہیں تو یقیناً وہ بُرا ہی تھا۔ لیکن آپ ﷺ جس منصب پر تھے اس کا تقاضہ یہ تھا کہ آپ ہر کسی سے مسکراتے چہرے سے ملیں۔ ہاں دِل سے عزت کرنا اور چیز ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے منصب کا خیال کرتے ہوئے اس سے بدخلقی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بس یوں ہی سمجھ لیں بچھو کا کام ڈسنا ہے، لیکن پھول کا کام خوشبو لٹانا، زہر کا کام جان سے مارنا ہے، لیکن شہد کا کام مٹھاس بانٹنا۔ اگر شہد بھی زہر بن جائے، لوگ شہد سے نفرت کریں گے۔ اپنے منصب کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھال لینا شیوۂ پیغمبری ہے اور اسی طریقہ پر چل کے ہم اپنی شخصیت کو مکمل بنا سکتے ہیں اور مکمل شخصیت ہی قابل احترام ہوتی ہے۔ جب شخصیت نامکمل ہوتی ہے تو احترام میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لیے کہ نامکمل اور کٹی پھٹی شخصیت پر اس کی ذمہ داریوں کا نقشہ

① صحیح البخاری، کتاب الادب، باب لمن یکن النبی ﷺ، فاحشا و لا متفحشا، رقم: ٦٠٣٢

Marfat.com

پورا نہیں آتا۔ ایک صاحب اپنے گھر کے اندر مطالعہ میں مصروف تھے، جبکہ ان کا چھوٹا بچہ بار باران کے مطالعہ میں مخل ہو رہا تھا۔ آخر انہوں نے اسے مصروف کرنے کی یہ ترکیب سوچی کہ اسے ایک ورق دیا، جس پر دنیا کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ انہوں نے اس ورق کے کئی پرزے کر دیے اور کہا کہ یہ نقشہ مجھے دوبارہ اسی طرح ترتیب سے جوڑ کر دو اور وہ سوچ رہے تھے کہ تین چار گھنٹوں کے لیے فراغت ہو گئی۔ مگر بچہ آدھے گھنٹے بعد ہی اس نقشہ کو درست کر کے لے آیا۔ سب مقامات اپنی ٹھیک جگہ پر تھے۔ وہ بچے کی ذہانت پر حیران ہوئے اور حیرت سے پوچھنے لگے تم نے یہ نقشہ اتنی جلدی کیسے درست کر لیا۔ بچے نے معصومیت سے بتایا کہ ابو! جب آپ نقشے کے ٹکڑے کر رہے تھے تو اس وقت میں نے دیکھا کہ اس کے پیچھے ایک آدمی کی بڑی سی تصویر بنی ہوئی ہے۔ میں نے اس تصویر کو درست کر دیا تو دنیا کا نقشہ خود بخود درست ہو گیا۔ پس ہر آدمی کی تصویر اور شخصیت پر اس کے ماحول کا نقشہ ہے۔ وہ اپنی شخصیت کو درست کرے لے نقشہ خود بخود درست ہو جائے گا۔ اگر اس کی گھر میں عزت نہیں ہے تو وہ اپنی شخصیت کو دیکھے، کیا وہ ایک مکمل شوہر ہے؟ اگر نہیں ہے تو گھر کا نقشہ بگڑ جائے گا۔ ایسے ہی معاشرہ میں، دفتر میں، یا جہاں وہ کام کرتا ہے وہاں اسے اپنی شخصیت کی خامیوں کو دور کر لینا چاہیے۔ وہاں کا نقشہ خود بخود درست ہو جائے گا۔ لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہر بندہ دوسرے کی اصلاح میں لگا ہوا ہے اور اسے ہی سب سے بڑا ثواب سمجھتا ہے۔ جبکہ اس کی اپنی تصویر پھٹی ہوئی ہے۔ اس کو جوڑنے کی کوشش کبھی نہیں کرتا۔

دوسرا عمل ''شرم وحیا''

عزت واحترام میں اضافہ کرنے والی دوسری بڑی چیز حیاء ہے۔ یعنی بندے کی گفتگو، نظر اور چال ڈھال میں حیاء ہو۔ حیاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حیاء وہ ہے جو پسندیدہ نہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو مطلوب ومحمود ہے۔ حیاء کی وہ قسم جو ناپسندیدہ ہے وہ ہے کہ بندے کا حیاء کی وجہ سے اپنا مافی الضمیر بیان نہ کر سکنا۔ علمی مسائل میں وہ حیاء کی وجہ سے بول نہ سکے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

Marfat.com

((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ؟)) فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي، قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَاسْتَحْيَيْتُ، ثُمَّ قَالُوا: حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ ((هِيَ النَّخْلَةُ)) ①

درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ مسلمان کے مشابہ ہے۔ مجھے بتلایئے وہ کون سا درخت ہے؟'' اس پر لوگوں نے صحرائی درختوں کا خیال کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میرے دِل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن (بزرگوں کے ہوتے ہوئے) مجھے شرم آئی۔ آخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: آپ ہی بتا دیجیے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔''

معلوم ہوا کہ دین سمجھنے اور علم حاصل کرنے میں حیاء کرنا پسندیدہ عمل نہیں۔

حیاء کی دوسری قسم جو عزت و مرتبہ کا باعث ہے اور بندے کو معزز و محترم بنا دیتی ہے وہ ہے جسے ایمان کا حصہ کہا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

((اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ)) ②

''ایمان کی ساٹھ سے کچھ زائد شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَيَاءُ وَالْإِيمَانُ قُرَنَاءُ جَمِيعًا، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ)) ③

''حیاء اور ایمان یہ دونوں ہمیشہ اکٹھے ہی رہتے ہیں جب ان میں سے کوئی

---

① صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: طرح الامام المسألة علی اصحابه لیختبر ما عندهم من العلم، رقم: ٦٢

② صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان، رقم:٩ ③ (صحیح الاسناد) المستدرك للحاکم: ١/ ٧٣، رقم: ٥٨۔

Marfat.com

ایک اٹھالیا جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔''

فرمایئے جو بندہ ایمان وحیا سے ہاتھ دھو بیٹھے وہ معزز کیسے رہ سکتا ہے؟

شرم وحیا عزت کا باعث کیسے؟

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ)) [1]

''بے حیائی جس چیز میں بھی آ جائے اسے عیب دار کر کے رہے گی اور حیاء جس چیز میں بھی ہوگی اسے مزین کردے گی۔''

جب شخصیت عیب دار ہو جائے تو عزت میں فرق پڑتا ہے اور جب شخصیت خوبیوں سے مزین ہو تو عزت بڑھ جاتی ہے۔ حیاء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی چال ڈھال اور گفتگو میں وقار پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی روحانیت بڑھ جاتی ہے اور اس کی شخصیت میں ایک طرح سے روحانی جلال آ جاتا ہے۔ جبکہ بے حیائی خواہ بندہ سات پردوں میں بھی چھپ کر کرے اس کے گندے اثرات ایمانی حرارت کو کم کر دیتے ہیں اور یوں اس کی شخصیت مردہ ہو جاتی ہے۔ حیادار لوگوں کی قدر و منزلت لوگوں کے ہاں کس طرح بلند ہوتی ہے اس کی مثال درج ذیل روایت ہے:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار باغ (بئیر اریس) میں داخل ہوئے اور مجھے حکم دیا کہ میں دروازے پر پہرہ دوں۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اس نے اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اجازت دو اور اسے جنت کی خوشخبری دے دو۔'' میں نے دروازہ کھولا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک اور آدمی نے آ کے اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے بھی اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری دے دو۔'' میں نے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اجازت مانگنے لگا۔ آپ ﷺ

[1] سنن الترمذی، اواب البر و الصلة، باب: ماجاء فی الفحش و التفحش: ١٩٧٤

Marfat.com

تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: ''اسے اجازت دے دو اور اسے جنت کی خوشخبری دے دو مگر ایک آزمائش کے ساتھ جو اسے پہنچے گی۔'' میں نے دروازہ کھولا دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ قَاعِدًا فِي مَكَانٍ فِيهِ مَاءٌ قَدِ انْكَشَفَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ أَوْ رُكْبَتِهِ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا①

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی کی جگہ اپنے گھٹنے یا گھٹنا کھولے بیٹھے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گھٹنا ڈھانک لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شرم وحیا کا خیال کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹنا ڈھانک لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بہت بڑے شرف کی بات ہے کہ ان کے شرم وحیاء کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔

شرم وحیا کی وجہ سے عزت میں اضافہ سے متعلق ایک اور مثال درج ذیل ہے:

ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک نوجوان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے زنا کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ دربارِ نبوی میں موجود صحابہ نے جب نوجوان کی گفتگو سنی تو سخت ناراض ہوئے، غصے سے ان کی رگوں میں خون تیز ہو گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خاموش رہنے کا حکم دیا اور خود نوجوان کو اپنے قریب کیا اور اس سے فرمایا: ''بتاؤ! تم کیا چاہتے ہو؟'' نوجوان کہتا ہے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے زنا کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''نوجوان! جس کام کی اجازت تو مانگ رہا ہے کیا تو چاہے گا کہ تیری ماں کے ساتھ یہی کیا جائے؟'' نوجوان نے کہا: قربان جاؤں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہرگز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ یہ کام نہیں چاہتے۔ کیا تو پسند کرے گا کہ تیری بیٹی کے ساتھ یہ کام ہو؟ نوجوان نے کہا: ''نہیں! اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میں ایسا نہیں چاہتا میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

① صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب: مناقب عثمان بن عفان رضی الله عنه، رقم: ٣٦٩٥

Marfat.com

نے فرمایا: ''لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے یہ کام نہیں چاہتے۔ کیا تو اپنی بہن کے ساتھ اس کام سے راضی ہے؟'' اس طرح آپ نے پھوپھی اور خالہ کا بھی نام لیا۔ نوجوان ہر ایک کے جواب میں کہتا رہا: قربان جاؤں، ہرگز نہیں! پھر نبی کریم ﷺ نے نوجوان کو سمجھایا کہ بالکل اسی طرح کوئی بھی آدمی اسے گوارا نہیں کرے گا کیونکہ جب کسی بھی عورت سے زنا کا ارتکاب کیا جائے تو وہ کسی کی ماں، بہن، بیٹی اور پھوپھی یا خالہ ہی ہوگی۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے نوجوان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اس کے لیے تین دعائیں فرمائیں:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ، وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ، وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ))

''الٰہی! اس کی مغفرت فرما دے، اس کا دِل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔''

راوی کا بیان ہے:

((فَلَمْ یَکُنْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْفَتٰی یَلْتَفِتُ إِلٰی شَيْءٍ))[1]

''اس کے بعد نوجوان کسی برائی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتا بھی نہ تھا۔''

اس نوجوان نے جب زنا کی اجازت مانگی تب اس میں حیا کی صفت کم تھی۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی عزت کرنے کی بجائے اسے پیٹنا چاہا، لیکن جب وہی نوجوان شرم و حیاء کی صفت سے مزین ہو گیا تو لوگ اس کی عزت کرتے ہوئے اس کی تعریف کرنے لگے۔ حیا ہمیشہ خیر و برکات کا باعث ہی بنتی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَیَاءُ لَا یَأْتِیْ إِلَّا بِخَیْرٍ))[2]

''حیاء صرف خیر ہی لاتی ہے۔''

یعنی شرم و حیا کے نتیجہ میں کبھی کوئی نقصان نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ نفع ہی ہوتا ہے۔ کبھی عزت کم نہیں ہوتی، بلکہ بڑھتی ہی ہے۔

---

[1] (صحیح) مسند احمد: ۲۲۲۱۱ [2] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب: الحیاء: ٦١١٧؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: شعب الایمان: ۳۷۔

Marfat.com

تیسرا عمل ''میٹھا بول''

عزت میں اضافے کے لیے زبان کی مٹھاس اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زبان کی مٹھاس اور چہرے کی مسکراہٹ دوسرے کے دِل میں اتر جاتی ہے اور چند ہی بار کی گفتگو دوسرے بندے کو اپنا گرویدہ بنا دیتی ہے۔ جیسے چہرے کی مسکراہٹ اور زبان کی شیرینی جادو اثر دکھاتی ہے، ویسے ہی زبان کی تلخی اور چہرے کے شکن دوسرے آدمی کے دِل میں نفرت کے نقطے لگا دیتے ہیں۔ اگر کسی شخصیت میں زبان کا صحیح استعمال اور شرم وحیا دونوں چیزیں جمع ہو جائیں تو وہ بندہ نہ صرف لوگوں کی نظروں میں معزز ہو جاتا ہے، بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظروں میں بھی معزز ہو جاتا ہے اور یہی چیز اسے جنتی بنا دیتی ہے۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَضْمَنْ لِي ما بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَما بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الجَنَّةَ)) [1]

''جو شخص مجھے اپنے جبڑوں کے درمیان زبان اور اپنی ٹانگوں کے درمیان شرم گاہ کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں گا۔''

ایک موقع پر نبی ﷺ نے حفاظت زبان کو اللہ اور آخرت پر ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ امام بخاری ﷺ نے اپنی صحیح میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ)) [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب: حفظ اللسان ومن كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا، رقم:٦٤٧٤

[2] صحيح البخاری، كتاب الادب، باب: من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يوذ جاره، رقم:٦٠١٨

Marfat.com

فرمایا: ''جو اللہ پر ایمان اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیے جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہیے اور جس کا اللہ اور قیامت پر ایمان ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

یعنی اس کا اچھی بات کہنا یا پھر خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔

یہاں یہ نقطہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک دِل میں ایمان نہ ہو، بندے کے دِل میں مسجد اور ایمان والوں کی محبت نہیں ہوتی بلکہ اسے مسجد بری لگتی ہے، اہل ایمان سے نفرت محسوس ہوتی ہے، اس کے دِل کو فحش گانوں سے سکون ملتا ہے اور قرآن پاک کی تلاوت سے وہ دور بھاگتا ہے۔ اس کے پاس فارغ وقت ہو تو اس کا دِل چاہتا ہے کہ وہ ناول پڑھ لے، تاش سے دِل بہلا لے، لیکن اللہ کے ذکر سے اسے گھٹن ہوتی ہے۔ مگر جیسے ہی ایمان کی مٹھاس دِل میں داخل ہوتی ہے یہ سارے ہی پیمانے بدل جاتے ہیں۔ جیسے ثمامہ بن اثال کو وہی چہرہ جو اچھا نہیں لگتا تھا۔ محبوب دکھائی دیتا ہے وہی شہر جو دنیا کے تمام شہروں سے بُرا لگتا تھا وہی پُرکشش بن جاتا ہے۔ اسی کیفیت کا اظہار ہند بنت عقبہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔ چنانچہ روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: جاءَ تْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، مَاكَانَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِباءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبائِكَ، ثُمَّ ما أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ أَهْلُ خِباءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبائِكَ[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا آئیں اور عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ! ایک وقت دنیا میں کسی خاندان

[1] صحيح البخاری، کتاب المناقب، باب: ذکر هند بنت عقبه، رقم: ٣٨٢٥

Marfat.com

کی ذلت مجھے آپ کے خاندان کی ذلت سے زیادہ پسند نہیں تھی لیکن اب روئے زمین پر کسی خاندان کی عزت مجھے آپ کے خاندان کی عزت سے زیادہ محبوب نہیں۔

نبی ﷺ کی شخصیت دنیا کے تمام انسانوں کے لیے آئیڈیل اور کامل واکمل شخصیت ہے۔ جتنی خوبیاں آپ ﷺ کی ذات میں موجود تھیں، دنیا کے کسی انسان میں اتنی خوبیاں نہ تھیں، نہ ہوں گی۔ بلکہ ہر خوبی کا نقطہ عروج اگر کوئی دیکھنا چاہے تو اسے صرف اور صرف آپ ﷺ کی ذات میں ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن ان تمام اوصاف کے باوجود آپ ﷺ کو نرمی کا حکم دیا گیا اور فرمایا کہ آپ اگر سخت دِل ہوتے تو لوگ کبھی آپ کی جانب دوستی کا ہاتھ نہ بڑھاتے۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [1]

”اگر اپ بدمزاج اور سخت دِل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔“

باوجود دیگر اعلیٰ ترین خوبیوں کے، صرف ایک دِل کی نرمی اور زبان کی مٹھاس کے ختم ہونے کے ساتھ ہی اردگرد جمع ہو جانے والوں کا حلقہ کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ زبان کی مٹھاس کا تلخی میں بدل جانا دوست احباب کے حلقہ کو کم کر دیتا ہے۔ لوگوں کی محبتوں میں بال آ جاتا ہے اور یہی چیز عزت و مرتبہ کو گھٹا دیتی ہے۔ یقین کر لیں جو بندہ اپنی شخصیت کو تکبر، غصہ اور تلخی کا پانی پلائے گا وہ اس کڑوے درخت کی مانند ہو جائے گا جس سے جانور بھی دور بھاگتے ہیں اور جو خندہ پیشانی، نرمی اور مٹھاس کے پانی سے خود کو سیراب کرے گا وہ اس درخت کی مانند ہو جائے گا جس کی شاخیں پھلوں سے جھکی پڑی ہیں اور وہ اپنے شیریں پھل کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں سمایا ہوا ہے۔ پس مٹھاس والا درخت لوگوں کی نظروں میں معزز ہے اور کڑوا لوگوں کی نظروں سے دور ہے۔ یہی حال انسان کا

---

[1] آل عمران:۱۵۹

Marfat.com

ہے۔ایک مال کی وجہ سے عزت ہوتی ہے اور ایک اخلاق کی وجہ سے۔اگر مال واخلاق دونوں مل جائیں تو بندہ لوگوں کی آنکھوں کا تارا بن جاتا ہے۔اگر مال نہ ہو اور اخلاق ہو تو اخلاق بہت حد تک مال کی کمی کو پورا کر دیتا ہے۔اگر مال ہو اور اخلاق نہ ہو تو مال کبھی بھی اخلاق کی کمی کو پورا نہیں کر سکتا۔مال کا اچھا استعمال نیک نامی اور عزت کا باعث ہے اور برا استعمال ہے تو بدنامی ہے۔ذیل کی روایت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، فَقَالَ: ((إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا)) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَوَ يَأْتِي الخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ فَقِيلَ لَهُ ما شَأْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ وَلَا يُكَلِّمُكَ؟ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنزَلُ عَلَيْهِ الوحيُ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ، فَقَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ؟)) وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ: ((إِنَّهُ لَا يَأْتِي الخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ، أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا، اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ ما أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ، كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ①

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے جب ہم لوگ آپ کے گرد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: ”میں اپنے بعد تمہارے حق میں دنیا کی شادابی اور اس کی زیبائش سے ڈرتا ہوں جس کا دروازہ تمہارے لیے کھول دیا جائے گا۔“ اس پر ایک

---

① صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب:الصدقة على اليتامى، رقم: ١٤٦٥

Marfat.com

شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اچھی چیز بھی برائی پیدا کرے گی؟ آپ خاموش ہو گئے اس شخص سے کہا گیا کہ کیا معاملہ ہے تو لب کشائی کیے جا رہا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ تجھ سے گفتگو نہیں فرماتے۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر آپ نے چہرہ مبارک سے پسینہ صاف کیا اور فرمایا: ''سائل کہاں ہے؟'' گویا آپ نے اس کی تحسین فرمائی، پھر فرمایا: ''بات یہ ہے کہ اچھی چیز برائی تو پیدا نہیں کرتی لیکن فصل ربیع ایسی گھاس بھی پیدا کرتی ہے جو جانور کو مار ڈالتی ہے یا بیمار کر دیتی ہے۔ مگر اس سبزہ خور جانور کو جو یہاں تک کھائے کہ اس کی دونوں کوکھ بھر جائیں پھر وہ دھوپ میں آ کر لیٹ جائے اور لید اور پیشاب کرے اور پھر چرنے لگے۔ بلاشبہ یہ مال بھی سرسبز و شیریں ہے اور مسلمان کا بہترین ساتھی ہے مگر اس وقت جب اس سے مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔'' یا نبی ﷺ نے اس قسم کی کوئی اور بات ارشاد فرمائی اور (فرمایا) ''جو شخص اس مال کو ناحق لے گا وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو کھاتا جائے مگر سیر نہ ہو، ایسا مال قیامت کے دِن اس کے خلاف گواہی دے گا۔''

اللہ تعالیٰ کی جانب سے مال کا عطا ہونا بہت بڑا انعام ہے اور اس سے بھی بڑا انعام یہ ہے کہ جن ہاتھوں تک مال پہنچا ہے وہ اس کے استعمال سے بخوبی واقف ہوں اور مال والے حدیث کے مطابق اس جانور کی مانند نہ ہوں جو کھاتا ہی چلا جاتا ہے، سیر نہیں ہوتا۔ حالانکہ موسم بہار کا سبزہ جانور کے لیے دلفریب مال تھا۔ مگر اس مال نے اس کو بیمار کر دیا۔ بالکل ایسے ہی اگر مال کے ساتھ اخلاق بگڑ جائے تو اس کا پہلا بُرا اثر انسان کی شخصیت پر یہ پڑتا ہے کہ عزت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ لوگ صرف پیٹ کے لیے رقم کے ہی محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ عزت و احترام کے بھی حاجت مند ہیں۔ اگر ان سے اچھے اخلاق سے پیش نہ آیا جائے تو ان کے دِلوں سے اس کے لیے عزت نکل جاتی ہے۔

Marfat.com

چوتھا عمل ''اصول پسندی''

وہ خوبیاں جن کی وجہ سے نبی ﷺ لوگوں میں محبوب اور معزز ترین ذات بن گئے ان میں آپ کی ایک خوبی اصول پسندی بھی تھی۔ بطور مثال دو حدیثیں درج کی جا رہی ہیں۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ: ((يَا غُلَامُ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ)) قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ[1]

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے پاس پانی کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا، آپ نے اس میں سے پیا، اس وقت آپ کے دائیں جانب ایک کم سن لڑکا بیٹھا ہوا تھا، جبکہ بائیں طرف سب عمر رسیدہ لوگ تھے۔ آپ نے اس لڑکے سے فرمایا: ''برخوردار! کیا تو اجازت دیتا ہے کہ میں بقیہ پانی ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟'' اس نے عرض کیا: میں آپ کے بچے ہوئے پانی پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا، چنانچہ آپ نے وہ پیالہ اس کو عنایت فرمادیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: حَلَبْتُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَاةً دَاجِنٍ، فِي دَارِي وَشِيبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي فِي دَارِي، فَأَعْطَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ، حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ مِنْ فِيهِ، وَعَلَى يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: عُمَرُ وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهُ الْأَعْرَابِيَّ أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عِنْدَكَ فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيَّ الَّذِي عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ: ((الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ))[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول

---

① صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب فی الشرب، رقم:۲۳۵۱

② صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب: فی الشرب، رقم: ۲۳۵۲

Marfat.com

اللہ ﷺ کے لیے اپنے گھر کی ایک پالتو بکری کا دودھ دھویا اور گھر والے کنویں کا پانی لیا اور اس میں ملا دیا، پھر اسے ایک پیالے میں ڈال کر رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کیا جسے آپ نے نوش فرمایا۔ جب آپ نے پیالہ منہ سے جدا کیا تو اس وقت آپ کے بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دائیں جانب ایک دیہاتی بیٹھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندیشہ کے پیش نظر کہ آپ اپنا پس خوردہ دیہاتی کو دے دیں گے، عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیجیے جو آپ کے پاس ہی بیٹھے ہیں۔ مگر آپ نے اپنا بچا ہوا دودھ اپنے دائیں جانب والے دیہاتی کو عنایت کر کے فرمایا: ''دائیں طرف والا زیادہ حقدار ہے پھر جو اس کی دائیں جانب ہو۔''

مذکورہ دونوں حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ نے اصولوں سے انحراف نہیں کیا۔ پہلی حدیث میں دائیں جانب بچہ ہے اور بائیں جانب ایک بزرگ آدمی۔ آپ ﷺ نے بزرگ کی وجہ سے اپنے اصولوں کو نہیں توڑا۔ دوسری حدیث میں دائیں جانب دیہاتی اور بائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کے باوجود آپ نے اپنے اصول کو نہیں توڑا۔ یہی اصول پسندی آپ ﷺ کی ساری زندگی میں موجود ہے۔ جو بندہ بے ہنگم زندگی گزارتا ہے، کوئی اصول نہیں، جدھر زور لگا، لگا دیا۔ وہ نہ اپنی منزل پر پہنچ پاتا ہے اور نہ کامیاب ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے اصولوں سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ ہاں رائے میں آپ ﷺ کبھی نہیں اڑے اور نہ ضد کی۔ اصول اور رائے میں فرق ہے۔ اصول ایک خاص طریقے کا نام ہے۔ جبکہ رائے ایک مشورہ کے طور پر ہوتی ہے۔ جو بندہ اپنے مشورہ یا رائے کو آرڈر سمجھتا ہے، جلد ہی لوگ اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ رائے کا مطلب ہوتا ہے کہ اگر مناسب لگے تو یہ راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اور نبی ﷺ نے اپنی رائے کو کبھی زبردستی نافذ نہیں کیا۔ اس کی مثال درج ذیل روایت ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا حَاصَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

Marfat.com

الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا، قَالَ: ((إِنَّا قَافِلُونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ)) فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوا: نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً ((نَقْفُلُ)) فَقَالَ: ((اغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ)) فَغَدَوْا فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ: ((إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ)) فَأَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو دشمن سے کچھ نہ پا سکے۔ آخر آپ نے فرمایا: ''ہم ان شاء اللہ کل یہاں سے لوٹ جائیں گے۔'' یہ بات مسلمانوں پر گراں گزری اور کہنے لگے ہم فتح کے بغیر کیوں واپس جائیں؟ آپ نے فرمایا: ''اچھا صبح جنگ کرو۔'' چنانچہ انہوں نے جنگ کی اور زخمی ہو گئے پھر آپ نے فرمایا: ''کل ان شاء اللہ ہم واپس چلیں گے۔'' یہ سن کر لوگ بہت خوش ہوئے تو نبی ﷺ کو ہنسی آ گئی۔

نبی ﷺ نے ایک رائے دی تھی جب صحابہ پر یہ چیز گراں گزری، آپ خاموش ہو گئے اوران کی رائے کا احترام کرتے ہوئے روانگی کو اگلے دِن پر ملتوی کر دیا اور دوسرے دِن صحابہ رضی اللہ عنہم کو پتہ چل گیا کہ آپ ﷺ کی رائے پر عمل کر لینا ہی درست تھا۔ اس انداز سے صاحب الرائے کی عزت مزید بڑھ جاتی ہے۔

پانچواں عمل ''جنس کا وقار برقرار رکھیے''

عزت کے حصول میں ضروری ہے کہ بندہ جس جنس سے تعلق رکھتا ہے اس کے اندر اسی جنس کا وقار ہو۔ مرد ہے تو اس کے اندر مردانہ وقار ہونا چاہیے۔ عورت ہے تو اس کے اندر نسوانی وقار ہونا چاہیے۔ مرد اگر عورت کی مشابہت اختیار کرے تو اس سے مردانگی کا رعب ختم ہو جائے گا اور عورت اگر مرد کی مشابہت اختیار کرے تو اس کے نسوانی حسن پر فرق پڑے گا۔ اسی لیے نبی ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی

[1] صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب: غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان، رقم: ٤٣٢٥

Marfat.com

ہیں اور ان مردوں پر لعنت کی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

نوجوان طبقہ آج کل اس بات کا شکوہ کرتا ہے کہ انہیں معاشرے میں عزت نہیں دی جاتی۔ انہیں سب سے پہلے اپنی شخصیت اور سراپا کا جائزہ لینا چاہیے کہ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو دس رنگ کی پٹیاں لگا کر قمیص سلواتے ہیں، کلین شیو کروا کر شانوں تک لمبے بال رکھ لیتے ہیں اور عورتوں کی طرح ان میں ربن باندھ لیتے ہیں یا رنگ لگا لیتے ہیں۔ اس کیفیت میں جب وہ نخرے سے مسکرا کر بات کریں گے تو سنجیدہ طبقہ کبھی بھی انہیں احترام کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ وَن ویلنگ کرنا، بازاروں میں شور وغل کرنا، ہوٹنگ کرنا اور ٹریفک قوانین توڑتے ہوئے ناز و ادا سے موٹر سائیکل چلانا یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جنہیں معزز لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ اس عمر میں ایسا ہی ہوتا ہے کم فہمی کی دلیل ہے۔ کیا ہمارے لیے آئیڈیل شخصیت نبی ﷺ کی ذات اقدس نہیں؟ آپ کا بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا دیکھ لیں، سب ہی بے مثال ہیں۔ بلکہ بچپن کا یہ واقعہ کس قدر بصیرت افروز ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ: يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَهُ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ، قَالَ: فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذَلِكَ عُرْيَانًا ﷺ[1]

رسول اللہ ﷺ قریش کے ہمراہ کعبہ کی تعمیر کے لیے پتھر اٹھا رہے تھے آپ نے صرف تہبند باندھا ہوا تھا۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! اپنا تہبند اتار کر اسے اپنے شانوں پر پتھر سے بچاؤ کے لیے رکھ لو، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھوں پر رکھ لیا تو آپ اسی وقت بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب: كراهية التعری فی الصلاة، رقم: ٣٦٤

Marfat.com

مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی شکل وصورت باوقار مردوں جیسی بنائے۔ گفتگو میں مردانگی کا حسن ہو۔ مرد عورت کی مشابہت اختیار کرے گا یا عورت میں مردوں کی مشابہت آئے گی تو ان کی عزت میں بھی فرق آئے گا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي مُخَنَّثٌ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أُمَيَّةَ يَا عَبْدَاللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا، فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ)) ①

نبی ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا اور عبداللہ بن ابی امیہ سے کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اگر کل اللہ تعالیٰ طائف فتح کردے تو تم دختر غیلان کو لے لینا، کیونکہ جب وہ سامنے سے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار شکن پڑتے ہیں اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''آئندہ یہ مخنث تمہارے پاس ہرگز نہ آئے۔''

یعنی نہ وہ عورتوں کی طرح گھر میں داخل ہو سکتے ہیں اور نہ مردوں کی طرح ان کی مجالس میں بیٹھ سکتے ہیں۔ یہی حال اس مرد کا ہے جو اپنے بالوں کو عورتوں کی طرح سنوار کر اپنی گفتگو اور چال ڈھال میں عورتوں والا انداز اختیار کرتا ہے۔

چھٹا عمل ''دوسروں کے لیے آسانی پیدا کرنا''

نبی کائنات ﷺ کی ذاتِ مقدس میں ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ ہمیشہ دوسروں کے لیے آسانی پیدا فرماتے اور اسی وصف نے لوگوں کے دِلوں میں آپ کی عزت کو بڑھا دیا، چنانچہ نبی ﷺ کو جب بھی دو باتوں میں کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ ﷺ نے آسان راستے کا انتخاب فرمایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

① صحیح البخاری، باب المغازی، باب: غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان، رقم: ٤٣٢٤

Marfat.com

مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ، فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ بِهَا[1]

رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی دو باتوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ اسی بات کو اختیار فرماتے جو آسان ہوتی بشرطیکہ گناہ نہ ہو لیکن اگر وہ بات گناہ ہوتی تو آپ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہتے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ کی حرمت کے خلاف کام کیا جاتا تو آپ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا انتقام لیتے تھے۔

یہ کوئی تقویٰ نہیں ہے کہ بندہ تنگ راستے کا انتخاب کرے اور نفس کو عذاب دینے والی جان توڑ عبادت کرے۔ عبادت کسی فن کا نام نہیں ہے بلکہ یہ خلوص و محبت سے رب تعالیٰ کے سامنے جھکنے کا نام ہے۔ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق رب تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ عمل پسندیدہ ہے جو اگرچہ تھوڑا ہو لیکن اس پر ہمیشگی کی جائے اور اگر کبھی کسی صحابی نے عبادت میں ایسے راستے کا انتخاب کیا جس میں دوسروں کے لیے دقت تھی تو آپ نے اسے فوراً روکا ہے، بلکہ اس پر غصے کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا أَكَادُ أُدْرِكُ الصَّلَاةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمَئِذٍ، فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ مُنَفِّرُونَ، فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ))[2]

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے نماز باجماعت پڑھنا مشکل ہو گیا ہے۔ کیونکہ فلاں شخص نماز بہت لمبی پڑھاتا ہے۔ (ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب: صفة النبي ﷺ، رقم: ٣٥٦٠

[2] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب الغضب في الموعظة والتعليم إذا رأى مايكره، رقم: ٩٠

Marfat.com

کونصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ کبھی غصہ میں نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ''لوگو! تم دین سے نفرت دلانے والے ہو۔ دیکھو جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ تخفیف کرے کیونکہ مقتدیوں میں بیمار، ناتواں اور صاحب حاجت بھی ہوتے ہیں۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے لیے سختی پیدا کرنا نفرت کا باعث ہے اور آسانی پیدا کرنا محبت کو فروغ دیتا ہے۔ جب بندہ دوسرے کے لیے آسانی کا راستہ کھولتا ہے تو یہ درحقیقت ایک اعتبار سے احسان ہوتا ہے اور شریف آدمی پر احسان کیا جائے تو وہ مدتوں اسے یاد رکھتا ہے۔

Marfat.com

پریشانیوں سے نجات کی خواہش

ہماری پچاس فیصد پریشانیاں صرف ذہنی سوچ کی رہینِ منت ہیں۔ ہم اگر منفی سوچ کی بجائے مثبت سوچ اپنالیں تو پچاس فیصد پریشانیوں سے نجات پاسکتے ہیں۔ بدگمانی منفی سوچ کی پیداوار ہے جو بندے کے لیے ذہنی اذیت کا سامان مہیا کرتی ہے۔ حسد، بغض، کینہ و کدورت کے پیچھے منفی سوچ کارفرما ہے۔ کیا حسد بندے کے لیے اذیت کا باعث نہیں کہ وہ اپنی ہی آگ میں جل مر رہا ہے۔ روحانی امراض کی بہت بڑی وجہ منفی سوچ ہے اور تصویر کا دوسرا اُرخ دیکھیں تو نظر آئے گا کہ صرف ذہنی سوچ سے ہی پچاس فیصد پریشانیوں سے نجات پائی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر نظر انداز کرنے کی پالیسی اپنالیں تو ٹکراؤ، گھیراؤ سے نجات مل جاتی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَأَى عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ، فَقَالَ لَهُ: أَسَرَقْتَ؟ قَالَ: كَلَّا وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيسٰى: آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَذَّبْتُ عَيْنِي))[1]

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا: کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں میں نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے اور پوچھنے سے وہ بندہ چوری سے رُک گیا ہوگا اور ندامت و پشیمانی کے عالم میں اس نے قسم اُٹھالی کہ میں نے چوری نہیں کی۔ چونکہ وہ چوری سے رُک گیا تھا اور فی الواقع اس نے چوری نہیں کی تھی، اس لیے اس کے قسم اُٹھالینے پر عیسیٰ علیہ السلام نے اسے

[1] صحيح البخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب: قول الله واذكر في الكتاب مريم، رقم: ٣٤٤٤

Marfat.com

نظر انداز کرتے ہوئے اپنی ذات پر بات لے لی اور اس سے الجھنے کی بجائے اس کے عیب پر پردہ ڈال دیا اور گفتگو کا یہ انداز ہی اس آدمی کی اصلاح کے لیے کافی تھا۔گھر کے اندر بھی منفی سوچ کو مثبت میں بدل کر اور نظر اندازی کی پالیسی اپنا کر کئی الجھنیں ختم ہو جاتی ہیں۔

مثبت اور منفی سوچ میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ منفی سوچ سے ذہنی اذیتیں اور پریشانیاں بڑھتی ہیں جبکہ مثبت سوچ سے پریشانیاں کم ہوتی ہیں۔منفی سوچ سے تعلقات متاثر ہوتے ہیں اور مثبت سوچ سے رشتے برقرار رہتے ہیں۔ایک جنگ کے موقع پر ایک انصاری اور مہاجر میں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے پر جھگڑا ہو گیا۔دونوں اپنے اپنے فریقوں کو پکارنے لگے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا لَلْأَنْصَارِ، وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ: يَالَلْمُهَاجِرِينَ، فَسَمِعَ ذَاكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: فَقَالَ: ((مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: ((دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ)) ①

ایک آدمی نے جس کا تعلق مہاجرین سے تھا، انصار کے ایک آدمی کو لات مار دی تو انصاری نے (مدد کے لیے) فریاد کی: اے انصار! دوڑو اور مہاجر نے پکارا اے مہاجرین! دوڑو یہ آواز نبی ﷺ نے سنی تو فرمایا: ''کیا تم جہالت والی پکار لگانے لگے۔'' لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک مہاجر نے انصاری کو لات ماردی ہے، تو آپ نے فرمایا: ایسی جہالت کی باتیں چھوڑ دو اور یہ بالکل ناپاک باتیں ہیں۔''

گویا آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ ''ایسی جہالت کی باتیں چھوڑ دو یہ بالکل ناپاک باتیں ہیں'' اس بات کی تعلیم تھا کہ منفی سوچ چھوڑ دو۔منفی سوچ سے

---

① صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب: قوله سواء علیهم أستغفرت لهم ام لم تستغفرلهم رقم:٤٩٠٥

Marfat.com

جھگڑے جنم لیتے ہیں۔ آپ ﷺ ایسے سنگین مواقع پر اگر مثبت سوچ کی تعلیم نہ دیتے، عرب کے جھگڑے کبھی ختم نہ ہوتے۔ عبداللہ بن ابی منافق بھی اس موقع پر موجود تھا۔ یہ وہ بندہ تھا کہ جس کا ذہن ساری عمر منفی سوچ کا مرکز بنا رہا۔ یہ ساری عمر خود بھی پریشانی میں مبتلا رہا اور دوسروں کے لیے بھی دردِ سر بنا رہا۔ یہ اس واقعہ کو بنیاد بنا کر کہنا لگا:

اَوَقَدْ فَعَلُوْا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ[1]

اگر مہاجرین غالب آ گئے تو اللہ کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو ضرور جو عزت والا ہے ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا۔

ان الفاظ میں جہاں رسول اللہ ﷺ کی گستاخی تھی، وہاں انصار کے لیے بھی برانگیختگی تھی اور جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو اس وقت عمر بن خطاب بھی موجود تھے، وہ جلال میں آ گئے اور کہنے لگے:

دَعْنِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ))[2]

اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہ کر، جانے دے، لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔“

یہ آپ ﷺ کی مثبت سوچ تھی کہ اگر میں نے اس کو قتل کروا دیا تو حالات سازگار نہیں رہیں گے۔ نبی ﷺ ہمیشہ مثبت سوچتے اور اس پر عمل کرتے رہے۔ عبداللہ بن ابی ہمیشہ منفی سوچتا اور اس پر عمل کرتا رہا۔ ایک اپنی مثبت سوچ سے عظیم تر ہو گیا اور ایک منفی سوچ سے آج تک نفرت کا نشان بنا ہوا ہے۔ یہ منفی سوچ تعلقات کو کیسے متاثر کرتی ہے، اس کی

---

[1] البخاری، کتاب التفسیر باب قوله یقول لئن رجعنا الی المدینة، رقم: ٤٩٠٧

[2] البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله یقولون لئن رجعنا الی المدینة، رقم:٤٩٠٧

Marfat.com

مثال وہ واقعہ ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

عَنْ أَنَس بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا مِنَ الأَنْصَارِ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ) فَقَالَ: ((إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ، وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى بُيُوتِكُمْ؟)) قَالُوا: بَلَى، قَالَ:((لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الأَنْصَارُ شِعْبًا، لَسَلَكْتُ وَادِيَ الأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الأَنْصَارِ))[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے انصار کے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا: ''قریش ابھی نومسلم اور تازہ مصیبت اٹھائے ہوئے ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مال غنیمت سے ان کی دل جوئی کروں۔ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ دوسرے لوگ تو دنیا لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر گھروں کی طرف لوٹو۔ انہوں نے عرض کیا: ہم تو اس پر راضی ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اگر اور لوگ وادی کے اندر چلیں اور انصار پہاڑی راستے پر چلیں تو میں بھی انصار کی وادی یا گھاٹی ہی کو اختیار کروں گا۔''

جب انصار کو کچھ نہ ملا تو منفی سوچ پیدا ہوئی کہ ہم آپ کی خاطر جانیں لڑاتے ہیں اور مال غنیمت اوروں کو دیا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے ان کے خیالات کو بدلا کہ سوچو تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ گھروں کو لوٹو۔ یہ دنیا کا مال ہم یہیں بانٹ کے اکٹھے واپس چل دیں گے۔ ہم دین اور صبر وشکر کی نعمتوں کو لے کر جا رہے ہیں اور وہ اونٹ بکریوں کو لے کر جا رہے ہیں۔ منفی سوچ کے پیچھے چلتے ہوئے لڑائی کرنے سے آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں روک دیا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب: غزوة الطائف، رقم: ٤٣٣٤

Marfat.com

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، فَقَالَ:((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) ①

ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور پوچھنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی راہ میں لڑنا کسے کہتے ہیں؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی حمیت کے سبب جنگ کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”جو شخص اس لیے لڑے کہ اللہ کے کلمے کا بول بالا ہو تو ایسی لڑائی اللہ کی راہ میں ہے۔“

آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں واضح فرما دیا کہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا صرف وہی ہے جو مثبت سوچ رکھ کے اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لیے قتال کرتا ہے۔ اپنے غصہ کی آگ بجھانے کے لیے لڑنا یا ناموری وشہرت کے لیے لڑنا سب منفی سوچیں ہیں۔

① صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: من سأل وھو قائم عالما جالسا، رقم: ۱۲۳

Marfat.com

خوشیوں کی خواہش ہے تو زندگی سے پیار کیجیے

ہم اپنی زندگی کو خوشیوں سے بھر سکتے ہیں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم زندگی سے پیار کرنا سیکھ لیں۔ اسلام نے جو خودکشی سے روکا ہے تو اس میں درحقیقت یہی فلسفہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کی قدر و قیمت سمجھیں۔ یہ انسان کو ایک دفعہ ہی ملتی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ))[1]

''تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو اور نیکیاں کرے گا اور اگر بدکار ہے تو شاید توبہ کر لے۔''

موت کی خواہش سے روکنے میں بھی درحقیقت زندگی سے پیار کا درس ہے۔ زندگی سے پیار کیا ہے؟ اپنے جسم، اپنے گھر اور معاشرہ سے محبت کرنا اور بھرپور عزم کا اظہار کرنا اوران تمام چیزوں سے اجتناب کرنا جو آپ کی حقیقی خوشیوں میں رکاوٹ ڈال سکتی ہوں۔ جسم کو ہی لے لیں، اگر آپ کے پاس جسمانی صحت نہیں ہے تو آپ کی زندگی کا حسن پھیکا پڑ جائے گا۔ ایک بیمار آدمی تو ڈھنگ سے عبادت بھی نہیں کرسکتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ))[2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التمنی، باب : ما یکرہ من التمنی، رقم:٧٢٣٥ [2] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب: فی الامر بالقوۃ وترك العجز، رقم:٢٦٦٤

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک قوی مومن، ضعیف مومن سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے اور ہر ایک میں خیر اور بھلائی ہے۔ تم ان کاموں کی حرص کرو جو تمہارے لیے مفید ہیں۔ (یعنی جو آخرت میں کام دیں گے) اور اللہ سے مدد مانگو اور ہمت مت ہارو اور جو تم پر کوئی مصیبت آئے تو یوں مت کہو کہ اگر میں ایسا کرتا یا ایسا کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی، لیکن یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایسا ہی تھا جو اس نے چاہا کیا اور اگر مگر کرنا شیطان کے لیے راہ کھولنا ہے۔"

اگرچہ کمزور مومن بھی خیر سے خالی نہیں اس لیے کہ وہ صاحب ایمان ہے اور ایمان بہت بڑی دولت ہے۔ لیکن وہ قوی مومن سے اچھا نہیں۔ اس لیے کہ طاقتور مومن اللہ کے ہاں زیادہ محبوب ہے اور وہ نیکی کے سارے کام کمزور آدمی سے زیادہ احسن طریقہ سے انجام دے سکتا ہے۔ جسم کی کمزوری زندگی کے میدان میں پیچھے رہ جانے کا احساس دلاتی ہے اور یہ احساس ایک وقت احساس کمتری بن جاتا ہے اور یہی چیز خوشیوں کی قاتل ہے۔ جسم سے پیار یہی ہے کہ بندہ اپنی صحت کو برقرار رکھے۔ سوچے میرے معمولات میں کچھ ایسے مشاغل تو شامل نہیں جو میری جسمانی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔ ان کو ترک کر دینا جسم اور زندگی سے پیار ہے اور ان کو اپنائے رکھنا درحقیقت زندگی سے نفرت ہے۔ زہر اس لیے حرام نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی نشہ پایا جاتا ہے، بلکہ شریعت نے اسے اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس میں انسانی جان کو خطرہ ہے۔ اس پر ان مشاغل کو قیاس کر لیں جن کو ہم اپنائے ہوئے ہیں مثلاً سگریٹ، شراب اور دیگر بے حیائی والے اور فحش مشاغل جو گھن کی طرح انسانی بدن کو چاٹ رہے ہیں۔ یہ درحقیقت اپنے جسم سے نفرت ہے۔ مذکورہ حدیث کے اس فقرہ پر غور کیجیے اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُكَ "جو چیز تجھے نفع دے اس کی حرص کر"۔ اس لیے کہ نفع مند چیز سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور جو چیز وقتی سکون دینے کے ساتھ لمبا نقصان دے وہ خوشی نہیں بلکہ غم کی باعث ہے اور انسان کی کامیابی یہی ہے کہ دنیا میں نفع دینے والی چیزوں کو بھی سمیٹے اور آخرت میں نفع دینے والی چیزوں کو بھی حاصل کرے۔

Marfat.com

زندگی سے محبت میں دوسری چیز اپنے گھر سے پیار ہے۔ اپنی اولاد سے، اپنے خاندان اور بیوی سے اس ضمن میں صحیح بخاری کی یہ روایت کس قدر بصیرت افروز ہے:

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: آخى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ قَالَ: نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الآنَ فَصَلَّيَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((صَدَقَ سَلْمَانُ))[1]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ میں بھائی چارہ کرا دیا، چنانچہ ایک دن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو انہوں نے ام درداء رضی اللہ عنہا کو نہایت پراگندہ حالت میں دیکھا، انہوں نے اس سے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ وہ بولیں تمہارے بھائی ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی ضرورت ہی نہیں۔ اتنے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کروایا پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا: تم کھاؤ میں تو روزے سے ہوں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک تم نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ بالآخر ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی تو

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب: من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع ولم یر علیه، رقم: ۱۹۶۸

Marfat.com

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نماز کے لیے اُٹھے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سو جاؤ، چنانچہ وہ سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اُٹھنے لگے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی سوئے رہو۔ جب آخر شب ہوئی تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اُٹھو۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: بے شک تم پر تمہارے رب کا بھی حق ہے، نیز تمہاری جان کا اور تمہاری اہلیہ کا بھی تم پر حق ہے۔ لہٰذا تمہیں سب کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔ پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے یہ سب معاملہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''سلمان (رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا ہے۔''

اگر ہم نے اپنے جسم، اپنے گھر والوں اور دیگر لوگوں کا حق ادا نہ کیا تو وہ سب خوشیوں سے محروم رہ جائیں گے اور ان کی ناخوشی میں ہماری خوشیاں بھی کہیں گم ہو جائیں گی۔

Marfat.com

خواہشات کی تکمیل کے بعد ماضی کو نہ بھولیں

بعض دنیاوی خواہشات ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی تکمیل کے بعد بندہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنی منزل کو پالیا ہے۔ ایسی خواہشات کو پالینے کے بعد بندے کو اپنے ماضی سے رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔ اس لیے کہ ماضی اگر نظروں کے سامنے رہے تو آدمی سیدھے راستے پر گامزن رہتا ہے اس کے دل میں شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا رہتا ہے۔ لیکن اگر وہ ماضی کو بھول جائے اور خواہش تک پہنچ جانے کو اپنا کمال اور ہنر سمجھے تو وہ صحیح راستے سے اُکھڑ جاتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے سبب وہ نعمتیں اس سے چھن جاتی ہیں اور اسے پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں اس کی مثال موجود ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک کوڑھی، ایک اندھا اور ایک گنجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو آزمانا چاہا، چنانچہ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جو پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تجھے کیا چیز پیاری ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا رنگ اور خوبصورت کھال کیونکہ لوگ مجھ سے نفرت و کراہت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کا مرض جاتا رہا اور اسے اچھا رنگ اور خوبصورت کھال عنایت ہوگئی۔ پھر فرشتے نے کہا: تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ لہٰذا اسے حاملہ اونٹنی دے دی گئی۔ فرشتے نے کہا: تجھے اس میں برکت دی جائے گی۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے کہا: تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: اچھے بال ہوں اور یہ گنجا پن جاتا رہے کیونکہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے نے اس پر بھی ہاتھ پھیرا۔ اس کا گنجا پن جاتا

Marfat.com

رہا اور بہترین بال نکل آئے۔ پھر فرشتے نے کہا کہ تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ وہ کہنے لگا: گائے۔ چنانچہ فرشتے نے اسے ایک حاملہ گائے دے کر کہا کہ تجھے اس میں برکت دی جائے گی۔ اس کے بعد وہ فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی مجھے واپس کر دے تاکہ میں اس کے ذریعہ لوگوں کو دیکھوں آپ ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی واپس کر دی۔ اب یہ پوچھا کہ تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ وہ بولا: بکریاں۔ فرشتے نے اسے ایک حاملہ بکری دے دی۔ چنانچہ ان دونوں کی اونٹنی اور گائے بچے جننے لگیں اور اس کی بکری بھی۔ پھر تو اس کوڑھی کے پاس جنگل بھر اونٹ ہو گئے اور گنجے کے پاس جنگل بھر گائیں اور اندھے کے پاس جنگل بھر بکریاں۔ اس کے بعد وہی فرشتہ انسانی شکل وصورت میں کوڑھی کے پاس گیا اور کہا: میں ایک مسکین ہوں سفر میں سامان وغیرہ ختم ہو گیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور تیری عنایت کے بغیر اپنے ٹھکانے پر نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا میں تجھ سے اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تجھے اچھا رنگ، اچھی جلد اور اچھا مال دیا ہے۔ مجھے ایک اونٹ دے دے تاکہ میں اس پر سوار ہو کر سفر کر سکوں۔ کوڑھی نے کہا مجھ پر اور بہت سے حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا گویا میں تجھے پہچانتا ہوں تو کوڑھی تھا، سب لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو محتاج بھی تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے سب کچھ دے دیا۔ اس نے کہا: واہ! میں تو جدی پشتی مال دار چلا آ رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے پھر ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ پھر وہی فرشتہ اسی شکل وصورت میں گنجے کے پاس گیا۔ اس سے بھی وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا۔ گنجے نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا کوڑھی نے دیا۔ فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ بعد میں وہ فرشتہ اسی صورت میں اندھے کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں مسافر ہوں اور دورانِ سفر رقم ختم ہو گئی ہے، لہٰذا اب میں اللہ کی مدد اور تیری توجہ کے بغیر اپنے وطن نہیں پہنچ سکتا ہوں۔ مجھے اس اللہ کے نام پر ایک بکری دے دے جس نے تیری آنکھیں

Marfat.com

دوبارہ روشن کیں تاکہ میں اس کے ذریعے اپنا سفر طے کرسکوں۔ اندھے نے کہا: بے شک میں اندھا تھا، اللہ نے مجھے بینائی دی، میں محتاج تھا اللہ نے مجھے مال دار کردیا، لہٰذا جو تو چاہے لے لے۔ اللہ کی قسم! آج جو ضرورت والی چیز بھی تو اللہ کے نام پر لے گا، تیرے اوپر کوئی تنگی نہ ہوگی۔ فرشتے نے کہا: بس تو اپنا مال اپنے پاس ہی رہنے دے، صرف تم لوگوں کا امتحان لیا گیا۔ پس اللہ تجھ سے راضی ہوگیا ہے اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوا۔''[1]

معلوم ہوا کہ خواہش کی تکمیل کے بعد کفران نعمت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس عمل سے باری تعالیٰ کے انعامات ختم ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی حیات پاک کو دیکھیے اگرچہ آپ ﷺ کا ماضی مثل آفتاب کے روشن اور کوثر و تسنیم کی مثل پاکیزہ تھا، لیکن آپ ﷺ نے ماضی سے کبھی رشتہ نہیں توڑا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا:

((كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ))[2]

''میں مکہ والوں کی چند قیراط کے عوض بکریاں چراتا رہا ہوں۔''

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ﷺ ابھی نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس مختصر سے جملہ میں اس بات کا درس دے دیا ہے کہ ماضی کو یاد کرتے رہو تاکہ تم ان نعمتوں کو حقیر نہ سمجھو جو اللہ نے تم پر کی ہیں اور تمہارے دِل میں اس طرح تکبر بھی پیدا نہیں ہوگا۔

---

① صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث: ٣٤٦٤

② صحیح البخاری، کتاب الاجارہ، باب رعی الغنم علی قراریط، رقم الحدیث: ٢٢٦٢

Marfat.com

حصہ دوم

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہشات

Marfat.com

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی خواہشات

ارضِ مقدس کے پاس دفن ہونے کی خواہش

موت کی خواہش کرنا احادیث کی رُو سے منع ہے، لیکن کسی مقدس سرزمین میں دفن ہونے کی خواہش کی جا سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں شہادت کی دُعا مانگا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی جب وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مقدس سرزمین میں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے:

أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ، فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ، فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ، وَقَالَ: ارْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ: أَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ: فَالْآنَ، فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ، إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ))[1]

جب ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے ایک طمانچہ رسید کیا (جس سے اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی) فرشتے نے اپنے رب کے پاس جا عرض کیا کہ تو نے مجھے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ درست کر دی اور فرمایا کہ موسیٰ کے پاس دوبارہ جا کر کہو کہ وہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھیں تو جتنے

① صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب من احب الدفن في الارض المقدسة أو نحوها، رقم:١٣٣٩

Marfat.com

بال ان کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال کی زندگی دی جائے گی۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اے پروردگار! پھر کیا ہوگا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر موت آئے گی۔'' موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو پھر ابھی آ جائے، انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ایک پتھر پھینکنے کی مقدار کے برابر ارض مقدس سے قریب کردے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں وہاں ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کی قبر سرخ ٹیلہ کے پاس راستہ کے کنارے پر تمہیں دکھا دیتا۔''

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ انسان خواہ ہزاروں برس بھی جی لے ایک دِن موت سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔ بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا جائے تو سینکڑوں بال ہاتھ کے نیچے آ جاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اگر ایسا کر لیتے تو ان کی عمر میں بہت سے سالوں کا اضافہ ہو جاتا، لیکن موت سے جائے فرار پھر بھی نہیں ہے۔

زندگی ایک دِن گزرنی ہے ضرور
قبر میں میت اُترنی ہے ضرور
ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اس حدیث سے تقدیر پر ایمان کا درس بھی ملتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تقدیر میں جتنے ماہ وسال ان کے لیے لکھے ہوئے تھے۔ ان سے زیادہ کی خواہش نہیں کی۔ بلکہ تقدیر پر رضا اور غبت کا اظہار کیا۔

اہل علم سے ملنے کی خواہش

انسان ساری عمر سیکھتا رہتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ طالب علم رہتا ہے اور جب کوئی بندہ خود کو طالب علموں کی صف سے نکال لے اور خود کو بڑا عالم سمجھنے لگ جائے اور خیال کرے کہ میں اب تمام علوم پر دسترس حاصل کر چکا ہوں تو یہ چیز اللہ کی ناراضگی کا سبب بن

Marfat.com

جاتی ہے۔ عالم کی شان اور عظمت یہ ہے کہ وہ خود کو عاجز سمجھے اور اپنے سے بڑے عالم سے سیکھنے کی خواہش کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے پیغمبروں کی شخصیات کو مشعل راہ بنایا ہے بلاشک وشبہ پیغمبر اپنے زمانہ کے تمام علماء سے علم و مرتبہ میں بڑا ہوتا ہے بلکہ اس وقت کے تمام علماء اور پرہیزگاروں کو نبی سے سیکھنے اور اس کی پیروی کرنے کا حکم رہا ہے۔ لیکن ہماری اصلاح کے لیے پیغمبروں کی ذات سے متعلقہ واقعات بھی ہمارے سامنے رکھ دیئے کہ ہم ان سے راہنمائی لیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو اہل علم سے ملنے کی کس قدر خواہش تھی ذیل کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن لوگوں کو وعظ فرمایا جس کے اثرات یہ ہوئے:

فَاضَتِ الْعُيُوْنُ وَرَقَّتِ الْقُلُوْبُ وَلّٰى فَاَدْرَكَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِیْ الْاَرْضِ اَحَدٌ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ لَا فَعَتَبَ عَلَيْهِ

اس وعظ سے لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں اور دِل پگھل گئے اور (جب موسیٰ علیہ السلام) پیٹھ موڑ کر چلے تو آپ سے ایک آدمی ملا، اس نے پوچھا اے اللہ کے رسول علیہ السلام! کیا روئے زمین میں آپ سے بڑا کوئی عالم دین ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ''نہیں۔'' تو اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں ڈال دیا۔

اس لیے کہ انہیں یہ بات اللہ کے حوالے کرنا چاہیے تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ دو دریاؤں کے سنگھم پر میرا ایک بندہ ''خضر'' ہے، جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میں اسے کیسے مل سکتا ہوں؟ فرمایا: ''اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو، جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے، وہیں وہ بندہ ملے گا۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی اپنی زنبیل میں رکھ لی اور اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہو گئے، راستے میں ایک چٹان پر پہنچے تو نیند آ گئی اور چٹان پر اپنا سر

Marfat.com

رکھ کر سو گئے (خادم جاگ رہا تھا) اچانک اس وقت مچھلی زنبیل میں سے تڑپ کر نکلی اور دریا میں جا گری اور سرنگ کی طرح کا بنا ہوا راستہ چھوڑ گئی، اللہ تعالیٰ نے اس راستہ سے پانی کی روانی کو روک دیا اور سرنگ کی طرح پانی میں ایک راستہ سا بنا رہ گیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان کا خادم انہیں اس واقعہ کی اطلاع دینا بھول گیا اور وہ دونوں سفر پر چل کھڑے ہوئے اور دن کا باقی حصہ اور رات بھی چلتے رہے۔ دوسرے دن صبح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کھانا لاؤ ہم تو اس سفر سے بہت تھک گئے ہیں، تو یوشع کو یاد آیا اور انہوں نے جواب دیا کہ دیکھیے کل جب ہم نے چٹان کے پاس دَم لیا تھا تو اس وقت مچھلی عجیب طرح کا راستہ بناتی ہوئی دریا میں چلی گئی تھی اور شیطان نے مجھے ایسا بھلایا کہ اس واقعہ کا آپ سے ذکر کرنا ہی بھول گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہی جگہ تو ہماری منزل مقصود تھی'' چنانچہ وہ دونوں اپنے نقش پا کو دیکھتے دیکھتے واپس اسی چٹان تک آ گئے، وہاں انہوں نے ایک شخص کو کپڑا اوڑھے دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کہا تو اس نے کہا: (تم کون ہو؟) تمہارے ملک میں سلام کا طریقہ کہاں سے آیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''میں موسیٰ ہوں۔'' سیدنا خضر نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ (علیہ السلام)؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ہاں، میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ اللہ نے آپ کو بھلائی کی باتیں سکھائی ہیں ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں۔

سیدنا خضر نے جواب دیا، موسیٰ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم میں سے ایک علم مجھے سکھایا ہے جسے آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو سکھایا ہے، جسے میں نہیں جانتا، لہٰذا تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''میں ان شاء اللہ ضرور صبر کروں گا اور کسی معاملہ میں آپ سے اختلاف نہیں کروں گا۔'' سیدنا خضر نے کہا: ''اگر میرے ساتھ چلنا ہے تو پھر مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا، یہاں تک کہ میں خود اس کی حقیقت آپ کو بیان کر دوں۔''

اس معاہدہ کے بعد وہ دریا کے کنارے کنارے چل دیئے اور ان کا گزر ایک کشتی پر ہوا تو انہوں نے کشتی والوں سے کہا کہ ہمیں بھی سوار کر لو، کشتی والوں نے حضرت خضر کو

Marfat.com

پہچان کر بغیر کرایہ ہی کے سوار کر لیا، ابھی وہ کشتی میں سوار ہوئے ہی تھے کہ خضر نے اس کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا اور اسے عیب دار بنا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو کرایہ لیے بغیر ہمیں کشتی پر بٹھا لیا اور آپ نے ان کی کشتی کو توڑ دیا۔ کہ سب کشتی والوں کو ڈبو دو یہ تم نے کیا عجیب حرکت کی؟ سیدنا خضر نے کہا: ''میں نے آپ کو بتلایا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا'' مجھ سے بھول ہو گئی، آپ درگزر کیجیے اور میرا کام مجھ پر دشوار نہ کیجیے۔''

دورانِ سفر ایک چڑیا آئی جس نے کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر دریا سے اپنی چونچ سے پانی لیا جسے دیکھ کر سیدنا خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

مَا عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ

اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں میرا اور آپ کا علم (دونوں مل کر) اتنا بھی نہیں ہے، جس قدر اس چڑیا نے اس دریا میں سے (چونچ سے) پانی لیا ہے۔

پھر وہ دونوں کشتی سے نکل آئے اور ساحل پر چلتے گئے۔ راستہ میں سیدنا خضر نے ایک لڑکے کو دیکھا جو دوسرے لڑکوں سے مل کر کھیل رہا تھا، خضر نے اس لڑکے کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر مروڑا اور اسے جان سے مار دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: ''ارے بھائی آپ نے ایک پاکیزہ جان کو ناحق مار دیا، یہ تو آپ نے بہت برا کیا۔'' سیدنا خضر کہنے لگے: میں نے آپ کو کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ کام تو پہلے کام سے بھی سخت تر تھا، پھر کہا کہ اچھا اگر آئندہ میں نے آپ پر کوئی اعتراض کیا تو بے شک مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا، کیونکہ آپ کی طرف سے مجھ پر اتمام حجت ہو جائے گا۔ وہ دونوں چل کھڑے ہوئے، چلتے چلتے ایک بستی میں پہنچے اور بستی والوں سے کھانا طلب کیا، لیکن انہوں نے کچھ بھی کھانے کو نہ دیا۔ اتفاق سے انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے ہی والی تھی، سیدنا خضر نے اس کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان لوگوں نے نہ تو ہمیں کھانا دیا اور نہ ضیافت کی۔ اگر آپ چاہتے تو ان سے دیوار

Marfat.com

درست کرنے کی مزدوری بھی لے سکتے تھے سیدنا خضر کہنے لگے بس اب جدائی کی گھڑی آ پہنچی اور اب میں آپ کو ان واقعات کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ ①

سیدنا خضر نے کہا: ''کشتی کو عیب دار کرنے سے میری غرض یہ تھی کہ جب یہ کشتی اس ظالم بادشاہ کے سامنے جائے (جو دریا میں اچھی کشتیوں کو چھین رہا تھا) تو اسے عیب دار سمجھ کر چھوڑ دے اور کشتی والے پھر اسے درست کر لیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ دوسرے واقعہ کی تاویل یہ ہے کہ اس لڑکے کے ماں باپ ایمان دار تھے اور لڑکے کی قسمت میں کفر لکھا تھا، ہم ڈرے کہ کہیں یہ اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں نہ پھنسا دے، ہم نے چاہا اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر پاک وصاف لڑکا انہیں عطا کرے۔'' ②

مذکورہ واقعہ اور کچھ نصیحت آموز باتیں

- ...... دنیا میں کوئی عالم یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ یہ بات اللہ کو ناپسند ہے۔
- ...... موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے بڑے عالم کے بارے میں سنا تو بطور طالب علم کے اس سے کچھ سیکھنے کے لیے چلے گئے، اس راستے میں نہ تو ان کا علمی وقار رکاوٹ بنا اور نہ ہی دوسرے کا علمی طور پر بڑا ہونا انہیں ناگوار گزرا، بلکہ تجسس کے ہاتھوں اس بڑے شیخ سے ملنے چلے گئے اور یہی طریقہ انبیاء کا طریقہ ہے جو وارثانِ انبیاء کے لیے نمونہ ومثال ہے جس سے حسد کی جڑ کٹ کے رہ جاتی ہے۔
- ...... موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے کے علمی وقار سے متاثر ہو کر اندھی تقلید نہیں کی، کہ بڑا عالم جو چاہے کرے اسے مان لو، بلکہ جس چیز کو انہوں نے برائی سمجھا، فوراً اس پر ٹوکا، خاموش نہ رہ سکے اور حتیٰ کہ جذبہ اصلاح نے وعدہ بھی بھلا دیا۔

① صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قوله اذ قال موسی لفتة لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین، رقم:٤٧٢٥

② البخاری، کتاب التفسیر، باب مذکورہ، جامع ترمذی ابواب التفسیر ومن سورة الکهف، رقم:٣١٤٩

Marfat.com

دیدارِ الٰہی کی خواہش

ہر بندے کے دِل میں ایک انتہائی شدید خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو نظر بھر کے دیکھ لے۔ محبوب کے دیدار سے بندے کے دِل کو تسکین اور طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ انبیاء کرام جو اس دنیا میں مبعوث ہوئے وہ دنیا کی محبتوں کو محبتِ الٰہی کے آئینہ میں دیکھتے تھے۔ جو محبت رب کی محبت سے متصادم ہوتی اسے وہ چھوڑ دیتے بلکہ دنیا کی سب محبتوں کو اللہ کی محبت پر قربان کر دیتے۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام بیوی بچے کی محبت کو محبتِ الٰہی پر قربان کر کے حکم الٰہی سے انہیں بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آئے اور خود نبی مکرم ﷺ نے اپنے آبائی وطن کی محبت ایک طرف رکھ کے اللہ کی خاطر مدینہ ہجرت کی اور وہ رب جو انبیاء کی محبتوں کا مرکز ہے، اس کے دیدار کی خواہش دِل میں پیدا ہو جانا ایک فطری تجسس ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جب چالیس راتوں کے لیے کوہِ طور پر آئے اور دِن رات کی عبادت و ریاضت کے بعد جب اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا تو کلام کی لذت سے ان کے دِل میں دیدارِ الٰہی کی خواہش پیدا ہوگئی۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾[1]

''اور موسیٰ علیہ السلام جب ہمارے مقرر کردہ وقت پر پہنچے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا تو انہوں نے التجا کر دی اے رب مجھے یارائے نظر دے کہ تجھے دیکھوں۔ فرمایا تُو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ذرا سامنے کے پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے

[1] سورۃ الاعراف:۱۴۳

Marfat.com

جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے تو بولے پاک ہے تیری ذات، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔"

اس فانی دنیا میں فانی آنکھوں کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتے۔ جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی تو بندوں پر قیامت کے دِن ایک ایسا غشی کا دورہ آئے گا جس دوران ان کی آنکھوں میں وہ قوت پیدا کر دی جائے گی جس سے وہ رب تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ، قَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ، فَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسٰى عَلَى الْعَالَمِينَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَه ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمَ، فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسٰى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا مُوسٰى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي: أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ))[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے آپس میں گالی گلوچ کی، مسلمان کہنے لگا: اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو سارے جہانوں پر برتری دی، یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام اہل جہاں پر برگزیدہ کیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اُٹھایا اور یہودی کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا۔ پس یہودی

[1] صحیح البخاری، کتاب الخصومات، باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهود، رقم: ۲٤۱۱

Marfat.com

نبی ﷺ کے پاس گیا، آپ سے اپنا اور مسلمان کا ماجرا کہہ سنایا۔ نبی ﷺ نے اس مسلمان کو بلا کر دریافت کیا تو اس نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''تم مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر برتری نہ دو کیونکہ قیامت کے دِن جب سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا اور سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ وہ بھی بے ہوش کر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ کر دیا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام عبرانی زبان میں کیا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ تمام زبانوں میں کلام فرما سکتے ہیں اور کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

Marfat.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خواہشات

مردے کیسے زندہ ہوں گے؟

ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ توحید پر مبنی تھا اور اس عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے انہوں نے عظیم قربانیاں دیں اور سخت آزمائشوں سے دوچار ہوئے اور یہ مصائب وہی برداشت کر سکتا ہے جسے اللہ کی ذات پر کامل اعتماد ہو اور ابراہیم علیہ السلام کا تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس قدر پختہ اعتماد تھا کہ بے خوف وخطر آگ میں کود گئے تھے۔ لیکن انسانی فطرت میں ازل سے ایک تجسس کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اس تجسس کے ہاتھوں وہ ہر چیز کے متعلق جاننا چاہتا ہے اور جب کسی چیز کے متعلق پتہ چل جائے تو اس کے دِل کو اطمینان ہو جاتا ہے، حالانکہ اسے پہلے بھی پتہ ہوتا ہے کہ اس چیز کا، فی الواقعہ وجود ہے اور اسے کامل یقین بھی ہوتا ہے۔ تجسس کی یہ حس پیدائشی ہے۔ جیسے مشاہدہ کی بات ہے کہ چھوٹے بچے کے سامنے کھلونے پڑے ہوں تو اسے ان کے وجود کا احساس ہوتا ہے۔ یہ بھی پتہ ہوتا ہے کہ انہیں مختلف پرزوں سے جوڑ کے بنایا گیا ہے۔ مگر پھر بھی اسے خواہش ہوتی ہے کہ وہ انہیں کھول کر دیکھے کہ یہ کیسے چلتے ہیں۔ بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کا تجسس ختم ہو جاتا ہے اور دیگر چیزوں کے متعلق بڑھ جاتا ہے اور جس جس چیز کے متعلق پتہ چلتا جاتا ہے اطمینان بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اطمینان کی بنیاد مشاہدہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا بھی رب تعالیٰ کی ذات پر کامل اعتماد تھا مگر دِلی اطمینان کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش کی کہ اللہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ موت کے بعد زندگی کیسے عطا کی جائے گی۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ

Marfat.com

عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝﴾ ①

''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا اے میرے رب مجھے دکھا تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا کیا تو ایمان نہیں لایا؟ عرض کیا کیوں نہیں لیکن اپنی قلبی طمانیت کے لیے کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس چار پرندے لو اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلو پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں پکارو، وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔''

اطمینان کی بنیاد مشاہدہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو اس بات کا تو پکا یقین تھا کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے بلکہ وہ توحید اور آخرت کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور اسی دعوت و تبلیغ میں ساری عمر کھپا دی۔ مگر تجسس تھا کہ دیکھوں رب تعالیٰ مردوں کو زندہ کس انداز سے فرمائیں گے۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تم چار پرندے لے کر انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلو اور یوں سدھالو کہ وہ تمہارے آواز دینے پر بھاگے چلے آئیں۔ پھر ان کے ٹکڑے کر کے مختلف پہاڑوں پر رکھ دو۔ جب آپ انہیں آواز دیں گے تو وہ زندہ ہو کے بھاگے چلے آئیں گے۔

اس واقعہ کو قرآن حکیم میں بیان کرنے کا ایک بہت بڑا مقصد یہ ہے کہ ہمارا مرنے کے بعد زندہ ہونے اور حساب و کتاب پر پختہ یقین ہو جائے۔ قیامت والے دِن انسانی اعضاء جو مٹی میں مل کر خاک ہو گئے یا ہڈیاں جو بکھر گئی تھیں سب آپس میں جڑ جائیں گی بلکہ انگلیوں کی پوروں تک درست ہو جائیں گے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ۝﴾ ②

''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں؟ کیوں

① البقرة: ٢٦٠ ② القيامة: ٣، ٤

Marfat.com

نہیں ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی پور پور تک درست کر دیں۔"

یعنی وہ رب جو انگلیوں کی پوریں بلکہ فنگر پرنٹس ویسے کے ویسے ہی دوبارہ بنا دینے پر قادر ہے، وہ انسان کا پورا ڈھانچہ ترتیب دے کے اس میں زندگی پھونک کے حساب و کتاب کے لیے اپنے سامنے کھڑا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اس کی ایک مثال صحیح بخاری میں موجود ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: دیکھو! میں تمہارا باپ کیسا تھا؟ انہوں نے کہا: بہت اچھا۔ باپ کہنے لگا: میں نے کوئی نیکی اللہ کی درگاہ میں نہیں بھیجی اگر کہیں اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو سخت عذاب دے گا۔ تم ایسا کرنا جب میں مر جاؤں تو میری لاش جلا دینا جب جل کر کوئلہ ہو جائے تب خوب پیسنا اور جس دن زور کی آندھی ہو اس دن یہ راکھ آندھی میں اُڑا دینا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم اس نے اپنی اولاد سے یہی عہد لیا آخر انہوں نے اس کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا جلا کر راکھ کر ڈالا پھر آندھی کے دن یہ راکھ اس میں اُڑا دی۔ اللہ تعالیٰ نے کُنْ کا لفظ فرمایا: تو وہ شخص فوراً سامنے کھڑا تھا۔ اللہ نے پوچھا:

((أَيْ عَبْدِيْ مَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ، قَالَ: مُخَافَتُكَ اَوْ فَرَقٌ مِّنْكَ، قَالَ: فَمَا تَلَافَاهُ اَنْ رَّحِمَهُ عِنْدَهَا)) [1]

"اے میرے بندے یہ تو نے کیا کیا؟ اس نے کہا: اے پروردگار تیرے ڈر یا تیرے خوف سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس پر رحم کیا۔"

انسانی جسم خواہ مٹی بن کے غبار کی مانند ہوا میں اُڑ جائے یا مٹی کا حصہ بن جائے اس کے ذرات رہیں گے تو زمین پر ہی، زمین سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہ ایک طرح سے زمین میں مقید ہیں۔ قیامت کے دن یہی ذرات ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور ہر انسان کو باری تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التوحید باب: قول الله تعالی یریدون ان یبدلوا کلام الله، رقم:۷۵۰۸

Marfat.com

اولاد کے نمازی ہونے کی خواہش

عموماً لوگ رہائشی مکان خریدتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ جگہ ایسی ہو جو سڑک کے قریب ہو، سکول یا کالجز کی سہولت ہو، پانی اچھا ہو، علاقہ تہذیب یافتہ ہو۔ لیکن اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہاں مسجد بھی ہے یا نہیں۔ آیا بچوں کو وہاں دینی ماحول میسر آ سکتا ہے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ حکم ہوا کہ اپنے اکلوتے فرزند اسماعیل علیہ السلام اور اپنی بیوی کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آؤ تو انہوں نے دنیاوی سہولتوں کو نظر انداز کر کے دینی ماحول کی خواہش کی۔ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثُمَّ جَاءَ بِهَا (أُمِّ إِسْمَاعِيلَ) إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُنْطَلِقًا...... حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: ﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾[1]

پھر ابراہیم علیہ السلام (والدہ اسماعیل) کو اور اس کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو جنہیں وہ (ان دنوں) دودھ پلا رہی تھی لے آئے اور ان دونوں کو گھر (خانہ کعبہ) کے پاس بڑے درخت کے قریب مسجد کے بالائی حصے میں بٹھا دیا جہاں (اب) زم زم ہے اور تب مکہ میں کوئی نہ تھا اور نہ ہی پانی تھا، ان دونوں کو اس مقام پر چھوڑا اور خود ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کا رُخ کیا، یہاں تک کہ جب ٹیلے کے پاس پہنچے جہاں وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے انہوں نے بیت اللہ

[1] صحيح الالبخاری، كتاب الانبياء، باب يزفون: النسلان في المشي، جزء من رقم: ٣٣٦٤

Marfat.com

کی طرف رُخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر درج ذیل الفاظ کے ساتھ دُعا کی ﴿رَبَّنَا إِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ﴾ ''اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے کھیتی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے اے ہمارے رَب! (یہ اس لیے) تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ اُٹھا کے رب کے سامنے اپنی اولاد کے حوالہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ اس بے آباد علاقہ میں اپنی اولاد کو اگر میں نے لا بٹھایا ہے تو اس لیے کہ یہ نماز قائم کریں، نمازی بنیں اور تیری عبادت کریں اور یہ بات حتمی ہے کہ اولاد کی اصلاح میں نماز کی ادائیگی بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ نماز دِل میں تقویٰ، خوف اور خشیت پیدا کر کے بندے کے اخلاق کو سنوارتی ہے۔

اولاد کے شکر گزار ہونے کی خواہش

شکر گزاری بندے کو بے چینی اور اضطراب سے نکال کے ذہنی طمانیت اور قلبی سکون عطا کرتی ہے۔ شکر اور صبر کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ عموماً شکر گزار بندہ صابر بھی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ شکر گزاری میں بندہ شکوہ وشکایات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ نے جو عنایت کیا ہے اس پر قانع ہو جاتا ہے اور یہیں سے صبر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام جب ایک عرصہ بعد اپنی اولاد سے ملنے کے لیے آئے اور دیکھا کہ گھر میں صبر وشکر کی بجائے شکوہ وشکایت کی کیفیت ہے تو ایسے ماحول کو بدل دینے کا ارادہ کیا اور اپنی اس خواہش کو بہو کے ذریعہ بیٹے تک پہنچا دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واقعہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

فَجَاءَ إِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيْلُ علیہ السلام يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيْلُ علیہ السلام فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا، ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ

Marfat.com

اولاد کے نمازی ہونے کی خواہش

عموماً لوگ رہائشی مکان خریدتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ جگہ ایسی ہو جو سڑک کے قریب ہو، سکول یا کالجز کی سہولت ہو، پانی اچھا ہو، علاقہ تہذیب یافتہ ہو۔ لیکن اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہاں مسجد بھی ہے یا نہیں۔ آیا بچوں کو وہاں دینی ماحول میسر آ سکتا ہے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ حکم ہوا کہ اپنے اکلوتے فرزند اسماعیل علیہ السلام اور اپنی بیوی کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آ ؤ تو انہوں نے دنیاوی سہولتوں کو نظر انداز کر کے دینی ماحول کی خواہش کی۔ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثُمَّ جَاءَ بِهَا (أُمِّ اِسْمَاعِيلَ) إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُنْطَلِقًا...... حَتّٰى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: ﴿رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ﴾[1]

پھر ابراہیم علیہ السلام (والدہ اسماعیل) کو اور اس کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو جنہیں وہ (ان دنوں) دودھ پلا رہی تھی لے آئے اور ان دونوں کو گھر (خانہ کعبہ) کے پاس بڑے درخت کے قریب مسجد کے بالائی حصے میں بٹھا دیا جہاں (اب) زم زم ہے اور تب مکہ میں کوئی نہ تھا اور نہ ہی پانی تھا، ان دونوں کو اس مقام پر چھوڑا اور خود ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کا رُخ کیا، یہاں تک کہ جب ٹیلے کے پاس پہنچے جہاں وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے انہوں نے بیت اللہ

[1] صحیح الالبخاری، کتاب الانبیاء، باب یزفون: النسلان في المشي، جزء من رقم: ٣٣٦٤

Marfat.com

کی طرف رُخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر درج ذیل الفاظ کے ساتھ دُعا کی ﴿رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ﴾ ''اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے کھیتی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے اے ہمارے رَب! (یہ اس لیے) تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ اُٹھا کے رب کے سامنے اپنی اولاد کے حوالہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ اس بے آباد علاقہ میں اپنی اولاد کو اگر میں نے لا بٹھایا ہے تو اس لیے کہ یہ نماز قائم کریں، نمازی بنیں اور تیری عبادت کریں اور یہ بات حتمی ہے کہ اولاد کی اصلاح میں نماز کی ادائیگی بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ نماز دِل میں تقویٰ، خوف اور خشیت پیدا کر کے بندے کے اخلاق کو سنوارتی ہے۔

اولاد کے شکر گزار ہونے کی خواہش

شکر گزاری بندے کو بے چینی اور اضطراب سے نکال کے ذہنی طمانیت اور قلبی سکون عطا کرتی ہے۔ شکر اور صبر کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ عموماً شکر گزار بندہ صابر بھی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ شکر گزاری میں بندہ شکوہ وشکایات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ نے جو عنایت کیا ہے اس پر قانع ہو جاتا ہے اور یہیں سے صبر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام جب ایک عرصہ بعد اپنی اولاد سے ملنے کے لیے آئے اور دیکھا کہ گھر میں صبر وشکر کی بجائے شکوہ وشکایت کی کیفیت ہے تو ایسے ماحول کو بدل دینے کا ارادہ کیا اور اپنی اس خواہش کو بہو کے ذریعہ بیٹے تک پہنچا دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واقعہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

فَجَاءَ إِبْرَاهِيْمُ علیہ السلام بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيْلُ علیہ السلام يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيْلُ علیہ السلام فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا، ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ

Marfat.com

عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَ: "نَحْنُ بِشَرٍ، نَحْنُ فِي ضَيقٍ وَشِدَّةٍ"۔ فَشَكَتْ إِلَيْهِ قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَقُولِي لَهُ: "يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَابِهِ" فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ: "هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟" قَالَتْ "نَعَمْ! جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ، فَأَخْبَرْتُهُ، وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ" قَالَ "فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟" قَالَتْ: "نَعَمْ! أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ" قَالَ: "ذَاكَ أَبِي، وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ" فَطَلَّقَهَا، وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرٰى

فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ، فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ قَالَتْ: "نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ"۔ وَأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ۔ فَقَالَ: "مَا طَعَامُكُمْ؟" فَقَالَتْ: اللَّحْمُ" قَالَ: "فَمَا شَرَابُكُمْ؟" فَقَالَتْ: "الْمَاءُ"۔ قَالَ: "اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ"۔ قَالَ: "فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمُرِيهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ"۔ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: "هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟" قَالَتْ: "نَعَمْ! أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ۔ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ۔ فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَا بِخَيْرٍ" قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟" قَالَتْ: "نَعَمْ! هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ"۔ قَالَ: "ذَاكَ أَبِي وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ" [1]

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ترکہ (اپنے بیٹے اور اس کے اہل خانہ) کی خبر گیری کے لیے (مکہ مکرمہ) تشریف

[1] صحيح البخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب: يزفون النسلان في المشي، رقم: ٣٣٦٤

Marfat.com

لائے تو انہوں نے اسماعیل علیہ السلام کو (گھر میں) نہ پایا۔ ان کی بیوی سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا کہ وہ باہر نکلے ہیں ہمارے لیے کچھ تلاش کرنے کے لیے۔ پھر ان کی گزران اور حالات کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا: ہمارے حالات خراب ہیں، اور ہم تنگی اور عسرت میں مبتلا ہیں۔ اس نے ان کے روبرو (اپنے حالات کا) شکوہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''جب تیرا شوہر آئے تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ وہ اپنے گھر کی دہلیز کو تبدیل کر دیں۔''۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہیں اپنی عدم موجودگی میں کسی کی آمد کا کچھ احساس ہوا۔ انہوں نے (اپنی بیوی سے) دریافت کیا: ''کیا آپ کے ہاں کوئی آیا تھا؟'' اس نے جواب دیا: جی ہاں، اس اس شکل وصورت کے ایک بزرگ تشریف لائے تھے، انہوں نے آپ کے متعلق ہم سے دریافت کیا تو میں نے انہیں بتلا دیا۔ انہوں نے ہماری گزران کے بارے میں استفسار کیا تو میں نے عرض کیا کہ ہم تنگدستی اور مشکل حالات سے دوچار ہیں۔ انہوں (اسماعیل علیہ السلام) نے پوچھا: ''کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی وصیت کی؟'' اس نے جواب دیا: جی ہاں، انہوں نے آپ کو سلام پہنچانے کا حکم دیا اور (آپ کے لیے یہ پیغام چھوڑا) کہ دروازے کی دہلیز تبدیل کر دیجیے۔ انہوں نے کہا: ''تمہارے پاس تشریف لانے والے (بزرگ) میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھ سے جدا ہو جاؤں۔ تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔'' انہوں نے اس کو طلاق دے دی اور انہی (اہل مکہ) میں سے ایک اور عورت سے شادی کر لی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ مشیت الٰہی کے مطابق ان کے پاس تشریف نہ لائے، پھر ان کے ہاں تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا، ان کی بیوی کے پاس آئے اور ان کے بارے میں دریافت کیا۔ اس (عورت) سے ان کی

Marfat.com

گزران اور حالات کے متعلق بھی پوچھا۔ اس نے کہا: ہم باخیریت اور خوش حال ہیں۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ انہوں نے سوال کیا: ''تمہاری خوراک کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا ''گوشت''۔ انہوں نے پوچھا ''تمہارا مشروب کیا ہے؟'' اس نے بتلایا ''پانی''۔ پس انہوں نے فرمایا: ''اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔'' نیز فرمایا: ''جب تمہارے خاوند آئیں تو انہیں میرا اسلام کہنا اور میرا یہ حکم سنانا کہ وہ اپنے دروازے کی دہلیز کو پختہ کرے۔'' جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا: ''کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی آیا تھا؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں، ایک خوب رو بزرگ تشریف لائے تھے اور اس عورت نے ان کی تعریف کی۔ (آپ کے متعلق) انہوں نے دریافت کیا میں نے انہیں آپ کے متعلق بتلایا، انہوں نے ہماری گزران کے بارے میں پوچھا تو میں نے انہیں خبر دی کہ ہم بخیر ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی وصیت فرمائی؟'' اس نے جواب دیا ''جی ہاں، انہوں نے آپ کو سلام کہا اور دروازے کی دہلیز کو مضبوط کرنے کا حکم دیا۔'' انہوں نے فرمایا ''تیرے پاس تشریف لانے والے میرے والد تھے اور تو دہلیز ہے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھے اپنے ساتھ ہی رکھوں۔''

انبیاء کرام کی زندگیاں عامۃ الناس کے لیے مینارۂ نور ہوتی ہیں۔ جس کی روشنی میں وہ اپنے لیے صحیح راستہ کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ میں ہمارے لیے کتنے ہی اسباق پنہاں ہیں۔ ہم بہو کے انتخاب میں اس بات کا اہتمام تو کرتے ہیں کہ وہ خوبصورت ہو، خاندان اچھا اور مالدار ہو اور عموماً اس پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہ دیندار بھی ہے یا نہیں اور یہی کوتاہی بعض دفعہ ایک دیندار گھرانے کو سنگین حالات سے دوچار کر دیتی ہے۔ صبر وشکر کے راستے سمجھوتے کے راستے ہیں جو تنگی وترشی میں بھی کھلے

Marfat.com

رہتے ہیں اور ان پر سفر جاری رہتا ہے۔ جبکہ بے صبری اور ناشکری کے راستے تنگ حالات میں تقریباً بند ہو جاتے ہیں اور سفر کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر بیوی صابرہ وشاکرہ ہے تو کٹھن حالات میں بھی وہ شوہر کے ساتھ مسکرا کے سفر جاری رکھے گی وہ شکوہ کرنے کی بجائے شوہر کو حوصلہ دے گی۔ جیسے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی کٹھن حالات میں مسکرا کے سفر جاری رکھا۔ شعب ابی طالب میں تین سال سے زیادہ عرصہ ایسی قید میں گزارا کہ اپنے بچوں کو بھوک سے روتا بلکتا دیکھا، لیکن زبان سے ناشکری کا ایک کلمہ بھی ادا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد کرتے رہے۔ بیوی میں اگر صبر وشکر کے جذبات نہ ہوں تو زندگی کے مشکل راستوں پر سفر اور زیادہ مشکل ہو جاتا ہے جہاں بندے کو حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اسے حوصلہ شکنی اور ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایسی بیوی کو سفر کا ساتھی بنانے سے روک دیا۔ جس میں ناشکری کا عنصر غالب ہو پیغمبروں پر چونکہ آزمائشیں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور ان کا راستہ بھی دعوت و اصلاح کا راستہ ہے جس میں بہت سی تلخ چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پس وہ بندہ جس میں ناشکری کا عنصر شامل ہو وہ اس سفر میں اچھا ساتھ نہیں نبھا سکتا۔ اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے ایسے ساتھی کو چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی خواہشات

ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔آپ ﷺ کی حیات پاک کا کوئی گوشہ ہم پر مخفی نہیں۔اسی طرح آپ ﷺ کی خواہشات بھی بعض احادیث میں مذکور ہیں۔آئندہ صفحات میں ہم نبی ﷺ کی خواہشات کا ذکر کریں گے۔جن کا اظہار آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر کیا۔

مقام محمود کی خواہش

آپ ﷺ کی یہ خواہش قیامت کے دن پوری ہوگی جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر فائز کریں گے اور مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ قیامت کے دِن امت کی سفارش کریں گے۔جیسا کہ آپ ﷺ سے مروی ہے:

((عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُوْدًا، قَالَ: هُوَ الْمَقَامُ الَّذِيْ أَشْفَعُ لِأُمَّتِيْ فِيْهِ)) ①

”آپ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُوْدًا عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر پہنچا دے گا اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں میں اپنی اُمت کی سفارش کروں گا۔“

آپ ﷺ جب اس مقام پر کھڑے ہوں گے تو تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔بخاری میں ہے:

((فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَحْمَدُهُ اَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ)) ②

---

① السلسلة الصحيحة ٥/٤٨٤، رقم:٢٣٦٩، وقال الشيخ الالبانی: حسن

② صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب من سأل الناس تكثرا، رقم: ١٤٧٥

Marfat.com

''پس اس دِن اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز فرمائیں گے جہاں سب لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔''

آپ ﷺ کے لیے مقام محمود کی دعا کرنے کی فضیلت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اذان سنتے وقت یہ دعا پڑھے، اے اللہ! اس کامل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے مالک، حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ اور بزرگی عطا کر کے انہیں مقامِ محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو اسے قیامت کے دِن میری شفاعت نصیب ہوگی۔''

نبی کریم ﷺ ہماری دعاؤں کے محتاج نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا رتبہ تمام لوگوں سے بلند کر دیا ہے اور ابد تک بلند رہے گا۔ آپ ﷺ کے لیے مقامِ محمود کی دعا کا ہمیں فائدہ ہوگا کہ بروزِ محشر جب کوئی سفارشی نہ ملے گا اور نفسا نفسی کا عالم ہوگا تب دعا مانگنے والے کو آپ ﷺ کی سفارش نصیب ہوگی۔

کاش میں آنے والے اُمتیوں کو دیکھوں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دفعہ قبرستان تشریف لائے تو فرمایا: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ)) ''سلام ہے تم پر یہ گھر ہے مسلمانوں کا اور اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔'' پھر فرمایا: میری آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ!

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان باب الدعاء عند النداء رقم: ٦١٤

Marfat.com

کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ)) فَقَالُوا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: أَ رَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟)) قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: ((فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ، فَيُقَالُ: إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا))[1]

''تم تو میرے اصحاب ہو اور بھائی ہمارے وہ لوگ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی اُمت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جن کو آپ ﷺ نے دیکھا ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بھلا تم میں سے کسی کے سفید پیشانی، سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے، سیاہ مشکی گھوڑوں میں مل جائیں، تو وہ اپنے گھوڑے نہیں پہچانے گا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بے شک وہ تو پہچان لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دِن وضو کی وجہ سے میری اُمت کے لوگ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں رکھتے ہوں گے اور حوض کوثر پر میں ان کا پیش خیمہ ہوں گا۔ خبردار رہو کہ بعض لوگ میرے حوض پر سے ہٹائے جائیں گے، جیسے بھٹکا ہوا اونٹ ہنکایا جاتا ہے۔ میں ان کو پکاروں گا آؤ آؤ۔ اس وقت کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے بعد ردوبدل کرلیا تھا (یا ان کی حالت بدل گئی تھی، بدعت اور ظلم میں گرفتار ہو گئے تھے) تب میں کہوں گا کہ جاؤ دور ہو جاؤ، جاؤ دور ہو جاؤ۔''

[1] صحيح مسلم، كتاب الطهارة باب استحباب اطالة الغرة والتحجيل فى الوضوء، رقم: ٢٤٩

Marfat.com

گویا نماز پڑھنا اور نماز کے لیے وضو کرنا قیامت کے دِن بندے کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کو روشن کر دے گا۔ اسی سے ان کی پہچان ہوگی کہ یہ اُمتِ محمدیہ ﷺ کے افراد ہوں گے اور بے نماز کے پاس یہ شناخت نہیں ہوگی وہ بندہ کس قدر بدنصیب ہوگا جس کے پاس بروزِ محشر خود کو اُمت محمدیہ کا فرد ثابت کرنے کے لیے کوئی نشانی نہ ہوگی جو بے شناخت ہوگا نہ وہ نبی ﷺ کا اُمتی کہلا سکے گا اور نہ ہی حوض کوثر سے پانی پی سکے گا اور اس سے بھی بڑھ کے بدنصیب وہ بدعتی ہوگا جسے بدعت کی پاداش میں نیک اعمال ہونے کے باوجود حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔

میرے گھر والے تہجد پڑھیں

نماز تہجد اگرچہ فرض نہیں ہے، لیکن صالحین کے لیے اس میں لذت کا سامان ہے اور اس لذت سے جو آشنا ہو جاتا ہے اسے پھر نرم و گداز بستر میں وہ سرور نہیں ملتا جو وہ باری تعالیٰ کے سامنے رکوع و سجود میں پاتا ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دِل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

مومن آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ عبادت سے جیسے وہ حلاوت اور مٹھاس پاتا ہے اسی طرح دیگر لوگ بھی اس کی لذت آفرینی سے آشنا ہوں۔ اس کی یہ خواہش کبھی دُعا کا روپ دھار لیتی ہے تو کبھی تبلیغ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ایسی ہی خواہش کا اظہار ایک دفعہ نبی ﷺ نے بھی کیا۔ آپ ﷺ اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں تہجد پڑھنے کے لیے بیدار کیا۔ اس واقعہ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ: ((أَلَا تُصَلِّيَانِ)) فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا، فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ، يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ:

Marfat.com

((وَكَانَ الإِنُسَانُ أَكُثَرَ شَيُءٍ جَدَلاً))①

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم دونوں نماز (تہجد) کیوں نہیں پڑھتے؟'' میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری جانیں ہی اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ ہمیں اُٹھائے گا تو اُٹھ جائیں گے۔ جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس ہو گئے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا پھر میں نے آپ کو پشت پھیر کر ران پر ہاتھ مارتے ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے سنا ''انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو سن کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اس لیے کہ نماز تہجد فرض نہیں ہے۔ اگر فرض ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ عذر قبول نہ ہوتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سستی پر تاسف کا اظہار فرمایا۔

کون ہے جو حجرے والیوں کو بیدار کرے؟

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے لیے جو حجروں میں سو رہی تھیں، ایسی ہی خواہش کا اظہار فرمایا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اِسُتَيُقَظَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ لَيُلَةٍ فَقَالَ: ((سُبُحَانَ اللّٰهِ، مَاذَا أُنُزِلَ اللَّيُلَةَ مِنَ الُفِتَنِ، وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الُخَزَائِنِ، أَيُقِظُوا صَوَاحِبَ الُحُجَرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنُيَا عَارِيَةٌ فِي الآخِرَةِ))②

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے تو فرمایا: ''سبحان اللہ! آج رات کتنے فتنے نازل کیے گئے اور کتنے خزانے کھولے گئے۔ ان حجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ کیونکہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والیاں ایسی ہیں جو آخرت میں برہنہ ہوں گی۔''

① صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاۃ اللیل والنوافل من غیر ایجاب، رقم: ۱۱۲۷

② صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم والعظة باللیل، رقم: ۱۱۵

Marfat.com

معلوم ہوا کہ فتنوں سے بچاؤ کے لیے بہترین ہتھیار تہجد کی ادائیگی ہے۔ اسی لیے تو آپ ﷺ نے فتنوں کے نزول کا ذکر کرنے کے فوری بعد حجروں میں آرام کرنے والی خواتین کے لیے تہجد کی خواہش کا اظہار کیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے خزانوں کے نازل ہونے کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد تہجد کی ادائیگی کا ذکر کیا۔ اگر کوئی خزانوں کا حصول چاہتا ہے تو اسے نماز تہجد ادا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے اس کے منتظر ہوں گے۔

ہر رات کے پچھلے حصہ میں کچھ دولت بانٹی جاتی ہے
جو جاگ ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے سو کھووت ہے

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے رات کے پچھلے پہر بانٹی جانے والی دولت کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ، يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ)) [1]

''ہمارا بزرگ و برتر پروردگار ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو آواز دیتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اسے قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے دوں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے معاف کردوں۔''

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رات کے اس حصہ میں اُٹھ کے باری تعالیٰ کے سامنے اپنا ماتھا رگڑتے اور جھولیاں پھیلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور عنایات کو اپنی جھولیوں میں سمیٹ لیتے ہیں اور کچھ ایسے بھی بدنصیب ہوتے ہیں جو تہجد تو کجا نماز فجر بھی ادا نہیں کر پاتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ،

[1] صحيح البخاری، کتاب التهجد باب الدعاء والصلاة من آخر الليل، رقم:١١٤٥

Marfat.com

يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ)) ①

''جب آدمی سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ ابھی تو بہت رات ہے سو جاؤ، پھر اگر آدمی بیدار ہو گیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اگر اس نے وضو کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر اس نے نماز پڑھی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور صبح کو خوش مزاج اور دلشاد اُٹھتا ہے، ورنہ صبح کو بددل اور خستہ جسم اُٹھتا ہے۔''

فجر کے وقت اُٹھنا مشکل کیوں ہے؟ اصل میں نیکی کے لیے نفس پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے نیکی مشکل دکھائی دیتی ہے اور برائی کے لیے نفس پر جبر نہیں کرنا پڑتا۔ اس لیے کہ برائی تو نفس امارہ کی غذا ہے۔ ہاں اگر کوئی نفس پر جبر کرنا سیکھ لے تو پھر وہ نفس کا غلام نہیں رہتا بلکہ نفس اس کا غلام بن جاتا ہے اور پھر نیکی کے راستے اس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں۔

بار بار شہادت کی خواہش

رسول اللہ ﷺ ایک بہترین جرنیل اور میدانِ جنگ میں جم کر لڑنے والے بہادر انسان تھے۔ گھمسان کی جنگ میں جہاں بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہوتا وہاں آپ ﷺ بے جگری سے لڑتے ہوئے دشمن کے سامنے سینہ سپر رہتے۔ آپ ﷺ ان مجاہدین میں تھے جنہیں تلواروں کی جھنکار اور میدانِ جہاد میں گھوڑوں کی ٹاپوں سے اُٹھنے والے گرد و غبار میں بہادری کے جوہر دکھانے میں لذت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک موقع پر بار بار اللہ کی راہ میں شہید کی خواہش کا اظہار کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کی اس خواہش کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

① صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب عقد الشيطان على قافية الراس إذا لم يصل بالليل، رقم:١١٤٢

Marfat.com

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (انْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي، أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ، أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحيا، ثُمَّ أُقْتَلُ ثمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے ذمہ داری لیتا ہے جو اس کی راہ میں نکلے اسے گھر سے صرف اس بات نے نکالا کہ وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے تو میں اسے اس ثواب یا مال غنیمت کے ساتھ واپس کروں گا جو اس نے جہاد میں پایا ہے یا اسے جنت میں داخل کروں گا۔ (آپ نے فرمایا) اگر میں اپنی اُمت پر دشوار نہ سمجھتا تو کبھی چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے بھی پیچھے نہ رہتا اور میری آرزو ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔''

یہ آپ ﷺ کی محض خواہش ہی نہیں تھی آپ ﷺ بہادری و شجاعت کی عملی تصویر بھی تھے۔ تیروں کی بوچھاڑ میں جب دیگر لوگ پناہ ڈھونڈتے آپ ﷺ دشمن کے سامنے سینہ تان کے کھڑے ہوتے تھے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے:

یزید بن سکن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جنگ اُحد میں جب لڑائی نے سنگین نوعیت اختیار کر لی اور دشمن آپ ﷺ تک پہنچ گیا اور رسول اللہ ﷺ خود بوجھل ہو چکے تھے کیونکہ آپ ﷺ نے اکٹھی دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ دشمن قریب آ گیا تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دفاع کیا۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ اور حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے یہاں تک دفاع کیا کہ وہ بہت زخمی ہو گئے۔ رسول

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الجهاد من الایمان رقم: ۳۵

Marfat.com

اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک، ہونٹ مبارک شدید زخمی ہوئے اور دانت شہید ہو گئے۔ تب آپ نے فرمایا: کون ہے جو ہمارے لیے اپنی جان بیچ دے؟ تو انصار کے پانچ جوان کود کر آئے جن میں حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ بھی تھے (دفاع رسول میں) وہ (چار انصاری) جوان شہید ہو گئے۔ آخر میں حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ بچے۔ یہ خوب لڑے حتیٰ کہ آپ سے دشمن کو دور کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ یہ زخموں کی وجہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قدم کو بطور تکیہ نیچے رکھا یہ اسی پر فوت (شہید) ہو گئے۔''①

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی بہادری کی گواہی اِن الفاظ میں دی:

''غزوہ اُحد کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ! سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو کہیں زخمیوں میں تلاش کرو اگر وہ دکھائی دیں تو ان کو میرا اسلام کہنا اور ساتھ ہی یہ کہنا کہ میں نے ان کی خبر پوچھی ہے۔ زید بن حارثہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کی تلاش شروع کر دی اور ان کو ڈھونڈ لیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر کے قریب زخم تھے اور وہ آخرت کی تیاریوں میں تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا سلام اور پیغام ان کو پہنچایا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر اور تم پر سلام۔ آپ سے میرا یہ پیغام عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یہ بھی عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور میری قوم انصار سے یہ کہنا کہ جب تک تمہارے بدن میں جان ہے اگر تمہاری زندگی اور موجودگی میں میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ ابھی یہ فرما ہی رہے تھے کہ روح جسم سے پرواز کر گئی۔''②

رسول کائنات ﷺ کی زندگی مبارک سے یہ دو مثالیں پیش کی ہیں جبکہ جہاد و قتال کے حوالہ سے ایسی بے شمار مثالیں کتب احادیث میں جگمگا رہی ہیں۔

---

① الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۲/ ۵۳۲ ② الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۲/ ۵۹۰

Marfat.com

کیا تم میری خاطر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ستانا چھوڑ سکتے ہو......؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی دوست، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمدرد و غمگسار اور آپ کے سفر و حضر کے ساتھی تھے، ان کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتیوں سے ایک خواہش کا اظہار کیا ہے کہ کاش تم میری خاطر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف دینا چھوڑ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کا اظہار صحیح بخاری کی درج ذیل روایت میں موجود ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ آخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهِ، حَتّٰى أَبْدَى عَنْ رُكْبَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ)) فَسَلَّمَ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبٰى عَلَيَّ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ، فَقَالَ: ((يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَابَكْرٍ)) ثَلَاثًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَأَتٰى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ، فَسَأَلَ: أَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ؟ فَقَالُوا: لَا، فَأَتٰى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ يَتَمَعَّرُ، حَتّٰى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقَ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُو لِي صَاحِبِي)) مَرَّتَيْنِ، فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا[1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی چادر کا کنارہ اٹھائے ہوئے آئے یہاں تک کہ ان کا گھٹنا ننگا ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے دوست کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔'' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور کہا کہ میرے اور ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔

---

① صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا، رقم: ۳۳۸۸

Marfat.com

میں نے جلدی سے انہیں سخت سست کہہ دیا۔ پھر میں شرمندہ ہوا (اور ان سے معذرت کی) لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔'' آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پر آئے اور دریافت کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہیں؟ گھر والوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور انہیں سلام کیا۔ انہیں دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ ایسا متغیر ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور دو زانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم میں نے ہی زیادتی کی تھی۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تو تم لوگوں نے مجھے جھوٹا کہہ دیا اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے سچا کہا اور انہوں نے اپنے مال اور جان سے میری خدمت کی۔ کیا تم میری خاطر میرے دوست کو ستانا چھوڑ سکتے ہو؟ اور آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا۔ اس ارشاد گرامی کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پھر کسی نے نہیں ستایا۔''

غور فرمایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور شخصیت کا حوالہ دیتے ہوئے لوگوں سے اس خواہش کا اظہار فرما رہے ہیں کہ کاش تم میری خاطر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف دینا چھوڑ دو۔ کس قدر بدنصیب اور ظالم ہیں وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو نظر انداز کر کے رفیقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے اور انہیں بُرا بھلا کہتے ہیں جو آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا احترام نہیں کرتے۔ کیا کل رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خواہش کا احترام کریں گے جب وہ تشنہ لب میدانِ محشر میں حوض کوثر سے پانی پینے کے خواہش مند ہوں گے، جب وہ بارگاہِ الٰہی میں شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خواہش مند ہوں گے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام کی خواہشات

اب ہم ان خواہشات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا اظہار رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کیا۔ان میں ہمارے لیے اصلاح کے بہت اسباق موجود ہیں۔

منبر پر آخری خطبہ اور انصار کے ساتھ حسن سلوک کی خواہش

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت یہ تھی کہ سارا دن کام کاج کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے۔آپ ﷺ کے رُخ انور کا دیدار کرتے جس سے ان کی دن بھر کی تھکاوٹ دور ہو جاتی۔آپ ﷺ کی مجلس سے علم کی باتیں سنتے اور اپنے ایمان کو تازہ کرتے تھے۔یہ مزدور طالب علم تھے جو دن کو مزدور اور دن ڈھلے طالب علم ہوتے۔کچھ نے اپنی زندگی مجلس نبوی کے لیے مختص کر دی تھی اور آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجالس میں بیٹھتے،ان سے گفتگو فرماتے اور دین و دنیا کے حوالہ سے ان کی راہنمائی فرماتے تھے۔آخری ایام میں جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو علالت کے پیش نظر چند دن انصار کی مجالس سے دور ہو گئے اور انصاری لوگ جنہیں آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے کی عادت ہو گئی تھی،ان کے دل بے چین ہو گئے اور وہ افسردگی میں آپ ﷺ کی مجالس کو یاد کر کے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔امام بخاری رحمۃ اللہ نے ان کی دل گرفتگی کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ أَبُو بَكْرٍ وَالْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَهُمْ يَبْكُونَ، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكُمْ؟ قَالُوا: ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَّا، فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ، قَالَ: فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ عَصَبَ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ، قَالَ: فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((أُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ، فَإِنَّهُمْ كَرِشِي

Marfat.com

وَعَيْبَتِي، وَقَدْ قَضَوا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ، فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ)) ①

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گزر انصار کی مجالس میں سے کسی ایسی مجلس پر ہوا کہ وہ رو رہے تھے۔ انہوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انصار کہنے لگے: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنا یاد آ گیا ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بیمار تھے) یہ سن کر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ اپنے سر پر چادر کا حاشیہ باندھے ہوئے تھے۔ آپ منبر پر چڑھے بس یہ آخری دفعہ منبر پر چڑھنا تھا۔ اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: ''لوگو! میں تمہیں انصار کی بابت وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ میرے انتہائی قریبی دِلی دوست ہیں۔ انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ البتہ ان کا حق باقی رہ گیا ہے۔ لہٰذا تم ان کے نیکو کاروں کی نیکی قبول کرو اور ان کے خطا کار سے درگزر کرو۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہی واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُتَعَطِّفًا بِهَا عَلَى مَنْكِبَيْهِ، وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ، حَتَّى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: (أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ، وَتَقِلُّ الأَنْصَارُ، حَتَّى يَكُونُوا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ أَمْرًا يَضُرُّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعُهُ، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ)) ②

① صحيح البخاری، كتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ و رضی الله عنهم، باب قول النبی ﷺ: اقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم، رقم: ٣٧٩٩ ② صحيح البخاری، كتاب و باب مذكوره، رقم: ٣٨٠٠

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں کندھوں پر ایک چادر لپیٹ کر باہر تشریف لائے، آپ کے سر پر ایک چکنے کپڑے کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ منبر پر فروکش ہوئے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! اور قومیں تو بڑھتی جائیں گی مگر انصار کم ہوتے جائیں گے۔ اتنے کم رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ لہٰذا تم میں سے اگر کسی کو ایسی حکومت ملے جس میں وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہو تو وہ انصار کے اچھے آدمی کی قدر کرے اور برے کے قصور سے درگزر کرے۔''

نبی کریم ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں انصار کے حوالہ سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ میری وفات کے بعد انصار کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ اس لیے کہ مدد ونصرت کے اعتبار سے انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ کے اس فرمانِ گرامی سے یہ سبق ملتا ہے کہ احسان کرنے والے کے احسان کو زندگی بھر یاد رکھنا ایک اچھے انسان کی علامت ہے۔ حالانکہ انصاریوں کو تو نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کے دِلوں کی تطہیر کی، اِن کے دِلوں میں پلنے والی نفرتیں اور عداوتیں ختم کر کے ان کی صدیوں پرانی دشمنیاں ختم کر دیں اور انہیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی سے مالا مال کیا۔ یہ آپ ﷺ کے ان پر احسانات ہیں اور دوسری طرف انصار نے بھی لٹ پٹ کے آنے والے مہاجرین کے لیے اپنی محبتوں کے دروازے کھول دیے تھے اور ایثار وقربانی کی لافانی داستانوں کو رقم کیا تھا۔ آپ ﷺ زندگی بھر ان کے قدردان رہے اور اپنی وفات کے بعد آنے والے حکمرانوں سے بھی اسی قدردانی کی خواہش کی۔

إِنْ أَنْتَ أَكْرَمْتَ الْكَرِيْمَ مَلَكْتَهُ
وَإِنْ أَنْتَ أَكْرَمْتَ اللَّئِيْمَ تَمَرَّدَا

''اگر تو شریف آدمی کی عزت کرے گا تو اس کا مالک بن جائے گا اور اگر تو گھٹیا آدمی کی عزت کرے گا تو وہ مزید سرکش ہو جائے گا۔''

آپ ﷺ نے انصار سے محبت رکھنے کو ایمان کا حصہ قرار دے دیا ہے۔ حضرت براء

Marfat.com

بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ))[1]

''انصار سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہوگا اور ان سے وہی دشمنی رکھے گا جو منافق ہوگا۔ اس بناء پر جو شخص ان سے محبت رکھے گا اس سے اللہ بھی دوستی رکھے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے عداوت رکھے گا۔''

الوداعی تحریر لکھنے کی خواہش

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک الوداعی تحریر لکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا، لیکن بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ ترک فرما دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَجَعُهُ قَالَ: ((ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ)) قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ، قَالَ: ((قُومُوا عَنِّي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ))[2]

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت بیمار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: لکھنے کا سامان لاؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے وہ ہمیں کافی ہے۔ لوگوں نے اختلاف شروع کر دیا اور شور و غل مچ گیا تب آپ نے فرمایا: ''میرے پاس سے اُٹھ جاؤ میرے ہاں لڑائی جھگڑے کا کیا کام ہے!''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب حب الانصار، رقم: ٣٧٨٣

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابة العلم، رقم الحدیث: ١١٤

Marfat.com

اس روایت کو بعض حضرات بنیاد بنا کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے زبردستی رسول اللہ ﷺ کو الوداعی تحریر لکھنے سے روک دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ خلافت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھنے نہ دیا۔ یہ سب بے بنیاد اعتراضات ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہ ازراہِ محبت فرمایا تھا، ان کا مقصد آپ ﷺ کی حکم عدولی ہرگز نہیں تھا۔ زندگی بھر تو وہ آپ ﷺ کے اشارہ پر جان و مال قربان کرنے کے لیے پیش پیش رہے اور آپ ﷺ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا۔ وفات کے وقت وہ آپ ﷺ کی مخالفت کیوں کرتے؟ پھر آپ ﷺ نے تو زندگی بھر دین کو پھیلانے کے لیے صعوبتیں برداشت کیں۔ اس راہ میں نہ ڈرے، نہ گھبرائے اور نہ کہیں معمولی لچک اختیار کی۔ اگر یہ تحریر والا معاملہ کوئی ایسا ضروری ہوتا تو آپ ﷺ کبھی بھی خاموش نہ رہتے اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زبردستی رسول اللہ ﷺ کو تحریر سے روک دیا تھا تو یہ ایک طرح رسول اللہ ﷺ پر طعن ہے۔ کیا آپ ﷺ نے کبھی کسی کے ڈر سے کوئی دینی مسئلہ چھپایا......؟ یا کیا آپ کسی کے روکنے سے کبھی کلمہ حق کہنے سے رُکے......؟

اس واقعہ کے بعد چار روز تک آپ ﷺ زندہ رہے اور باقی احکام نافذ فرماتے رہے۔ اگر یہ کوئی اتنا اہم معاملہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے کبھی نظر انداز نہ کرتے۔ تحریر کے معاملے پر آپ ﷺ کے سکوت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کو اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق تھا اور ایسا کئی بار ہوا کہ آپ ﷺ نے بعض معاملات میں صحابہ کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ آپ ﷺ خلافت کا معاملہ شورائی بنیادوں پر چلاتے تھے اور خلافت کا یہی حسن ہے کہ اس میں شوریٰ کا نظام موجود ہے اور آپ ﷺ جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی بات مناسب سمجھتے، اُن سے اتفاق کرتے تھے۔ اس ضمن میں کئی واقعات موجود ہیں۔ یہاں ہم اُن میں سے صرف ایک واقعہ درج کر رہے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے بحالت صحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سے اتفاق کیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَمَعَنَا اَبُوْبَكْرٍ

Marfat.com

وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ نَفَر، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِنَا، فَاَبْطَأَ عَلَیْنَا وَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطِعَ دُوْنَنَا، (فَفَزِعْنَا) فَقُمنا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی اَتَیْتُ حَآئِطًا لِلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ (فَدُرْتُ) بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا؟ فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِیْعٌ یَّدْخُلُ فِیْ جَوْفِ حَآئِطٍ مِّنْ بِئْرٍ خَارِجَةَ وَالرَّبِیْعُ الْجَدْوَلُ۔ قَالَ: فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "اَبُوْهُرَیْرَةَ؟" فَقُلْتُ نَعَمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "مَا شَاْنُكَ؟" قُلْتُ: كُنْتَ بَیْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَاْتَ عَلَیْنَا، فَخَشِیْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا، فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَاَتَیْتُ هٰذَا الْحَآئِطَ، فَاحْتَفَزْتُ كَمَا یَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ، وَهٰٓؤُلَآءِ النَّاسُ وَرَآئِیْ۔ فَقَالَ: "یَآ اَبَا هُرَیْرَةَ!" وَاَعْطَانِیْ نَعْلَیْهِ، فَقَالَ: "اِذْهَبْ بِنَعْلَیَّ هَاتَیْنِ فَمَنْ لَّقِیَكَ مِنْ وَّرَآءِ هٰذَا الْحَآئِطِ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ" فَكَانَ اَوَّلُ مَنْ لَّقِیْتُ عُمَرُ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ یَآ اَبَا هُرَیْرَةَ؟ قُلْتُ: هَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَنِیْ بِهِمَا، مَنْ لَّقِیْتُ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ، بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ فَضَرَبَ عُمَرُ بَیْنَ ثَدْیَیَّ، فَخَرَرْتُ لِاِسْتِیْ فَقَالَ: اِرْجِعْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ! فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَجْهَشْتُ بِالْبُكَآءِ، وَرَكِبَنِیْ عُمَرُ، (فَاِذَا) هُوَ عَلٰی اِثْرِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَالَكَ یَآ اَبَا هُرَیْرَةَ؟" فَقُلْتُ: لَقِیْتُ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِهٖ فَضَرَبَ بَیْنَ ثَدْیَیَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاِسْتِیْ فَقَالَ اِرْجِعْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "یَا عُمَرُ! مَا حَمَلَكَ عَلٰی مَا فَعَلْتَ؟" قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ، اَبَعَثْتَ اَبَا هُرَیْرَةَ بِنَعْلَیْكَ، مَنْ لَقِیَ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهٗ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ یَّتَّكِلَ النَّاسُ

Marfat.com

عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "فَخَلِّهِمْ"[1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی (اسی) جماعت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کافی دیر تک واپس نہ آئے۔ ہمیں خطرہ لاحق ہوگیا کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں آپ کو قتل نہ کر دیا جائے۔ (اس تصور سے) ہم گھبرا گئے اور (مجلس سے) کھڑے ہوگئے۔ سب سے پہلے مجھے گھبراہٹ دامن گیر ہوئی میں (وہاں سے) رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے نکلا؛ میں انصار کے قبیلہ بنونجار کے باغ کے پاس پہنچا۔ میں نے باغ کے اردگرد چکر لگایا تاکہ دروازہ معلوم ہو، لیکن مجھے دروازہ نہ مل سکا۔ البتہ باہر واقع ایک کنویں سے پانی کا ایک نالہ باغ کے اندر جا رہا تھا۔ اور ''رَبِیعْ'' چھوٹے نالے کو کہتے ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ میں نے اپنے جسم کو سکیڑا اور اس (نالے) سے باغ میں داخل ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے استفسار کیا ''ابوہریرہ!'' میں نے عرض کیا: جی، اے اللہ کے رسول۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ کھڑے ہوئے اور چل دیے۔ آپ نے دیر کر دی تو ہم گھبرا گئے کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں آپ کو قتل نہ کر دیا جائے (اس تصور سے) ہم خوفزدہ ہوگئے۔ سب سے پہلے میں گھبرایا چنانچہ میں اس باغ میں اپنے جسم کو سکیڑ کر داخل ہوا جیسے لومڑی جسم کو سکیڑ کر داخل ہوتی ہے اور میرے دوسرے رفقاء میرے پیچھے ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کیا اور مجھے اپنے دونوں جوتے دیتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے ان جوتوں کو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، رقم:٣١

Marfat.com

اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس باغ کے پیچھے جو شخص تمہیں ملے اور وہ دِل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اس کو جنت کی خوشخبری دے دو۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کہ سب سے پہلے جس سے میری ملاقات ہوئی وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے دریافت کیا: اے ابو ہریرہ! یہ دو جوتے کیسے (اٹھائے ہوئے ہو؟) (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے ہیں۔ آپ نے مجھے انہیں عطا فرما کر بھیجا ہے کہ جس شخص سے تیری ملاقات ہو اور اس بات کی دِل کے یقین سے ساتھ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے تو تم اس کو جنت کی خوشخبری سنا دو۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے کے درمیان (ہاتھ) مارا جس سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! تم واپس جاؤ۔ چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا اور سسکیاں بھر کر رونے لگا اور عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ میرے پیچھے کھڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ''ابو ہریرہ! کیا معاملہ ہے؟'' (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: مجھے عمر رضی اللہ عنہ ملے اور میں نے ان کو وہ بات بتائی جس کے لیے آپ نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے کے درمیان ضرب لگائی جس سے میں پیٹھ کے بل گر پڑا اور (مجھے) کہا واپس جاؤ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دونوں جوتے دے کر بھیجا تھا کہ اس کی جس شخص سے ملاقات ہو اور وہ دِل کے یقین کے ساتھ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، اس کو جنت کی خوشخبری دے دو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بالکل درست ہے۔''

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ایسا نہ کریں۔ میں خوف محسوس کرتا ہوں کہ لوگ اس بشارت پر بھروسہ کرلیں گے۔ آپ انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیں۔ وہ عمل کرتے رہیں (عمر رضی اللہ عنہ کے اس موقف کی موافقت کرتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: ''لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔''

عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ عوام الناس کو اس قسم کی بشارت نہ دی جائے۔ انہیں ڈر تھا کہ لوگ کہیں عمل کرنا نہ چھوڑ دیں۔ البتہ خواص کو خوشخبری دی جائے وہ تو خوشخبری سن کر مزید اعمال کے لیے کوشاں رہیں گے۔

اس طرح یہ اعتراض کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خلافت کی وصیت لکھوانی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے حقدار تھے، لیکن حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم نے خلافت پر قبضہ جمالیا۔

یہ اعتراض بھی بے بنیاد ہے اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر لکھنے سے روک دیا تھا اور بالفرض روکا بھی زبردستی تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو ویسے ہی بول دیتے کہ میرے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے یا پھر چپکے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بول دیتے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں کوئی بھی ایسی صریح روایت موجود نہیں ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی واضح اشارہ موجود ہو اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی وصیت کی۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کی درج ذیل روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الْحَسَنِ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ

Marfat.com

وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَرَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ سَوْفَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هٰذَا، إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، إِذْهَبْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ، إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ، فَأَوْصَى بِنَا فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ مرض وفات میں مبتلا تھے۔لوگوں نے پوچھا: اے ابوالحسن (رضی اللہ عنہ)! رسول اللہ ﷺ اب کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: الحمدللہ اچھے ہیں۔تب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اللہ کی قسم! تم تین دن کے بعد محکوم اور لاٹھی کے غلام بن جاؤ گے کیونکہ اللہ کی قسم! میرے خیال کے مطابق رسول اللہ ﷺ عنقریب اس مرض سے وفات پا جائیں گے۔ میں عبدالمطلب کی اولاد کا منہ دیکھ کر پہچان لیتا ہوں جب وہ مرنے والے ہوتے ہیں۔آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس امر کے متعلق دریافت کر لیں کہ آپ کے بعد کون آپ کا خلیفہ ہوگا؟ اگر آپ نے ہم لوگوں کو خلافت دی تو معلوم ہو جائے گا اور اگر آپ نے کسی دوسرے کو خلافت سونپی تو بھی معلوم ہو جائے گا اور ہمارے متعلق حسن سلوک کی اسے وصیت فرمائیں گے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم آپ سے اس بابت دریافت کریں اور آپ نے ہمیں محروم فرما دیا تو آپ کے بعد لوگ ہمیں کبھی خلیفہ نہ بنائیں گے۔ اللہ کی قسم! میں تو رسول اللہ ﷺ سے خلافت کے متعلق سوال نہیں کروں گا۔

---

[1] صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، رقم: ٤٤٤٧

Marfat.com

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں آپ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ ﷺ نے اگر ہمیں محروم کر دیا تو آپ کے بعد لوگ ہمیں کبھی خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

امامت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خواہش

بیماری کی وجہ سے جب آپ ﷺ پر مسجد میں جا کے جماعت کروانا دشوار ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی جگہ امامت کروائیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأُذِّنَ فَقَالَ:((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ))فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ، فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: ((إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى، فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ يَخُطَّانِ مِنَ الْوَجَعِ فَأَرَادَ أَبُوبَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاتِهِ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَفِي رِوَايَةٍ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے مرض وفات میں مبتلا ہوئے اور نماز کے وقت اذان ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' اس وقت آپ سے

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان، باب حد المریض أن یشهد الجماعة، رقم: ٦٦٤

Marfat.com

کہا گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دِل انسان ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو (شدت غم سے) لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے دوبارہ وہی حکم دیا تو پھر وہی عرض کیا گیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ وہی کہا اور فرمایا: ''تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ہم نشین عورتیں معلوم ہوتی ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے چلے گئے بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں کچھ کمی محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لے کر نکلے گویا میں اب بھی آپ کے دونوں پاؤں کی طرف دیکھ رہی ہوں کہ ضعف مرض کی وجہ سے زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو، پھر آپ کو لایا گیا آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے پھر آپ نے نماز شروع کی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء کی جبکہ باقی لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بحالت قیام نماز ادا کی۔

تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اور صحابی کی امامت کے لیے کہا گیا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور دیگر کبار صحابہ موجود تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں دفعہ انکار فرمادیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اور کسی صحابی کی امامت قبول نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کی طرف اشارہ کرنے والی خواتین کو یہ کہتے ہوئے جھڑک دیا کہ تم مجھے یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی خواتین کی طرح اس موقف سے بہکانا چاہتی ہو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے امامت کروائی اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو اس وقت موجود تھے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور کسی بھی صحابی نے اعتراض نہ کیا اور کوئی اعتراض کرتا بھی کیسے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود مصلّے پر

Marfat.com

کھڑے نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کی امامت کا فیصلہ تو نبی کریم ﷺ نے کیا تھا اور یہ فیصلہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا تاکہ کسی کو اعتراض نہ رہے۔ اس روایت میں آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں امامت کا فیصلہ فرما دیا۔ ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے یہ فیصلہ بھی فرما دیا کہ میرے بعد لوگوں کے مسائل بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حل فرمایا کریں گے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ؟ كَأَنَّهَا تَقُولُ: الْمَوْتَ، قَالَ ﷺ: ((إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ)) ①

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ پھر آپ کے پاس آئے۔ اس نے کہا اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں، اس سے اس کی مراد آپ ﷺ کی وفات تھی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلی جانا۔''

یعنی اگر میں نہ ہوا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں گے جو میری جگہ تم لوگوں کے مسائل حل کریں گے۔ اس روایت میں واضح طور پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اشارہ ہے۔

دنیا کی بجائے آخرت کی خواہش

آخری ایام میں نبی کریم ﷺ کو باری تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو دنیا کو اختیار کر لیں اور اگر چاہیں تو وفات کی صورت میں آخرت کو اختیار فرما لیں۔ اور نبی ﷺ نے دُنیا کی بجائے آخرت کی خواہش کی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ،

---

① صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، رقم: ٣٦٥٩

Marfat.com

فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ)) فَبَكَى أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: مَا يُبْكِي هٰذَا الشَّيْخَ؟ إِنْ يَكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ أَعْلَمَنَا، قَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُوبَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ، إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ))[1]

نبی ﷺ نے ایک دِن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ دنیا میں رہے یا جو اللہ کے پاس ہے اسے اختیار کرلے تو اس نے اس چیز کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ میں نے اپنے دِل میں کہا یہ بوڑھا کس لیے روتا ہے؟ بات تو صرف یہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندے کو دنیا یا آخرت دونوں میں سے جسے چاہے پسند کرنے کا اختیار دیا ہے۔ پس اس نے آخرت کو پسند کیا ہے (تو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ مگر بعد میں یہ راز کھلا کہ) بندے سے مراد خود رسول اللہ ﷺ تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر تم روؤ مت میں لوگوں میں سے کسی کے مال اور صحبت کا اتنا زیر بار نہیں جتنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ہوں۔ اگر میں اپنی اُمت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت و محبت ضرور ہے۔ دیکھو مسجد میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے کے سوا سب کے دروازے بند کر دیے جائیں۔''

ہر نبی کو فوت ہونے سے پہلے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔ پھر اسے دنیا

[1] صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب الخوخة والممر فى المسجد، رقم: ٤٦٦

Marfat.com

اور آخرت کے حوالہ سے اختیار دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث میں ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَحِيحٌ يَقُولُ: ((إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، ثُمَّ يُحَيَّا، أَوْ يُخَيَّرُ)) فَلَمَّا اشْتَكَى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ، وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي غُشِيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ: (اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الأَعْلَى) فَقُلْتُ: إِذًا لَا يَخْتَارُنَا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حَدِيثُهُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ[1]

رسول اللہ ﷺ حالت صحت میں فرماتے تھے کہ کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک جنت میں اس کا مقام اسے نہیں دکھایا جاتا۔ پھر اسے زندگی یا (موت کا) اختیار دیا جاتا ہے۔'' جب آپ بیمار ہوئے اور وفات کا وقت قریب آیا تو آپ میری ران پر سر رکھے ہوئے تھے۔ پہلے آپ پر غشی طاری ہوئی، پھر افاقہ ہوگیا تو چھت کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔'' اس وقت میں نے دِل میں کہا: اب آپ ہمارے پاس رہنا پسند نہیں کریں گے اور اس سے مجھے آپ کی اس حدیث کی تصدیق ہوگئی جو بحالت صحت فرمایا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے بوقت وفات ((اللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الأَعْلَى)) کا کلمہ کہہ کے دنیا کی بجائے آخرت کو ترجیح دی اور باری تعالیٰ کی رفاقت کو پسند فرمایا کہ جس سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں ہوسکتا۔

ایامِ علالت میں محبوب بیوی کے گھر قیام کی خواہش

نبی کریم ﷺ کی زندہ بیویوں میں سے سب سے زیادہ محبت آپ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی ﷺ نے غزوہ ذات

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، رقم: ٤٤٣٧

Marfat.com

السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا، جب میں واپس آیا تو میں نے عرض کیا:

أيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيكَ؟ قَالَ: ((عَائِشَةُ)) فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَال: ((أَبُوهَا)) قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)) فَعَدَّ رِجَالًا[1]

آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔'' میں نے عرض کیا: ''مردوں میں سے کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے والد گرامی (ابو بکر رضی اللہ عنہ)'' میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: ''پھر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)'' اس طرح درجہ بدرجہ آپ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی یہ محبت مرتے دم تک برقرار رہی بلکہ آپ ﷺ اپنے ایامِ علالت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری والے دِن کو دور خیال کرتے ہوئے بار بار یہ پوچھتے تھے کہ میں کل کہاں ہوں گا۔ اس کے بعد کہاں ہوں گا، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ: ((أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ، أَيْنَ أَنَا غَدًا)) اسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عائِشَةَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَدُفِنَ فِي بَيْتِي[2]

رسول اللہ ﷺ اپنے مرض وفات میں بار بار اظہار خیال فرماتے: میں آج کہاں ہوں گا اور کل کہاں ہوں گا؟'' اور میری باری کو بہت دور خیال کرتے تھے۔ بالآخر جب میرا دِن آیا تو اللہ نے آپ (کی روح) کو میرے پھیپھڑے اور سینے کے درمیان قبض کیا اور آپ میرے ہی گھر میں دفن ہوئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ آپ ﷺ ان کے بستر پر موجود ہوتے تو آپ پر وحی کا نزول ہوتا۔ نبی ﷺ کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب بھی خود اللہ تعالیٰ نے کیا اور جب ان پر تہمت لگی تو دفاع بھی اللہ تعالیٰ نے کیا اور ان کی براءت میں آیات نازل

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم:٣٦٦٢ [2] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجأة، رقم:١٣٨٩

Marfat.com

فرمائیں اور بوقت وفات آپ ﷺ نے انہی کے گھر قیام کا ارادہ فرمایا اور ان کے جسم سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے۔

تیری پاکیزگی پر نطق فطرت نے شہادت دی
تجھے عظمت عطا کی عافیت بخشی فضیلت دی
تیری اگر سحر پرور ادا پر حرف آ جاتا
خدا کا انتخابی فیصلہ مخدوش کہلاتا
خدائے لم یزل کا بارہا تجھ پر سلام آیا
مبارک ہیں وہ لب جن پر ادب سے تیرا نام آیا
رسول اللہ ﷺ نے رکھا ہے صدیقہ رضی اللہ عنہا لقب تیرا
فقط فرشی نہیں عرشی بھی کرتے ہیں ادب تیرا
تیرا حجرہ امین خاص ہے ذاتِ رسالت کا
بساط ارض پر ٹکڑا یہی ہے باغ جنت کا
اس میں رحمۃ للعالمین ﷺ رہتے ہیں
تیرا حجرہ ہے جس کو گنبد خضراء بھی کہتے ہیں
اسی سے حشر کے دِن سرور کونین اُٹھیں گے
مگر تنہا نہیں مع الشیخین اُٹھیں گے
تیرے رحمت کدہ سے مغفرت کی ابتداء ہو گی
اور اسی پر اُمتوں کی عافیت کی انتہاء ہو گی

(عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ)

موت کے قریب مسواک کی خواہش

نبی کریم ﷺ کو مسواک بہت پسند تھی۔ احادیث کے مطابق آپ ﷺ نمازوں کے ساتھ، سو کر اُٹھنے پر اور گھر میں داخل ہوتے وقت مسواک کیا کرتے تھے اور وفات کے قریب جب آپ ﷺ کو سہارا دے کر اُٹھایا جاتا اس وقت بھی آپ ﷺ نے مسواک کی

Marfat.com

خواہش کا اظہار کیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک کو اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کیا اور آپ ﷺ کو دی۔ صحیح بخاری کی روایت میں یہ سارا واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا أَنّهَا كَانَتْ تَقُولُ: إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيَّ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي، وَفِي يَوْمِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَأَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ، فَقُلْتُ: آخُذُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ: ((أَنْ نَعَمْ)) فَتَنَاوَلْتُهُ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، وَقُلْتُ: أُلَيِّنُهُ لَكَ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ ((أَنْ نَعَمْ)) فَلَيَّنْتُهُ، فَأَمَرَّهُ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ)) ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: ((فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى)) حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ[1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے احسانات میں سے ایک احسان مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری باری کے دن میرے گھر میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کا سر میرے پھیپھڑے اور گردن کے درمیان تھا اور اللہ نے آخری وقت میرا اور آپ کا لعاب دہن ملا دیا کیونکہ میرے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک تازہ مسواک پکڑے ہوئے آئے۔ میں اس وقت آپ کو سہارا دیئے ہوئے تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ مسواک کو ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہے ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ آپ مسواک کو پسند کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ مسواک آپ کے لیے لے لوں۔ آپ نے سر مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا: ''ہاں۔'' چنانچہ میں نے وہ مسواک

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، رقم:٤٤٤٩

Marfat.com

لے کر آپ کو دی لیکن آپ کو سخت محسوس ہوئی، اس لیے میں نے کہا: میں اسے نرم کر دوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے اسے چبا کر نرم کر دیا۔ پھر آپ نے اسے دانتوں پر پھیرا اور آپ کے سامنے ایک پانی کا مشکیزہ یا پیالہ تھا اس میں آپ ہاتھ تر کر کے منہ پر پھیرتے اور فرماتے لاالہ الا اللہ موت میں بڑی سختیاں ہوتی ہیں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر فرمایا: ''اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔'' یہاں تک کہ آپ کی روح مبارک نکل گئی اور ہاتھ نیچے ڈھلک گیا۔

اس حدیث سے مسواک کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت بھی جب آپ کے لیے مسواک چبانا دشوار تھا اور سخت بیماری کا عالم تھا، مسواک کو ترک نہیں کیا۔ پس مسواک دانتوں کی صفائی کے لیے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضاء کا باعث بھی ہے۔

Marfat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہشات

Marfat.com

آج ان کا خدمتگار رہوں گا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض دفعہ گھر سے یہ ارادہ کر کے نکلتے کہ آج سارا دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رہیں گے۔ آپ کی خدمت کریں گے تا کہ دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی ہی خواہش کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے اپنے گھر وضو کیا اور باہر نکلے، دِل میں کہنے لگے کہ میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ وہ مسجد میں آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا: آپ باہر اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ لہٰذا میں پوچھتا ہوا رواں ہوا اور چاہِ اریس تک جا پہنچا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا، چنانچہ جب آپ رفع حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کر چکے تو میں آپ کے پاس گیا، آپ چاہ اریس یعنی اس کی منڈیر کے درمیان کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیوں کو کھول کر کنویں میں لٹکا رکھا تھا۔ میں آپ کو سلام کر کے لوٹ آیا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون؟ انہوں نے کہا: ابوبکر۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہر جایئے۔ میں نے جا کر عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر اجازت مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کو آنے دو اور انہیں جنت کی خوشخبری دے دو۔'' لہٰذا میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہا: اندر آ جایئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب آپ کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اس طرح اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے لٹکا رکھے تھے اور اپنی پنڈلیاں بھی کھول دیں۔ میں واپس جا کر بیٹھ گیا اور میں اپنے بھائی کو گھر میں وضو کرتے چھوڑ آیا تھا۔ میں نے اپنے دِل میں کہا: اگر اللہ کو اس کی بھلائی منظور ہے تو ضرور اس کو یہاں لے آئے گا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی دروازہ ہلا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا: عمر بن خطاب! میں نے کہا: ذرا ٹھہر جایئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ کو سلام عرض کر کے گزارش کی کہ عمر (رضی اللہ عنہ) حاضر ہوئے ہیں اور آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں اجازت اور جنت کی بشارت دے دو۔'' اس پر میں نے واپس جا کر کہا اندر آ جایئے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی خوشخبری دی ہے۔ چنانچہ وہ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کنویں کی منڈیر پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔ پھر میں واپس آ کر دروازے پر بیٹھ گیا اور دِل میں وہی کہنے لگا کہ اگر اللہ فلاں کے ساتھ بھلائی چاہے گا تو اسے لے آئے گا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور دروازے کو حرکت دینے لگا۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: عثمان۔ میں نے کہا: ٹھہریے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور انہیں خبر دی تو آپ نے فرمایا: ''انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور جو آزمائش انہیں پہنچے گی اس کے بدلہ میں جنت کی بشارت بھی دے دو۔'' چنانچہ میں آیا اور ان سے کہا: آ جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے اس مصیبت پر جو آپ پر پہنچے گی جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اندر آ گئے اور انہوں نے منڈیر کو بھرا ہوا دیکھا تو وہ آپ کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھر سے یہی خواہش لے کر نکلے تھے کہ آج کا سارا دِن رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں گزاروں گا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو پورا کر دیا۔ صاحب علم اور پرہیزگار آدمی کی مجلس میں بیٹھنے سے بندے کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور اس کی روحانی قوت بڑھتی ہے۔ اس لیے نبی ﷺ نے اچھے دوست کو کستوری بیچنے والے سے

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا، رقم: ٣٦٧٤

Marfat.com

تشبیہ دی ہے کہ جس کے پاس آدمی جتنی دیر تک بیٹھتا ہے، خوشبو سے اس کا دماغ معطر رہتا ہے۔ پس نیک مجالس کی ایک روحانی خوشبو ہوتی ہے۔ جس سے ایمان کو قوت و تازگی ملتی ہے۔ پرہیزگار لوگوں کے پاس بیٹھنے کی خواہش بھی ہونی چاہیے اور وقت نکال کر ان کی صحبت میں بیٹھنا بھی چاہیے۔ ان کی صحبت سے ایمان کے وہ عطر بیز جھونکے ملتے ہیں جو روح کو تازہ کر دیتے ہیں۔ شیطانی مجالس ایمانی حرارت کو کم کر دیتی ہیں۔ جو لوگ موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہیں لہو ولعب کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں، وہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔ موسیقی کی روح نہیں بلکہ نفس امارہ کی غذا ہے، نفس امّارہ ہمیشہ برائی کا متلاشی رہتا ہے اور انسان میں گناہ کی خواہشات جگاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان لوگوں کے پاس جب بھی وقت ہوتا تھا وہ اسے نیکی اور تقویٰ کی مجالس میں گزارنے کی خواہش رکھتے تھے۔

کاش مجھے بھی خواب آئے

عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر کوئی خواب دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر فرماتے اور کبھی کبھی خود اپنا بھی کوئی خواب بیان فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے دِل میں بھی یہ خواہش اُٹھی کہ کوئی خواب دیکھوں۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَى رُؤْيَا، فَأَقُصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ أَقُولُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي: لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

Marfat.com

فَقَالَ: ((نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ)) فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا[1]

نبی ﷺ کے زمانہ حیات میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتا۔ مجھے بھی آرزو ہوئی کہ میں کوئی خواب دیکھوں اور رسول اللہ ﷺ سے بیان کروں۔ میں ابھی نوجوان تھا اور رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد میں سویا کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور جہنم کی جانب لے گئے ہیں، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کنویں کی طرح پیچ دار بنی ہوئی ہے۔ اس پر دو چرخیاں ہیں اور اس میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں میں پہچانتا ہوں۔ میں جہنم سے اللہ کی پناہ مانگنے لگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہمیں ایک فرشتہ ملا جس نے مجھ سے کہا کہ ڈرو نہیں۔ میں نے یہ خواب (اپنی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''عبداللہ اچھا آدمی ہے، کاش وہ تہجد پڑھا کرتا۔'' اس کے بعد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔

نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ ''عبداللہ اچھا آدمی ہے کاش وہ تہجد پڑھتا ہوتا'' تہجد کی فضیلت کو واضح کرتا ہے کہ تہجد پڑھنا جہنم سے نجات کا باعث ہے۔ اسی طرح اس روایت میں ایک خواب کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ جس پر نبی ﷺ نے تہجد پڑھنے کی ترغیب دی۔ خواب کا ہماری زندگی سے ایک گہرا تعلق ہے۔ اس لیے خوابوں سے متعلق مختصر معلومات قلمبند کی جا رہی ہیں۔

❁ خواب کی تین قسمیں ہیں۔ اچھا خواب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور بہت سے برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور بعض انسان کے ذہنی خیالات

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجمعه، باب فضل قيام الليل، رقم: ١١٢١، ١١٢٢

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ یعنی بندہ سارا دن جو کام کرتا یا سوچتا ہے، وہی خواب میں دیکھ لیتا ہے۔ جب کوئی آدمی برا خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ تین بار تعوذ پڑھے، اپنی بائیں جانب تھوکے اور کروٹ بدل لے، وہ برا خواب اسے کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

((الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ)) فَقَالَ: إِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنْ جَبَلٍ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فَمَا أُبَالِيهَا[1]

''اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ناپسندیدہ خواب شیطان کی طرف سے۔ پھر جب کوئی تم میں سے برا خواب دیکھے تو بائیں طرف تھوکے اور اللہ کی پناہ مانگے اس کے شر سے، پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔''
ابوسلمہ نے کہا کہ میں بعض خواب ایسے دیکھتا جو کہ پہاڑ سے بھی زیادہ مجھ پر بھاری ہوتے، لیکن جب میں نے یہ حدیث سنی تو مجھے کچھ پروا نہ رہی۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: إِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا تُمْرِضُنِي قَالَ: فَلَقِيتُ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: وَأَنَا كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا فَتُمْرِضُنِي حَتَّى سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا إِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَإِنْ رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّهَا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ))[2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الرویاء باب الرویا من الله والحلم من الشیطان، رقم: ۲/۲۲۶۱

[2] صحیح مسلم کتاب الرویاء باب الرویا الصالحة من الله ومن رأى ما یکره، رقم:٤/ ۲۲٦۱

Marfat.com

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں بعض خواب ایسے دیکھتا کہ بیمار ہو جاتا تھا۔ پھر میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملا (ان سے اس کے متعلق پوچھا) انہوں نے کہا کہ میرا بھی یہی حال تھا، یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو بیان نہ کرے مگر اپنے دوست سے اور جب برا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھوکے اور شیطان کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے بیان نہ کرے تو اس سے نقصان نہ پائے گا۔''

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ)) ①

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو برا سمجھے تو بائیں طرف تین بار تھوکے اور تین بار شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور جس کروٹ پر لیٹا ہو، اس سے پھر جائے۔''

❀ جو آدمی جھوٹا خواب بیان کرے قیامت والے دِن اسے بطور سزا کے جو کے دو دانوں میں گرہ لگانے کا کہا جائے گا اور جب وہ ایسا نہیں کر سکے گا تو اسے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ)) ②

''جو آدمی ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا اسے قیامت کے دن جَو کے دو دانوں میں گرہ لگانے کا کہا جائے گا اور وہ ایسا کبھی نہیں کر پائے گا۔''

---

① صحیح مسلم، کتاب الرؤیاء باب إذا رأى ما یکره فلیتعوذ لیتحول، رقم: ۲۲٦۲

② صحیح البخاری کتاب التعبیر باب من كذب فی حلمه، رقم: ۷۰٤۲

Marfat.com

❁ خواب میں نبی ﷺ کی زیارت بھی ہو سکتی ہے اور شیطان نبی ﷺ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((مَن رَآنِی فَقَد رَأَی الحَقَّ، فَإِنَّ الشَّیطَانَ لَایَتَکَوَّنُنِی))[1]

''جس شخص نے (خواب میں) مجھے دیکھا تو اس نے یقیناً حق ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مشابہت اختیار نہیں کر سکتا۔''

❁ دن کے خواب بھی رات کے خواب کی مثل ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔ یہ بات غلط ہے کہ دِن کے خواب جھوٹے ہوتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ رات اور دِن کے خواب یکساں ہیں۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے درج ذیل روایت نقل کی ہے جس میں آپ ﷺ کے ایک دِن کے خواب کا ذکر ہے:

کانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَدخُلُ عَلَی أُمِّ حَرَامٍ بِنتِ مِلحَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَا وَکانَت تَحتَ عُبَادَةَ ابنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَیهَا یَومًا فَأَطعَمَتهُ، وَجعَلَت تَفلِی رَأسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ استَیقَظَ وَهُوَ یَضحَكُ، قالَت: فَقُلتُ: ما یُضحِکُكَ یَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قالَ: (نَاسٌ مِنْ أُمَّتِی عُرِضُوا عَلَیَّ غُزَاةً فِی سَبِیلِ اللّٰهِ، یَرکَبُونَ ثَبَجَ هٰذَا البَحرِ، مُلُوکًا عَلَی الأَ سِرَّةِ، أَو: مِثلَ المُلُوكِ عَلَی الأَسِرَّةِ)) قالَت: فَقُلتُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ، اُدعُ اللّٰهَ أَنْ یَجعَلَنِی مِنهُم، فَدَعَالَها رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ وَضَعَ رَأسَهُ ثُمَّ استَیقَظَ وَهُوَ یَضحَكُ، فَقُلتُ: مَا یُضحِکُكَ یَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قالَ:(نَاسٌ مِنُ أُمَّتِی عُرِضُوا عَلَیَّ غُزَاةً فی سَبِیلِ اللّٰهِ)) کَما قالَ فِی الأُولَی، قالَت: فَقُلتُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ ادعُ اللّٰهَ أَنْ یَجعَلَنِی مِنهُم، قَالَ:((أَنتِ مِنَ الأَوَّلِینَ))فَرَکِبَتِ البَحرَ فی زَمَانِ مُعَاوِیَةَ بنِ أَبِی

[1] صحیح البخاری، کتاب التعبیر باب من رأی النبی فی المنام، رقم: ٦٩٩٧

Marfat.com

سُفْيَانَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ، فَهَلَكَتْ ①

رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک دن آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا، اس کے بعد وہ آپ کے سر سے گرد وغبار صاف کرنے لگیں حتیٰ کہ آپ سو گئے پھر جب بیدار ہوئے تو آپ ہنس رہے تھے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ مجھے اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے دکھائے گئے ہیں جو بادشاہوں کی طرح سمندر میں سوار ہیں یا بادشاہوں کی طرح تختوں پر بیٹھے ہیں۔'' حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شریک کرے، چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد پھر سر رکھ کر سو گئے پھر جب ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول ﷺ! آپ کس لیے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میری امت کے چند لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے پھر میرے سامنے پیش کیے گئے، جیسا کہ آپ نے پہلی دفعہ فرمایا تھا۔ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے کو ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: ''تم تو پہلے لوگوں میں شریک ہو چکی ہو۔'' پھر ایسا ہوا کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندر میں سوار ہوئیں اور سمندر سے نکلتے وقت اپنی سواری سے گر کر ہلاک ہو گئیں۔

اس روایت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ رات اور دِن کے خواب برابر ہیں اور یہی امام ابن سیرین رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔

① صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب رؤيا بالنهار، رقم: ۷۰۰۱، ۷۰۰۲

Marfat.com

وہ آئیں گھر ہمارے

کتنے خوش نصیب تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ وہ بارگاہِ رسالت میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتے کہ یا رسول اللہ ہمارے گھر تشریف لائیں اور پھر عرب کے چاند کو اپنے گھر میں جلوہ افروز دیکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ان کا گھر مہک اُٹھتا تھا۔ پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ تاباں کا دیدار بھی کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جھڑنے والے پھول بھی اکٹھے کرتے تھے۔ آج احادیث کی کتابیں انہی پھولوں سے معطر ہیں۔ عرب کے اِن دیہاتی لوگوں کی قسمت کے کیا کہنے، جو تھے تو بکریوں کے چرواہے، لیکن امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے سے خَیْرُالْقُرُوْنِ قَرْنِی میں شامل ہو کر زمانے کے بہترین لوگ بن گئے اور ان کے کچے جھونپڑے دنیا کے بہترین گھر تھے کہ ان گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے، ان کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور ان کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہوتے۔ ان کے آنسو کس قدر قیمتی تھے کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دلاسہ سے خشک فرماتے اور ان کی خوشیاں کس قدر قابل رشک تھیں کہ جن میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد بہار کا جھونکا بن جاتی تھی۔

ہاتھ آئے اگر خاک تیرے نقشِ قدم کی
سر پر کبھی رکھیں، کبھی آنکھوں سے لگائیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ خود ان کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور کبھی کوئی صحابی خود یہ خواہش لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر کو رونق بخشیں۔ ہم یہاں عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ایسی ہی ایک درخواست لے کر بارگاہِ رسالت میں آئے۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ اِن الفاظ میں مذکور ہے:

عَنْ مَحْمُودِ بنِ الرَّبِيعِ الأَنصارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ: أَنَّ عِتبَانَ ابنَ مالِكٍ، وَهُوَ مِنْ أَصحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، مِمَّنْ شَهِدَ بَدرًا مِنَ الأَنصَارِ: أَتى

Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِى، وَأَنَا أُصَلِّى لِقَوْمِى، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ، سَالَ الْوَادِى الَّذِى بَيْنِى وَبَيْنَهُمْ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِىَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّى لَهُمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنَّكَ تَأْتِينِى فَتُصَلِّى فِىْ بَيْتِى، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَأَفْعَلُ إِن شَاءَ اللّٰه)) قَالَ عِتبَانُ: فَغَدَا عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوبَكرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجلِسْ حَتّٰى دَخَلَ البَيتَ، ثُمَّ قَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّىَ مِنْ بَيتِكَ)) قَالَ: فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ البَيتِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى رَكْعَتَينِ ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ: وَحَبَسْنَا عَلَى خَزِيرَةٍ صَنَعنَاهَا لَهُ، قَالَ: فَثَابَ فِى البَيتِ رِجَالٌ مِن أَهلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ، فَاجتَمَعُوا، فَقَالَ قَائِلٌ مِنهُم: أَينَ مَالِكُ بنُ الدُّخَيشِنِ أَوِ ابنُ الدُّخشُنِ؟ فَقَالَ بَعضُهُم: ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، يُرِيدُ بِذٰلِكَ وَجهَ اللّٰهِ)) قَالَ: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعلَمُ، قَالَ: فَإِنَّا نَرَى وَجهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى المُنَافِقِينَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، يَبتَغِى بِذٰلِكَ وَجهَ اللّٰهِ)) [1]

حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ان انصاری اصحاب میں سے ہیں جو شریک بدر تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میری بینائی خراب ہوگئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں لیکن بارش کی وجہ سے جب وہ نالہ بہنے لگتا ہے جو میرے اور ان کے درمیان ہے تو

[1] صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، رقم: ٤٢٥

Marfat.com

میں نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں نہیں آ سکتا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تا کہ میں اس جگہ کو جائے نماز قرار دے لوں۔ راوی کہتا ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ان شاء اللہ جلد ہی ایسا کروں گا۔'' حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے گھر تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی پس آپ میرے گھر میں داخل ہوئے اور بیٹھنے سے پہلے فرمایا: ''تم اپنے گھر میں کس جگہ نماز پڑھنا چاہتے ہو تا کہ میں وہاں نماز پڑھوں۔'' حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے گھر کے ایک گوشہ کی نشاندہی کی تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی۔ ہم بھی صف بستہ ہو کر آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد سلام پھر دیا، پھر ہم نے آپ کے لیے کچھ حلیم تیار کر کے آپ کو روک لیا اس کے بعد اہل محلّہ میں کئی آدمی گھر میں آ کر جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ مالک بن دُخیشن یا دُخشن کہاں ہے؟ کسی نے کہا: وہ تو منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا مت کہو کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ خالص اللہ کی خوشنودی کے لیے لا الہ الا اللّٰہ کہتا ہے۔'' وہ شخص بولا: اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں بظاہر تو ہم اس کا رخ اور اس کی خیر خواہی منافقین کے حق میں دیکھتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر آگ کو حرام کر دیا ہے جو لا الہ الا اللّٰہ کہہ دے بشرطیکہ اس سے اللہ کی رضا مندی ہی مقصود ہو۔''

مذکورہ حدیث میں ہمارے لیے بہت سے اسباق موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

Marfat.com

❀ معلم کو اپنے شاگرد کے گھر میں بھی اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے اور اس طرح پیر کو اپنے مرید کے گھر میں بلا اجازت داخل نہیں ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ جو کائنات کے ہادی و رہبر اور مرشد ہیں، عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہونے سے پہلے اجازت مانگ رہے ہیں۔ حالانکہ عتبان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے صحابی اور آپ کے شاگرد ہیں۔

❀ گھر کے ایک کمرے یا کونے کو عبادت کے لیے خاص کیا جا سکتا ہے جہاں نفلی نماز ادا کریں اور فرائض کی مسجد میں ادائیگی کے بعد سنتیں گھر میں اس مقام پر ادا کریں۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ گھر میں موجود خواتین اور بچے اس سے ایک تربیتی سبق حاصل کریں گے اور آج ہمارے لیے افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ ہم گھر میں عبادت کے لیے تو کوئی کمرہ یا کونا کھدرا خاص نہیں کرتے، لیکن شیطانی آلات کے لیے ضرور گھر میں ایسی جگہ کا اہتمام کرتے ہیں جہاں سب بیٹھ کے شیطانی کھیل سے لطف اندوز ہو سکیں۔ آہ! کبھی مسلمانوں کے گھروں میں تلاوت کی آواز گونجا کرتی تھی اور رات کی تاریکیوں میں وہ آہوں اور سسکیوں سے معمور ہوتے تھے۔ جب ہم سے وہ آہِ سحرگاہی اور دعائے نیم شبی چھن گئی تو ہمارے دِلوں سے روحانی سکون بھی جاتا رہا ؎

کبھی چھوڑی ہوئی محفل بھی یاد آتی ہے راہی کو
کھٹک سی جو سینے میں ہے کہیں غم منزل نہ بن جائے

❀ نبی کریم ﷺ نے کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے والے کو منافق کہنے سے روک دیا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ انسانیت کو ملانے کا درس لے کر آئے تھے۔ آپ ﷺ نے کافر و منافق وغیرہ کہنے سے حتی المقدور گریز کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ آپ کی زندگی کا مقصد ہی نہیں تھا۔ آپ ﷺ لوگوں کے عقائد کی اصلاح کرنے، انہیں آپس میں ملانے اور انسانیت کا درس دینے کے لیے آئے تھے اور اپنی کوشش و جہد کو انہی چیزوں پر مرکوز رکھا۔ حیرت ہے اِن لوگوں پر جنہوں نے آپ ﷺ کے طریق کو چھوڑ کے کفر و منافقت کے فتووں کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا ہے۔

Marfat.com

مرنے سے پہلے دو رکعت کی خواہش

حرم سے باہر مقام تنعیم پر سولی کو گاڑھ دیا گیا تھا اور اعلان کرنے والے لوگوں کو جمع کر رہے تھے۔ ڈھنڈورچی ڈھنڈورا پیٹ رہے تھے اور لوگوں کو جمع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ نبی ﷺ کے ایک صحابی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کرنا چاہتے تھے۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں، اِن کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا اور اب حارث بن عامر کے بیٹے جنہوں نے دھوکے سے کسی طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا تھا، اُنہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے تو کافر کو میدان جنگ میں بہادروں کی طرح لڑتے ہوئے جہنم واصل کیا تھا اور یہ کافر لوگ خبیب رضی اللہ عنہ کو بزدلوں کی طرح جم غفیر کی صورت میں قتل کرنا چاہتے تھے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے جب پھانسی گھاٹ کے قریب پہنچے تو ان کی پُر وقار آواز گونجی: اگر تمہاری اجازت ہو تو میں دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ سارا واقعہ اپنی صحیح میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَنَفَرُوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِي مَنْزِلٍ نَزَلُوهُ قَالُوا نَوَى تَمْرِ يَثْرِبَ فَاتَّبَعُوا آثَارَهُمْ فَلَمَّا أُخْبِرَ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَئُوا إِلَى فَدْفَدٍ فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا وَأَعْطُونَا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَمِيرُ الْقَوْمِ أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ لَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةٍ وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَلَمَّا تَمَكَّنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا فَقَالَ: الرَّجُلُ الثَّالِثُ هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللَّهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهَؤُلَاءِ لَأُسْوَةً يُرِيدُ الْقَتْلَ فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَقَتَلُوهُ فَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتَّى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خُبَيْبًا وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا لِلْقَتْلِ فَأَعَارَتْهُ إِيَّاهَا فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا قَالَتْ وَأَنَا غَافِلَةٌ حَتَّى أَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ يُجْلِسُهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، قَالَتْ: فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ،قَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنِّي أَقْتُلُهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ فَقَالَتْ:وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ قَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ دَعُونِي أَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: وَاللَّهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعًا مِنَ الْقَتْلِ لَزِدْتُ اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُو سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلَاةَ وَاسْتَجَابَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ

Marfat.com

يَوْمَ أُصِيبَ فَأَخْبَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا خَبَرَهُمْ وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَى بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى عَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی فوج کی طرف سے جاسوسی کرنے کے لیے بھیجے اور عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار مقرر کیا، چنانچہ وہ روانہ ہوگئے۔ جب مقام ہدّہ میں جو عسفان اور مکہ کے درمیان ہے، پہنچے تو قبیلہ ہذیل یعنی بنولحیان کو ان کا علم ہوگیا اور ایک سو تیر انداز ان کے واسطے چلے اور جس جگہ انہوں نے کھجوریں بیٹھ کر کھائیں تھیں جو بطور زادِ راہ کے مدینہ سے لائے تھے، وہاں پہنچ کر کہنے لگے یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں۔ پھر وہ کھجوروں کے نشان کی وجہ سے ان کے پیچھے پیچھے ہولیے۔ حضرت عاصم اور اِن کے ساتھیوں نے جو کافروں کو دیکھا تو ایک اونچی جگہ پر پناہ لے لی۔ کافروں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے تم اُتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو ہم اقرار کرتے ہیں کہ کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ سردار جماعت یعنی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم آج میں تو کافر کی پناہ میں نہ اتروں گا۔ الٰہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی اطلاع دے دے۔ کفار نے یہ سن کر اِن کے تیر مارے اور عاصم سمیت سات آدمیوں کو شہید کر دیا۔ باقی تین آدمی یعنی خبیب انصاری، زید بن دثنہ اور ایک اور شخص قول وقرار لے کر کفار کی پناہ میں چلے گئے۔ کافروں کا جب اِن پر قابو حاصل ہو گیا تو کمانوں کی تانت اُتار کر ان کو مضبوط جکڑ لیا۔ ان میں تیسرا آدمی بولا یہ پہلی عہد شکنی ہے اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا،

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرا، رقم: ۳۹۸۹

Marfat.com

مجھے ان شہیدوں کی راہ پر چلنا ہے۔ کافروں نے اس کو پکڑ کر کھینچا اور ہر چند ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ گیا، آخر کار اس کو قتل کر دیا اور خبیب و ابن دثنہ کو لے چلے اور واقعہ بدر کے بعد دونوں کو فروخت کر دیا۔ خبیب کو حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا۔ جنگ بدر کے دِن خبیب نے ہی حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ بہر حال خبیب ان کے پاس قید رہے۔ حارث کی بیٹی کا بیان ہے کہ جب سب کافر خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے جمع ہوئے تو خبیب رضی اللہ عنہ نے اپنے بالوں کی اصلاح کرنے کے لیے مجھ سے اُسترا مانگا، میں نے دے دیا اور میری بے خبری میں میرا چھوٹا بچہ لڑھکتا ہوا ان کی طرف چلا گیا تو خبیب نے میرے اس لڑکے کو ران پر بٹھا لیا مجھے اس وقت خبر نہ ہوئی جب میں اس کے پاس پہنچی اور میں نے دیکھا کہ میرا لڑکا اُس کی ران پر بیٹھا ہے اور اُسترا اُس کے ہاتھ میں ہے تو میں گھبرا گئی۔ خبیب نے بھی خوف کے آثار میرے چہرے پر دیکھ کر پہچان لیا اور کہنے لگے کہ کیا تمہیں اِس بات کا خوف ہے کہ میں اس کو قتل کر دُوں گا؟ اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔ بنت حارث کہتی ہے بخدا! میں نے خبیب سے بہتر کبھی کوئی قیدی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم میں نے ایک روز دیکھا کہ وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا انگور کا ایک خوشہ ہاتھ میں لیے کھا رہا ہے، حالانکہ ان دِنوں مکہ میں وہ پھل نہیں تھا۔ درحقیقت وہ خداداد حصہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے خبیب کو مرحمت فرمایا تھا۔ جب کفار خبیب کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو قتل ہونے سے قبل خبیب بولے مجھے ذرا چھوڑ دو میں دو رَکعت نماز پڑھ لوں۔ کافروں نے چھوڑ دِیا۔ خبیب نے دو رَکعتیں پڑھ کر کہا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ یہ لوگ گمان کریں گے کہ موت سے ڈر گیا ہوں تو نماز طویل پڑھتا پھر کہنے لگے الٰہی اِن سب کو ہلاک کر دے ایک کو باقی نہ چھوڑنا۔ اِس کے بعد یہ شعر پڑھے۔

اگر حالت اسلام میں میرا قتل ہو تو پھر مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ

Marfat.com

میں کس پہلو پر میری موت ہو گی۔ میرا یہ مارا جانا اللہ کی راہ میں ہے اور اگر اللہ چاہے گا تو کٹے ہوئے عضو کے جوڑوں پر برکت نازل فرما دے گا۔ اِس کے بعد حارث کے بیٹے نے خبیب کو قتل کر دیا۔ حضرت خبیب سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے ہر اِس مسلمان کے لیے جو اللہ کی راہ میں گرفتار ہو کر مارا جائے قتل ہوتے وقت دو رکعتیں پڑھنے کا طریقہ جاری کیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے شہید ہوتے وقت جو دُعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ قبول کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر دے دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے عاصم رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مصائب کی کیفیت بیان فرما دی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے چونکہ بدر کے دِن کفار کے ایک بڑے سردار کو مارا تھا اِس لیے کافروں نے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ جا کر عاصم کی کوئی نشانی لے آؤ تا کہ نشانی کے ذریعہ سے عاصم کی شناخت ہو جائے لیکن کچھ بھڑیں (زنبور) حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اَبر کی طرح مسلط فرما دیں اور اِن بھڑوں نے قریش کے قاصدوں سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش کو محفوظ رکھا اور کفار حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے بدن کا گوشت نہ کاٹ سکے۔

حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے مرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ کتنے بابرکت لوگ تھے جو جان بھی باری تعالیٰ کی خاطر ہی دیتے اور مرنے سے پہلے گھبراہٹ کی بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجدہ ہونا چاہتے۔ موت سامنے کھڑی ہے لیکن

تختۂ دار پہ آئے تو اسے چوم لیا
ایسے بھی جی دار زمانے نے کم دیکھے ہیں

یہ عجب توحید کا درس ہے کہ کافروں کے جھرمٹ میں، موت کے سامنے اللہ کو سجدہ کر کے اعلان کر دیا کہ ہم مسلمان ہیں، ہماری گردن صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتی ہے، کسی بت کے سامنے نہیں۔ یہ لوگ صنم خانوں میں توحید کی ضرب لگانے والے تھے۔

Marfat.com

نیکیوں کے لیے مال کی خواہش

مال کا اگر صحیح استعمال کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ اس مال کے ذریعہ سے نیکیاں بھی خریدی جاسکتی ہیں اور برائیاں بھی لوگوں پر رحم بھی کیا جاسکتا ہے اور ظلم بھی اور اس مال کے ذریعہ سے بندہ نیکی کے راستے بھی کھول سکتا ہے اور ظلم کے راستے بھی۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کو قابل رشک قرار دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ایک دفعہ چند غریب صحابہ رضی اللہ عنہم بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ ان کے لیے مال کی دُعا کریں۔ اس لیے کہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ مال دار لوگ نیکیوں میں ان سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ مال کے ذریعہ نیکیاں خرید رہے ہیں۔ مجاہدین کی مدد کر رہے ہیں، فقراء پر خرچ کرتے ہیں اور غریب لوگ ایسی نیکیاں نہیں کر سکتے۔ پس انہوں نے آپ ﷺ سے مال کے لیے دُعا کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے

جَآ الفُقَرَآءُ اِلَی النَّبِی (ﷺ) فَقَالُوَ:اذَهَبَ اَهلُ الدُّثُورِمَنَ الَا مُوَالِ بِالدَّرَجَاتِ العُلٰی وَالنَّعِیمِ المُقِیمِ یُصَلُّوُنَ کَمَا نُصَلِّی وَیَصُومُونَ کَمَا نَصُومُ وَلَهُمُ فَضَلٌ مِّنَ اَمُوَالٍ یَحُجُّونَ بِهَاوَ یَعتَمِرُونَ وَیُجَاهِدُونَ وَیَتَصَدَّقُونَ فَقَالَ آلااُحَدِّ ثُکُم بِهَااِنُ اَخَذُ تُم بِهِ اَدرَکتُم مَنُ سَبَقَکُم وَلَم یُدرِکُکُم اَحَدٌ بَعدَ کُم وَکُنتُم خَیرَ مَنُ اَنُتُم بَینَ ظَهرَانَیهِم اِلَّا مَنُ عَمِلَ مِثلَهُ تُسَبِّحُونَ وَتَحمَدُونَ وَتُکَبِّرُونَ خَلفَ کُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِینَ)) فَاختَلَفنَا بَینَنَا فَقَالَ: بَعضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِینَ وَنَحمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِینَ وَنُکَبِّرُ اَربَعًا وَّثَلَاثِینَ)) فَرَجَعتُ اِلَیهِ

Marfat.com

فَقَالَ: تَقُولُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ ①

محتاج اور نادار لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے مالدار، دولت مند لوگوں نے بلند درجات کما لیے اور ہمیشہ کا چین لوٹ لیا وہ ہماری ہی طرح نماز پڑھتے ہیں ہماری ہی طرح روزے رکھتے ہیں اور ان کے پاس مال وزر اس کے علاوہ ہے جس کے ساتھ وہ حج اور عمرہ کرتے ہیں جہاد اور صدقہ کرتے ہیں (اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر سکتے) آپ نے فرمایا: ''تمہیں ایسی بات نہ بتا دوں کہ اگر تم اس کو کرو گے تو آگے بڑھنے والوں کو پکڑ لو گے اور جو تمہارے پیچھے ہیں ان میں سے کوئی تمہیں نہیں پا سکے گا اور تم اپنے زمانہ والوں میں سے سب سے اچھے ہو جاؤ گے تمہاری برابری صرف وہی کر سکے گا جو تمہارے جیسے عمل کرے گا ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار ''سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر'' کہہ لیا کرو۔'' (راوی کہتا ہے) پھر ہم لوگوں نے اس حدیث میں اختلاف کیا بعض لوگ کہنے لگے: سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار کہنا چاہیے آخر میں ابوصالح کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر سب تینتیس تینتیس بار کہو۔

اسی سے ملتا جلتا مضمون صحیح مسلم میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ اَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ (ﷺ) قَالُوْ الِلنَّبِيِّ (ﷺ): يَارَسُوْلَ اللّٰه ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْأُجُوْرِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ قَالَ: ((أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً وَ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ

① صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ: ۸٤۳

Marfat.com

صَدَقَةً وَنَهْيٌ عَنِ مُنْكَرٍ صَدَقَةً وَفِي بُضْعِ أَحَدِ كُم صَدَقَةً)) قَالُوا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَاتِيْ أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُوْنَ لَهُ فِيْهَا اَجْرٌ قَالَ: ((أَرَأَيْتُم لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيْهَا وِزْرٌ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرًا)) ①

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مال و دولت والے اجر وثواب میں بڑھ گئے اس لیے کہ وہ اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور اسی طرح روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں (لیکن اس کے ساتھ) وہ اپنے زائد مالوں سے صدقہ دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے لیے بھی تو اللہ نے صدقہ کا سامان کر دیا ہے ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے اور تحمید صدقہ ہے اور ہر لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات سکھانا صدقہ ہے بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ہر شخص کے بدن کے ٹکڑے میں صدقہ ہے۔'' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی آدمی اپنی شہوت پوری کرتا ہے (اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے) کیا اس میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں دیکھو اگر وہ اسے حرام میں صرف کر لے تو کیا اس پر وبال نہیں ہوگا۔۔۔؟ اسی طرح جب حلال میں صرف کرتا ہے تو ثواب ہوتا ہے۔''

اور مذکورہ تعداد میں تسبیحات و تکبیرات پڑھنے کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی اگر رات کو سونے سے پہلے اس عمل کو دہرائے تو اس کی دن بھر کی تھکاوٹ کافور ہو جائے گی اور وہ نئے سرے سے ہشاش وبشاش ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ فَاطِمَةَ رضی اللہ عنہا شَكَتْ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحٰى فَاَتَتِ النَّبِيَّ (صلی اللہ علیہ وسلم) تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تَجِدْهُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِعَآئِشَةَ فَلَمَّا جَآءَ

---

① صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف: ١٠٠٦

Marfat.com

اَخبَرَتهُ، قَالَ: فَجآءَ نَاوَقَدْ اَخَذْنَامَضَاجِعَنَا فَذَهَبْتُ اَقُوْمُ، فَقَالَ: ((مَكَانَكَ)) فَجَلَسَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَقَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِىْ فَقَالَ ((اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى مَاهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ اِذَا اَوَيْتُمَا اِلٰى فِرَاشِكُمَا اَوْ اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ وَ سَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَهٰذَا خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ)) ①

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ شکوہ کیا کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھ پر نشان پڑ گئے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لونڈی مانگنے کے لیے آئیں اتفاق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ملے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیا (اور چلی آئیں) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے (حضرت فاطمہ کے آنے کا) ذکر کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں پر سونے کے لیے جا چکے تھے میں نے آپ کو دیکھ کر اٹھنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا: ''اٹھو نہیں اپنی جگہ پر رہو'' آپ تشریف لا کر ہم دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے، میں نے آپ کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی آپ نے فرمایا: میں تم دونوں کو ایسی ترکیب نہ بتاؤں جو تمہارے لیے ایک خدمت گار سے بڑھ کر ہو جب تم دونوں اپنی خوابگاہ میں اپنے بچھونوں پر جانے لگو تو ۳۳ بار اللہ اکبر کہو ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمدللہ یہ عمل تمہارے لیے ایک خدمت گار سے بڑھ کر ہو گا۔''

① صحيح البخاري كتاب الدعوت باب التكبير والتسبيح عندالمنام، رقم:٦٣١٨

Marfat.com

جنت کی خواہش میں کھجوریں پھینک دیں

صحابہ رضی اللہ عنہم کی سب سے بڑی خواہش اُخروی کامیابی ہوا کرتی تھی اور انہوں نے اس کے حصول کو اپنا مقصد اور منشور بنا رکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود بھی ان الفاظ میں آخرت کی کامیابی کو ہی سب سے بڑی کامیابی قرار دیا ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ①

''پس جو شخص آگ سے بچا کے جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔''

چنانچہ اگر یہ کامیابی کسی صحابی کو قریب نظر آئی ہے تو اس نے اس کے حصول میں اتنی بھی دیر نہیں لگائی کہ ہاتھ میں پکڑا ہوا لقمہ ہی منہ میں ڈال لیا جائے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَومَ أُحُدٍ: أَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلتُ، فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: ((فِي الْجَنَّةِ)) فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ ②

''اُحد کے دن ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: فرمایئے اگر میں جہاد میں مارا جاؤں تو کہاں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں۔ یہ سن کر اس نے فوراً اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں پھر لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک دنیا کا حصول بھی آخرت کو بہتر بنانے کے لیے ہوتا تھا۔ جب دنیا ان پر فراخ کر دی گئی تو اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دفعہ شام کو کھانا لایا گیا اور وہ روزے سے تھے۔ جب ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو انہیں اُحد کے شہداء یاد آ گئے۔ فرمانے لگے:

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے جب وہ شہید ہوئے تو انہیں ایک چادر

① آل عمران:١٨٥ ② صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة احد، رقم:٤٠٤٦

Marfat.com

میں کفن دیا گیا جس سے اگر اُن کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ بھی مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی اور ہمیں دنیا کا ساز و سامان دے دیا گیا۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا ہمیں دنیا کی صورت میں جلد بدلہ نہ دے دیا گیا ہو پھر رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔[1]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

عَنْ خَبَّاب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ[2]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے صرف اللہ کی رضا کے لیے نبی ﷺ کے ہمراہ ہجرت کی تو ہمارا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ ہم میں سے کچھ لوگوں نے تو مرنے تک اپنے بدلے میں کچھ نہ کھایا۔ انہی لوگوں میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے اور ہم میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے لیے ان کا پھل پک گیا اور وہ اسے اُٹھا اُٹھا کر کھاتے ہیں۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے اُن کے کفن کے لیے کچھ نہ ملا بس ایک چادر تھی اگر اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے، پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ان کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر کچھ اذخر گھاس ڈال دو۔

---

① صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد، رقم: ٤٠٤٥

② صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب اذا لم یجد کفنا الا ما یواری راسه، رقم: ١٢٧٦

Marfat.com

میرے قدم بھی لکھے جائیں

صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر وقت نیکی کی دُھن لگی رہتی اور نیکی کے حصول کے لیے محنت مشقت کرتے۔ سخت سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا نماز میں حائل نہ ہوتا اور گرمیوں کی تپتی دوپہریں ظہر کی نماز سے نہ روک سکتیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی کا گھر مسجد سے اتنا دور تھا کہ میرے خیال میں کوئی اور آدمی اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا لیکن وہ ہر نماز باجماعت ادا کرتا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ آپ کوئی گدھا خرید لیں تاکہ اندھیرے اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کر آجایا کریں۔ اس نے کہا:

مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْ إِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ إِنِّی اُرِیْدُ اَنْ یُّکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ إِلَی الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِیْ إِذَا رَجَعْتُ إِلٰی أَھْلِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((قَدْ جَمَعَ اللّٰہُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّہٗ)) [1]

اس نے کہا کہ مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو، میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر جانا اور جب میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر آؤں تو میرا لوٹنا بھی لکھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ نے تیرے لیے یہ سب جمع فرما دیا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی خواہش

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے اور انہیں اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے وفات سے پہلے اپنی سب سے بڑی خواہش کا اظہار اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے اِن الفاظ میں کیا۔ فرمانے لگے:

اے عبداللہ! تم اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو، عمر آپ کو

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل کثرۃ الخطا إلی المساجد، رقم:٦٦٣

Marfat.com

سلام کہتا ہے پھر ان سے کہنا میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ پیغام پہنچایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كُنْتُ أُرِيْدُهُ لِنَفْسِيْ فَلَأُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ

میں خود اس جگہ کا ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں اُن کو خود پر مقدم رکھوں گی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ لوٹ کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہاں دفن ہونے کا جتنا خیال تھا اتنا کسی اور چیز کا نہیں تھا۔ جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ اُٹھا کر لے جانا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہنا اور عرض کرنا کہ عمر آپ کے حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کر دینا۔

پھر فرمایا: دیکھو میں خلافت کا حقدار ان چند افراد سے بڑھ کر کسی کو نہیں پاتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک راضی رہے۔ یہ لوگ میرے بعد جس کو خلیفہ بنائیں وہی خلیفہ ہوگا۔ اس کی بات سننا اور اس کا کہا ماننا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان، حضرت علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ اتنے میں ایک انصاری نوجوان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! آپ کو اللہ کی طرف سے خوشی مبارک ہو اسلام میں آپ کا جو مقام ہے اسے آپ جانتے ہی ہیں پھر آپ خلیفہ بنے تو انصاف کرتے رہے اور اب آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بھتیجے میری تو یہ آرزو ہے کاش یہ خلافت برابر برابر رہے نہ مجھے اس کا ثواب ملے اور نہ میرے اوپر کچھ وبال ہو۔ [1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب موت الفجاءة بغتة، رقم: ١٣٩٢

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیر کے دِن فوت ہونے کی خواہش

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور وہ ان دنوں مرض الموت میں تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمانے لگے:

كَمْ كَفَنْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَتْ: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَّلَا عَمَامَةٌ، وَقَالَ لَهَا: فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ، قَالَ: أَرْجُوْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيهِ بِهِ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ: اغْسِلُوا ثَوْبِي هٰذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُونِي فِيهِمَا، قُلْتُ: إِنَّ هٰذَا خَلَقٌ، قَالَ: إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتّٰى أَمْسٰى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُّصْبِحَ[1]

تم نے نبی ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ میں نے کہا: تین سوتی سفید کپڑوں میں، نہ ان میں قمیص تھی اور نہ عمامہ۔ پھر انہوں نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی وفات کس دِن ہوئی؟ انہوں نے بتایا: پیر کے دِن۔ انہوں نے پوچھا: آج کون سا دِن ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پیر کا دِن۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ اب سے رات تک کسی وقت میں بھی رُخصت ہو جاؤں گا پھر اپنے کپڑے پر نظر ڈالی جو بیماری میں پہنا ہوا تھا اس پر زعفران کا نشان تھا۔ فرمایا: یہ کپڑا دھو لینا اور اس کے ساتھ دو کپڑے اور ملا لینا اور ان میں مجھے کفن دینا۔ عرض کیا: یہ کپڑا تو پرانا ہے۔ انہوں نے فرمایا: نیا کپڑا زندہ آدمی کو زیادہ درکار ہوتا ہے بہ نسبت مردے کے۔ کیونکہ مردے کا کپڑا تو پیپ اور خون کے لیے ہے۔ پھر اس دِن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے یہاں

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، رقم: ۱۳۸۷

Marfat.com

تک کہ منگل کی رات آ گئی اور صبح ہونے سے پہلے دفن کر دیے گئے۔

نئے کپڑے کا حقدار یقیناً ایک زندہ انسان ہی ہے جو ضرورت مند ہے۔ یہ صحابہ کی سوچ اور فکر تھی اور ہر وقت قبر کا تصور ان کے سامنے رہتا۔ اسی لیے فرمایا کہ کپڑا تو لہو اور پیپ کے لیے ہے۔ قبر میں اعمال کی روشنی ہوتی ہے، نئے لباس یا خوشبو کی نہیں۔ لباس کی کیفیت تو یہ ہے کہ ۔

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا مُشکیں بدن تھا معطر کفن تھا

جو قبر کہن ان کی اُکھڑی نہ عضو بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

قبر میں روشنی اعمال کی ہوگی۔ باری تعالیٰ کے ہاں قدر و قیمت بھی اعمال کی ہے۔ عمل اچھے ہیں تو بندہ قیمتی ہے اگر عمل گندے ہیں تو دنیا والوں کے ہاں تو بندہ اچھا ہو بھی سکتا ہے، باری تعالیٰ کے ہاں نہیں۔ اللہ کے ہاں وہ تبھی اچھا ہوگا اگر گناہوں کی معافی مانگ لے اور حقیقت میں بندگی کرنے والا بندہ بن جائے۔ اس لیے کہ زندگی درحقیقت وہی ہے جس میں بندگی ہے اور زندگی بے بندگی شرمندگی ہے اور زندگی میں اگر بندگی نہیں کی تو اچھا کفن اور خوشبو میں مہکایا بدن کیڑوں کی غذا بننے کے ساتھ تا حشر حسرتوں میں ڈوبا رہے گا۔

تَفَكَّرْتُ فِي حَشْرِي وَ يَوْمَ قِيَامَتِي

وَاصْبَاحَ خُلُوِيُ فِي الْمَقَابِرِ ثَاوِيًا

"میں نے اپنے حشر اور قیامت کے دن کے بارے میں غور کیا کہ جب میرا رُخسار قبر میں پڑا ہوگا۔"

فَرِيْدًا وَحِيْدًا بَعْدَ عِزٍّ وَرِفْعَةٍ

رهِيْنًا بِجُرمِيُ وَالتُّرَابُ وَسَادِيًا

"عزت و بلندی کے بعد اکیلا پڑا ہوں گا میرا بدن قابو ہوگا اور مٹی ہی تکیہ ہوگی۔"

تَفَكَّرْتُ فِي طُوْلِ الْحِسَابِ وَ عَرْضِهٖ

Marfat.com

وَذَلِّ مقامِیْ حِیْنَ اُعطِی کِتَابِیًا

''میں نے طویل وعریض محاسبہ پر سوچا اور جس وقت اعمال نامہ ملے گا اس وقت پریشان سوچا۔''

وَلٰکِنْ رِجائِیْ فِیْكَ رَبِّی وَخَالِقِیْ

بِأنَّكَ تَعْفُوْ یَا اِلٰهِی خَطَائِیًا

''مگر اے میرے رَب اور اے میرے خالق! تجھ پر اُمید ہے کہ اے میرے معبود تو میرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔''

دو تہائی مال صدقہ کرنے کی خواہش

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي فَقُلْتُ: إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا ترى، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ:((لَا))فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ؟ فَقَالَ: ((لَا)) ثُمَّ قَالَ: ((الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ، أَوْ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ)) فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ: ((إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ، اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ)) يَرْثِي لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ[1]

رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال جبکہ میں ایک سنگین مرض میں مبتلا تھا،

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب رثا النبی ﷺ سعد بن خولة، رقم: ١٢٩٥

Marfat.com

میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ میری بیماری کی شدت کو آپ دیکھ رہے ہیں، میں مالدار آدمی ہوں مگر ایک بیٹی کے سوا میرا اور کوئی وارث نہیں ہے۔ کیا میں اپنے مال سے دوتہائی خیرات کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' میں نے عرض کیا: کیا اپنا آدھا مال؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' پھر میں نے عرض کیا: کیا ایک تہائی خیرات کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''ایک تہائی کا مضائقہ نہیں اگرچہ ایک تہائی بھی بہت ہے۔ اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑنا تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں فقیر چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ تم اللہ کی خوشنودی کے لیے جو کچھ صرف کرو گے اس کا اجر تمہیں ضرور ملے گا۔ حتیٰ کہ جو نوالہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس کا بھی ثواب ملے گا۔'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا میں بیماری کی وجہ سے اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: ''تم ہرگز پیچھے نہ رہو گے جو نیک اعمال کرو گے ان سے تمہارے درجات میں اضافہ ہوتا جائے گا اور تمہارا مرتبہ بلند ہوتا رہے گا اور شاید تم بعد تک زندہ رہو گے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو تم سے نفع پہنچے گا اور کچھ لوگوں کو تمہاری وجہ سے نقصان ہوگا۔ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کامل کر دے اور انہیں ایڑیوں کے بل مت لوٹا۔'' (یعنی ان کو مکہ میں موت نہ آئے) لیکن بے چارے سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ جن کے لیے رسول اللہ ﷺ اظہار رنج و ترس فرما رہے تھے وہ مکہ ہی میں انتقال کر گئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق آپ ﷺ کی وفات کے بعد ایک مدت تک زندہ رہے۔ عراق و ایران ان کے ہاتھوں فتح ہوئے اور بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ لیکن حجۃ الوداع والے سال وہ اپنی علالت کے پیش نظر سمجھتے تھے کہ شاید ان کی وفات کا وقت آ گیا ہے۔ اس لیے انہوں نے وفات سے پہلے

Marfat.com

دو تہائی مال صدقہ کرنے کی خواہش اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں اس ارادہ سے روک دیا۔ اس لیے کہ وصیت میں ورثاء کو ان کے حق سے محروم کرنا درست نہیں، کوئی بھی آدمی اپنی کل جائیداد سے تیسرے حصہ تک کی وصیت کرسکتا ہے۔ علماء کرام نے وصیت کے معاملہ میں تین شرطوں کو لازمی قرار دیا ہے:

① ...... قرض کی ادائیگی کے بعد تیسرے حصہ یا اس سے کم کی وصیت ہو۔

② ...... کسی حرام کام کی وصیت نہ کرے اس لیے کہ نافرمانی کے کاموں میں اطاعت نہیں ہوگی۔

③ ...... ان ورثاء کے حق میں وصیت نہ کرے جو ترکہ میں حصہ دار بنتے ہوں۔

عبادت کے لیے جگہ چاہتا ہوں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اللہ کے سامنے روئیں، آنسو برسائیں۔ اسی سے لو لگائیں۔ اگر کوئی دنیاوی چیز محبوب کی عبادت میں حائل ہوتی اس کو چھوڑ دیا کرتے۔ جو جگہ عبادت کے لیے مناسب نہ ہوتی وہاں سے ترک سکونت کر لیتے۔ ان کی زندگی کا واحد مقصد یہی تھا ؎

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

اس ضمن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ کس قدر نصیحت آموز ہے کہ جب انہوں نے مکہ کی سرزمین میں عبادت میں تنگی محسوس کی تو کسی ایسی جگہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے جہاں وہ رب تعالیٰ کے سامنے اطمینان قلب سے سربسجدہ ہوسکیں۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

میں نے اپنے ہوش میں اپنے والدین کو دین حق کی پیروی کرتے ہوئے ہی دیکھا ہے اور ہم پر کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرتا تھا کہ صبح و شام دونوں وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہ آتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو سخت اذیت

Marfat.com

دی جانے لگی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے ملک حبش جانے لگے۔ جب مقام برک الغماد پہنچے تو انہیں ابن دغنہ ملا جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا: اے ابوبکر! کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر و سیاحت اور اپنے پروردگار کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ کہنے لگا کہ تمہارے جیسا شخص نہ تو نکلنے پر مجبور ہو سکتا ہے اور نہ ہی اُسے کوئی نکال سکتا ہے کیونکہ تم تو جو چیز لوگوں کے پاس نہیں ہوتی وہ انہیں مہیا کرتے ہو اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو، ناداروں کی کفالت کرتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو اور راہ حق میں کسی کو مصیبت آئے تو تم اس کی مدد کرتے ہو لہٰذا میں تمہارا حامی ہوں، تم مکہ لوٹ چلو اور اپنے شہر میں رہ کر اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ساتھ مکہ لوٹ آئے۔ پھر ابن دغنہ رات کے وقت قریش کے سرداروں سے ملا اور ان سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا شخص نہ تو نکلنے پر مجبور ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی نکال سکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو لوگوں کو وہ چیزیں مہیا کرتا ہے جو ان کے پاس نہیں ہوتیں، رشتہ داروں سے اچھا سلوک اور بے کسوں کی کفالت کرتا ہے اور جب کبھی کسی کو حق کے راستہ میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی مدد کرتا ہے نیز مہمان نواز ہے۔ غرض قریش نے ابن دغنہ کی پناہ مسترد نہ کی اور اس سے کہا کہ تم ابوبکر کو سمجھا دو وہ گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کریں اور وہیں نماز یا جو چاہیں ادا کریں۔ علانیہ یہ کام کر کے ہمارے لیے اذیت کا باعث نہ بنیں کیونکہ علانیہ کرنے سے ہمیں اپنی عورتوں اور بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچایا اور وہ اسی شرط پر مکہ میں رہ گئے۔ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کرتے نماز علانیہ ادا نہ کرتے اور نہ ہی اپنے گھر کے سوا کہیں اور تلاوت کرتے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا تو انہوں نے

Marfat.com

اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی وہاں نماز ادا کرتے اور قرآن پاک کی تلاوت فرماتے، پھر ایسا ہوا کہ مشرکین کی عورتیں اور بچے بکثرت ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ سب کے سب تعجب کرتے اور آپ کی طرف متوجہ رہتے چونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑی گریہ وزاری کرنے والے شخص تھے۔ جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا تھا یہ حال دیکھ کر سردار ان قریش گھبرا گئے بالآخر انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا اس کے آنے پر انہوں نے شکایت کی کہ ہم نے ابو بکر کو تمہاری وجہ سے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کریں۔ مگر انہوں نے اس سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے۔ جس میں علانیہ نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے بگڑ نہ جائیں تم انہیں منع کرو، اگر وہ یہ منظور کرلیں کہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کریں گے تو امان برقرار بصورت دیگر اگر نہ مانیں اور اس پر ضد کریں کہ علانیہ عبادت کریں گے تو تم اپنی پناہ اس سے واپس مانگ لو کیونکہ ہم لوگ تمہاری پناہ توڑنا پسند نہیں کرتے اور ہم ابو بکر کی علانیہ عبادت کو بھی کسی صورت میں برقرار نہیں رکھ سکتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ابن دغنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تم سے کس بات پر معاہدہ کیا تھا لہٰذا تم اس پر قائم رہو یا پھر میری امان مجھے واپس کردو کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں کہ جس کو میں نے امان دی تھی اسے پامال کردیا گیا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تیری امان واپس کرتا ہوں اور میں صرف اللہ کی امان پر خوش ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: مجھے تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے وہاں کھجوروں کے درخت ہیں اور اس کے دونوں طرف پتھریلے میدان ہیں یعنی سیاہ پتھر ہیں یہ سن کر جس نے ہجرت کرنی تھی وہ

Marfat.com

مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا اور اکثر لوگ جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ بھی مدینہ لوٹ آئے۔ ①

مذکورہ حدیث سے کتنی ہی روشن باتوں کا پتہ چلتا ہے، چند درج ذیل ہیں:

- جس جگہ بندہ رب تعالیٰ کی عبادت اچھے انداز سے نہ کر سکے اس جگہ کو خیر باد کہہ دینا چاہیے۔ اس لیے کہ دُنیا میں آنے کا حقیقی مقصد تو آخرت کی تیاری ہے۔ اگر آخرت کی کامیابی ہی جاتی رہی تو دُنیا کی کامیابی کوئی فائدہ مند نہ ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں اپنی خواہش کا یوں اظہار کیا ہے: فَأُرِيْدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدُ رَبِّي ''میری خواہش ہے کہ میں زمین میں چلوں اور اپنے رَب کی عبادت کروں۔''
- گھر میں عبادت کی غرض سے ایک کمرہ یا کونہ مخصوص کیا جا سکتا ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں مسجد بنالی اور وہاں عبادت میں مشغول ہو گئے۔
- جو امان یا معاہدہ عبادت الٰہی میں حائل ہو اسے ختم کیا جا سکتا ہے۔

اسلام نے عبادت اور دنیا دونوں کو ساتھ ساتھ چلانے کا حکم دیا ہے نہ تو اکیلی دنیا اور نہ ہی اکیلی عبادت دونوں میں توازن ضروری ہے۔ اس لیے کہ اکیلی عبادت رہبانیت کی طرف لے جاتی ہے اور اکیلی دُنیا مادہ پرستی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ یعنی تجارت بھی ہو اور عبادت بھی، اللہ کے حقوق کا بھی خیال رکھا جائے اور بندوں کے حقوق کا بھی۔ اگر کسی صحابی نے اکیلی عبادت کے لیے ترک دُنیا کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اسے روک دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے:

مَرَّ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ فَأَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَأَقَمْتُ فِي هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ أَفْعَلَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَفْعَلْ فَإِنَّ مُقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ

① صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب هجرة النبي ﷺ واصحابه، رقم: ٣٩٠٥

Marfat.com

سَبۡعِيۡنَ عَامًا أَلَا تُحِبُّوۡنَ أَنۡ يَغۡفِرَ اللّٰهُ لَكُمۡ وَيُدۡخِلَكُمُ الۡجَنَّةَ؟ اغۡزُوا فِي سَبِيۡلِ اللّٰه مَنۡ قَاتَلَ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰه فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتۡ لَهُ الۡجَنَّةُ))[1]

اصحاب رسول میں سے ایک آدمی کا ایک ایسی گھاٹی سے گزر ہوا جس میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا، اس نے اس کے دل کو لبھایا تو اس نے کہا کاش میں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے اس گھاٹی میں اقامت پذیر ہو جاؤں (تو کیا خوب ہو) لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ (پہلے) رسول اللہ ﷺ سے اجازت لوں۔ پس اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو اس لیے کہ تمہارے کسی ایک آدمی کا اللہ کی راہ میں قیام (جہاد) کرنا اس کے اپنے گھر کی ۷۰ سالہ نماز سے بہتر ہے۔ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ (اس لیے) تم اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جس نے اللہ کے راستے میں اونٹنی کے دوبارہ دوہنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت کے لیے بھی جہاد کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔"

معلوم ہوا لوگوں سے کنارہ کش ہو کر صرف عبادت میں مصروف ہو جانا بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ معاشرہ افراد سے مل کر ترکیب پاتا ہے اور اگر اس کے بہترین لوگ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور غاروں میں چلے جائیں گے تو برائی کو روکنے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اس سے معاشرے میں بگاڑ لازم آئے گا اور اگر وہ تنہا عبادت میں مشغول رہے تو جہاد کون کرے گا اور جہاد کے لیے لوگوں کو تیار کون کرے گا؟ تنہا عبادت کا فائدہ صرف زاہد کی اپنی ذات کو ہے جبکہ جہاد وقتال اور تبلیغ واصلاح کا فائدہ بے شمار لوگوں کو ہے۔

وہ رب مجھ سے محبت کرے

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا

[1] (حسن) سنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الغدو والروح، رقم: ١٦٥٠

Marfat.com

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ، فَقَالَ:
((إِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ)) [1]

''یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرے گا اور اس چیز سے بے رغبت ہو جا جو لوگوں کے پاس ہے تو لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔''

دنیا سے بے رغبتی کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی محبت ایمانی راستے میں کہیں حائل نہ ہو بندہ ایمانی امور کو ہمیشہ مقدم رکھے اور دنیا صرف دنیا گزارنے اور آخرت کو تعمیر کرنے کے لیے کمائے اور لوگوں سے بے رغبت ہونے کا مطلب ہے جو چیزیں لوگوں کے پاس ہیں ان میں حرص نہ رکھے اور لوگوں کے پاس کیا چیزیں ہیں، یہی مال و دولت ہے اور دیگر دنیا کا سامان ہے اور یہ چیزیں لوگوں کی محبوب اشیاء ہیں، بھلا جو کسی سے اس کی محبوب چیز مانگے وہ آدمی اس سے کیونکر محبت کرے گا اور جو لوگوں کے ساز و سامان اور مراتب و مناصب سے بے نیاز ہو لوگ اس کی طرف رغبت کریں گے۔

وحی کا نزول دیکھنے کی خواہش

وحی سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس کے نبیوں میں سے کسی نبی پر نازل ہوا ہو۔ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دِل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں نبی ﷺ کو اس وقت دیکھوں جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہو۔ میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ موقع پیدا کر دیا کہ میں نے آپ ﷺ کو اس کیفیت میں دیکھ لیا۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَرِنِي النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ يُوْحٰى إِلَيْهِ، قَالَ: فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ، وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، كَيْفَ تَرٰى فِي

[1] (حسن) سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب الزهد في الدنيا، رقم:٤١٠٢

Marfat.com

رَجُلٍ أَحرَمَ بِعُمرَةٍ، وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً، فَجَائَهُ الوَحيُ، فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ إِلَيَّ فَجِئتُ، وَعَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ثَوبٌ قَد أُظِلَّ بِهِ، فَأَدخَلتُ رَأسِي، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُحمَرُّ الوَجهِ، وَهُوَ يَغِطُّ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنهُ، فَقَالَ: ((أَينَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ العُمرَةِ؟))فَأُتِيَ بِرَجُلٍ،فَقَالَ:((اغسِلِ الطِّيبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانزَعْ عَنكَ الجُبَّةَ، وَاصنَعْ فِي عُمرَتِكَ كَمَا تَصنَعُ فِي حَجَّتِكَ))[1]

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جس وقت نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو آپ مجھے دکھائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک روز نبی ﷺ مقام جعرانہ میں تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ بھی وہاں حاضر تھا اتنے میں ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس شخص کی بابت کیا حکم دیتے ہیں؟ جس نے عمرہ کا احرام باندھا مگر وہ خوشبو سے آلودہ ہے؟ اس پر نبی ﷺ نے کچھ دیر سکوت فرمایا: پھر آپ پر وحی آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری طرف اشارہ کیا جب میں آیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے سر پر ایک کپڑا تھا جس سے آپ پر سایہ کیا گیا تھا میں نے اپنا سر اس کپڑے کے اندر کیا تو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سرخ ہے اور آپ خراٹے لے رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ جب آپ کی یہ حالت ختم ہوئی تو فرمایا: ''وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟'' چنانچہ وہ شخص حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''جو خوشبو تجھے لگی ہوئی ہے اسے تین دفعہ دھوڈالو اور اپنا جبہ اتار دو اور عمرہ میں بھی اس طرح کرو جیسے حج میں کرتے ہو۔''

وحی صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ نبی کے علاوہ کسی بھی بندے پر وحی نہیں آ سکتی خواہ وہ کتنا ہی عبادت گزار کیوں نہ ہو۔ نبی ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی دو قسمیں ہیں۔

[1] صحيح البخاري، كتاب الحج، باب غسل الخلوق ثلاث مرات، رقم: ١٥٣٦

Marfat.com

ایک وہ وحی ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ یہ وہ وحی ہے جس کے الفاظ و معانی دونوں کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ اصطلاحاً اس وحی کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور دوسری وحی وہ ہے جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ اس کو وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ اس کے معانی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور الفاظ نبی ﷺ کی جانب سے ہوتے ہیں۔ یہ وہ فرامین ہیں جو آپ نے شریعت کی تشریح و توضیح میں مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے۔ تمام صحیح و حسن احادیث وحی غیر متلو ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَحيَانًا يَآتِينِي مِثلَ صَلصَلَةِ الجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، فَيَفصِمُ عَنِّي وَقَد وَعَيتُ عَنهُ مَا قَالَ، وَأَحيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ المَلَكُ رَجُلًا، فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ) قَالَت عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنها: وَلَقَد رَأَيتُهُ يَنزِلُ عَلَيهِ الوَحيُ فِي اليَومِ الشَّدِيدِ البَردِ، فَيَفصِمُ عَنهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا. ①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی تو وحی آنے کی کیفیت گھنٹی کی ٹن ٹن کی طرح ہوتی ہے اور یہ کیفیت مجھ پر بہت گراں گزرتی ہے پھر جب فرشتے کا پیغام مجھے یاد ہو جاتا ہے تو یہ موقوف ہو جاتی ہے اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آکر مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے محفوظ کر لیتا ہوں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت سردی کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب وحی آتی تو اس کے موقوف ہونے پر آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ پڑتا تھا۔

① صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، رقم:٢

Marfat.com

مذکورہ حدیث میں وحی کے نزول کی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں، کبھی جبرائیل امین اپنی اصلی صورت میں بھی نبی ﷺ کے سامنے آئے ہیں اور کبھی خواب میں کسی امر کی وحی کر دی جاتی تھی۔

اب عمرہ آپ کی خواہش سے

ثمامہ بن اثال اسلام قبول کرنے سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کے سخت مخالف تھے اور کئی اعتبار سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کر چکے تھے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کے مسجد نبوی پہنچ گئے۔ گرفتار کرنے والوں کو پتہ نہیں تھا کہ یہ یمامہ کا بادشاہ ثمامہ بن اثال ہے۔ انہوں نے اسے لاکے مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ مکمل واقعہ صحیح بخاری کی اس روایت میں ان الفاظ میں موجود ہے:

عَن أَبِی هُرَیرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ قالَ: بَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ خیلًا قِبَلَ نَجدٍ، فَجَائَت بِرَجُلٍ مِن بَنِی حَنِیفَةَ یُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِیَةٍ مِن سَوَارِی المَسجِدِ، فَخَرَجَ اِلَیهِ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ:((مَاعِندَكَ یَا ثُمَامَةُ؟)) فَقَالَ: عِندِی خَیرٌ یَامُحَمَّدُ، اِن تَقتُلنِی تَقتُلُ ذَادَمٍ، وَاِنُ تُنعِمُ تُنعِمُ عَلَی شَاكِرٍ، وَاِنَّ كُنتَ تُرِید المَالَ، فَسَل مِنهُ مَاشِئتَ، فَتَرِكَ حَتّٰی كَانَ الغَدُ، ثُمَّ قالَ لَهُ: ((مَا عِندَكَ یَا ثُمَامَةُ؟)) قَالَ:ماقُلتُ لَكَ: اِن تُنعِمُ تُنعِمُ عَلَی شَاكِرٍ، فَتَرَكَهُ حَتّٰی كَانَ بَعدَ الغَدِ، فَقَالَ: ((مَا عِندَكَ یَاثُمَامَةُ؟)) فَقَالَ: عِندِی مَاقُلتُ لَكَ، فَقَالَ: ((أَطلِقُوا ثُمَامَةَ)) فَانطَلَقَ اِلَی نَحلٍ قَرِیبٍ مِنَ المَسجِدِ، فَاغتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ المَسجِدَ، فَقَالَ: أَشهَدُ أَن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَأَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، یَامُحَمَّدُ، وَاللّٰهِ ماكَانَ عَلَی الأَرضِ وَجهٌ أَبغَضَ اِلَیَّ مِن وَجهِكَ،

Marfat.com

فَقَد أَصبَحَ وَجهُكَ أَحَبَّ الوُجُوهِ إِلَيَّ، وَاللّٰهِ ما كانَ مِن دِينٍ أَبغَضَ إِلَيَّ مِن دِينِكَ، فَأَصبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ، وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِن بَلَدٍ أَبغَضَ إِلَيَّ مِن بَلَدِكَ، فَأَصبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ البِلَادِ إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيلَكَ أَخَذَ تنِي، وَأَنَا أُرِيدُ العُمرَةَ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَمَرَهُ أَن يَعتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ: صَبَوتَ، قَالَ: لَا وَاللّٰهِ، وَلٰكِن أَسلَمتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا وَاللّٰهِ، لَا يَاتِيكُم مِنَ اليَمَامَةِ حَبَّةُ حِنطَةٍ حَتّٰى يَاذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ ①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے نجد کی طرف چند سوار روانہ کیے تو وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے۔ جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔ پوچھا: ''اے ثمامہ تیرا کیا خیال ہے؟'' اس نے کہا: میرا اچھا خیال ہے۔ اگر آپ مجھے مار دیں گے تو ایسے شخص کو ماریں گے جو خونی ہے اور اگر آپ احسان رکھ کر مجھے چھوڑ دیں گے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہیے طلب فرمائیں۔ یہ سن کر آپ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پوچھا: ''اے ثمامہ کیا خیال ہے؟ اس نے کہا میرا خیال وہی ہے جو کل عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک قدر دان پر احسان کریں گے۔ آپ نے پھر اسے رہنے دیا اور تیسرے دن پوچھا: ''اے ثمامہ کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہی جو میں آپ سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اچھا ثمامہ کو چھوڑ دو۔'' تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ وہ مسجد کے قریب ایک تالاب پر گیا وہاں غسل کر کے مسجد میں آ گیا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود

① صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة وحدیث ثمامة بن اثال، رقم: ٤٣٧٢

Marfat.com

نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اے محمد (ﷺ)! اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ مجھے روئے زمین پر آپ کے چہرہ سے بڑھ کر کوئی اور چہرہ برا معلوم نہ ہوتا تھا اور اب مجھے آپ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے آپ کے دین سے بڑھ کر کوئی اور دین برا معلوم نہ ہوتا تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر برا نہ تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا جب میں عمرہ کی نیت سے جا رہا تھا۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے مبارک باد دی، نیز اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب وہ عمرہ کرنے کے لیے مکہ آیا تو کسی نے اس سے کہا تو بے دین ہو گیا ہے۔ اس نے کہا نہیں بلکہ میں محمد ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہوں، اللہ کی قسم! اب رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے۔

جب بندہ مسلمان ہو جاتا ہے پھر عبادات بھی رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اور حکم کے مطابق کرتا ہے۔ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ پہلے جب عمرہ کرنے کے لیے جا رہے تھے تو کافر تھے اور جب اسلام قبول کر لیا تو اپنا سب کچھ آپ ﷺ کو سونپ دیا، اس لیے انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ: اب عمرہ کرنا چاہتا ہوں لیکن آپ کی خواہش اور حکم سے۔ عبادت کے حوالہ سے یہ کتنی پیاری خواہش ہے کہ جس میں نبی ﷺ کے حکم کی پابندی ہے اور آپ ﷺ کے حکم سے اسے مشروط کیا جا رہا ہے۔ اگر حکم نبوی ہے تو اس خواہش کی تکمیل کے لیے قدم اُٹھا لیتا ہوں اور حکم نہیں تو میں آپ کے اشارے پر رُک جاؤں گا۔ ایک مسلمان کے لیے اطاعتْ کا یہی جذبہ ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ نے انہیں عمرہ کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

Marfat.com

سابقہ جرم کی تلافی کی خواہش

جب بندہ تاریک راتوں میں اندھیروں کا ہم سفر ہو تو بہت جگہوں پر ٹھوکر کھاتا ہے یہی ٹھوکریں بعض دفعہ ایسے مسافر کے لیے سنگین جرم بن جاتی ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی منزل تو تاریکی ہو لیکن وہ روشنی تک جا پہنچے تاریک راستوں کا ایسا خوش نصیب مسافر جب روشنی تک جا پہنچتا ہے تو ماضی کی ٹھوکریں اس کے لیے احساسِ ندامت بن جاتی ہیں اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ندامتوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے وہ سابقہ جرائم کی تلافی کرنا چاہتا ہے کچھ ایسا ہی صحابیٔ رسول ﷺ، حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا انہوں نے دورِ جاہلیت میں اپنے آقا کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا کہ اگر وہ رسول کریم ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے تو اس کے لیے آزادی ہوگی ہوا یوں تھا کہ جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے طعیمہ بن عدی کو قتل کر کے جہنم واصل کیا تھا اور اس کے بھتیجے جبیر بن مطعم نے چچا کا بدلہ لینے کے لیے اپنے سیاہ فام غلام وحشی بن حرب کو یہ لالچ دیا کہ اگر وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے تو بدلہ میں اسے آزاد کر دیا جائے گا اور جب وحشی نے یہ کام سرانجام دے دیا تو اسے آزاد کر دیا گیا لیکن جب مکہ فتح ہوا تو اللہ ربّ العزت نے وحشی کے تاریک سینہ میں بھی اسلام کی شمع روشن کر دی اب اسے اپنے کیے پر پچھتاوا ہونے لگا پھر اس کے دل میں یہ خواہش اٹھی کہ مجھے اپنے سابقہ جرم کی تلافی کے لیے کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس سے بیتے دِنوں کا پچھتاوا اگر مکمل ختم نہیں ہوتا تو کسی حد تک کم ہو جائے اور ضمیر سے اُٹھنے والی بار بار کی وہ دستک جو اسے شرمندگی کے کچوکے لگاتی ہے ختم ہو جائے آخر سوچنے کے بعد ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ جیسے انہوں نے دورِ جاہلیت میں ایک عظیم مسلمان جرنیل کو شہید کر دیا تھا ایسے ہی کفر کے کسی بڑے سرغنہ کو قتل کر دینا چاہیے اس مقصد کے لیے انہوں نے میدانِ جہاد میں نکلنے کا فیصلہ کیا آیئے وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ واقعہ سنتے ہیں:

Marfat.com

عَن عُبَيدِ اللّٰهِ بنِ عَدِيّ ابنِ الخِيَارِ أَنَّهُ قالَ لِوَحشِيّ: أَلَا تُخبِرُنَا بِقَتلِ حَمزَةَ؟ قالَ: نَعم، اِنَّ حَمزَةَ قَتَلَ طُعَيمَةَ بنَ عَدِيّ بنِ الخِيَارِ بِبَدرٍ؛ فَقَالَ لِي مَولَاىَ جُبَيرُ ابنُ مُطعِمٍ: اِن قَتَلتَ حَمزَةَ بِعَمِّي فَأَنتَ حُرٌّ، قالَ:فَلَمَّا أن خَرَجَ النَّاسُ عامَ عَينَينِ، وَعَينَينِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ، بينهُ وَبَينَهُ وَادٍ، خَرَجتُ مَعَ النَّاسِ اِلَى القِتالِ، فَلَمَّا أَن اصطَفُّوا لِلقِتَالِ، خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ: هَل مِن مُبَارِزٍ، قالَ:فَخَرَجَ اِلَيهِ حَمزَةُ بنُ عَبدِالمُطَّلِبِ، فَقَالَ:يَاسِبَاعُ، يَاابنَ أُمِّ أَنمَارٍ مُقَطِّعَةِ البُظُورِ، أَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ﷺ؟ قالَ: ثُمَّ شَدَّعَلَيهِ،فَكَانَ كَأَمسِ الذَّاهِبِ، قَالَ وَكَمَنتُ لِحَمزَةَ تَحتَ صَخرَةٍ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيتُهُ بِحَربَتِي، فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِن بَينِ وَرِكَيهِ، قالَ: فَكانَ ذَاكَ العَهدَ بِهِ، فَلَمَّارَجَعَ النَّاسُ رَجَعتُ مَعَهُم، فَأَقَمتُ بِمَكَّةَ حَتَّى فَشَا فِيهَا الاِسلَامُ، ثُمَّ خَرَجتُ اِلَى الطَّائِفِ، فَأَرسَلُوا اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَسُولًا، فَقِيلَ لِي: اِنَّهُ لَا يَهِيجُ الرُّسُلَ، قالَ: فَخَرَجتُ مَعَهُم حَتَّى قَدِمتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: ((أَنتَ وَحشِيٌّ؟)) قُلتُ: نَعَم، قَالَ: ((أَنتَ قَتَلتَ حَمزَةَ؟)) قُلتُ: قَد كَانَ مِنَ الأَمرِ ما قَد بَلَغَكَ، قالَ: ((فَهَل تَستَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجهَكَ عَنِّي؟)) قالَ: فَخَرَجتُ، فَلَمَّاقُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ مُسَيلِمَةُ الكَذَّابُ، قُلتُ: لَأَخرُجَنَّ اِلَى مُسَيلِمَةَ، لَعَلِّي أَقتُلُهُ فَأُكَافِئُ بِهِ حَمزَةَ، قالَ: فَخَرَجتُ مَعَ النَّاسِ، فَكانَ مِنْ أَمرِهِ مَاكَانَ، فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي ثَلْمَةِ جِدَارٍ، كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَورَقُ، ثَائِرُ الرَّأسِ، فَرَمَيتُهُ بِحَربَتِي، فَأَضَعُهَابَينَ ثَديَيهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِن بَينِ كَتِفَيهِ، قالَ:وَوَثَبَ اِلَيهِ رَجُلٌ مِنَ الأَنصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيفِ عَلَى هَامَتِهِ[1]

[1] صحيح البخارى، كتاب المغازى باب قتل حمزة بن عبدالمطلب رقم: ٤٥٧٢

Marfat.com

عبید اللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا تُو ہمیں قتلِ حمزہ رضی اللہ عنہ کی خبر نہیں بتائے گا اس نے کہا: ہاں بتاؤں گا۔ ان کے قتل کا قصہ یہ ہے کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن خیار کو قتل کیا تو میرے آقا حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اگر تو میرے چچا کے بدلہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مار ڈالے تو تُو آزاد ہے۔ اس نے کہا کہ جب قریش کے لوگ کوہ عینین کی لڑائی کے سال نکلے۔ (عینین احد پہاڑ کے بازو میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔) دونوں کے درمیان ایک نالہ ہے۔ اس وقت میں بھی لڑنے والوں کے ہمراہ نکلا۔ جب لوگوں نے لڑائی کے لیے صف بندی کی تو سباع نے صف سے نکل کر کہا کوئی ہے لڑنے والا۔ یہ سنتے ہی حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور کہنے لگے اے سباع! اے ام انمار کے بیٹے! 'جو عورتوں کا ختنہ کرتی تھی' کیا تو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ وحشی کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور جیسے کل کا دن گزر جاتا ہے اس طرح اسے صفحہ ہستی سے نابود کر دیا۔ وحشی کہتا ہے کہ پھر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے ایک پتھر کی آڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے قریب آئے تو میں نے اپنے نیزے سے اس پر وار کیا اور ان کو نیزہ ایسا پیوست کیا کہ ان کی دونوں سرینوں کے پار ہو گیا وحشی نے کہا بس یہ ان کا آخری وقت تھا۔ پھر جب قریش مکہ واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس آ کر مکہ میں مقیم ہو گیا۔ یہاں تک کہ مکہ میں بھی دین اسلام پھیل گیا۔ اس وقت میں طائف چلا گیا لیکن جب اہل طائف نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد روانہ کیے اور مجھ سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاصدوں کو کچھ نہیں کہتے لہٰذا میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا اور جب

Marfat.com

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا: ''وحشی تو ہی ہے؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو نے ہی شہید کیا تھا۔'' میں نے عرض کیا: آپ کو تو سب کیفیت پہنچ چکی ہے، فرمایا: ''کیا تو اپنا منہ مجھ سے چھپا سکتا ہے؟'' وحشی کا بیان ہے کہ پھر میں اٹھ کر باہر آ گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور مسیلمہ کذاب نمودار ہوا تو میں نے سوچا کہ مسیلمہ کے مقابلہ کے لیے چلنا چاہیے، شاید اسے قتل کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ اتار سکوں۔ پھر میں مسلمانوں کے ہمراہ نکلا اور مسیلمہ کے لوگوں نے جو کیا سو کیا، وہاں پر میں نے اتفاقاً ایک ایسے شخص کو دیکھا جو پراگندہ بالوں کے ساتھ ایک شکستہ دیوار کی اوٹ میں کھڑا تھا۔ گویا وہ خاکستری رنگ والے اونٹ کی مانند ہے، میں نے اپنا نیزہ اسے یوں مارا کہ اس کی دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھ کر اس کے دونوں شانوں کے پار کر دیا۔ پھر ایک انصاری نے دوڑ کر اس کی کھوپڑی پر تلوار کا وار کر دیا۔

اگرچہ اسلام قبول کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن وحشی بن حرب نے اپنے دل کو سکون دینے کے لیے جھوٹی نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب کو قتل کیا گویا انہوں نے اپنے تئیں عہد جاہلیت کے ایک جرم کا بدلہ چکا دیا۔

خدمتِ رسول ﷺ میں آخری سلام کی خواہش

غزوہ حنین کے بعد قبیلہ ہوازن کے شکست خوردہ لوگ جب بھاگ کر وادی اوطاس میں چلے گئے اور جنگ کی تیاری کرنے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک جہادی لشکر کا امیر بنا کر اوطاس کی جانب بھیجا تاکہ وہ وہاں پناہ گزین کافروں کی سرکوبی کریں چنانچہ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہ جنگ ہوئی کافروں کا سپہ سالار درید بن صمہ اس جنگ میں قتل ہوا اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے بھی گھٹنے میں ایک تیر لگا جو ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوا لیکن انہوں نے وفات سے

Marfat.com

پہلے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اپنی آخری خواہش کا یوں اظہار کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا آخری سلام پہنچا دیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

عَنْ أَبِی مُوسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا فَرَغَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ حُنَینٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلٰی جَیْشٍ اِلٰی أَوْطَاسٍ، فَانْتَهٰی إِلَیْهِمْ فَلَقِیَ دُرَیْدَ ابْنَ الصِّمَّةِ، فَقُتِلَ دُرَیْدٌ وَهَزَمَ اللّٰهُ أَصْحَابَهُ، قَالَ أَبُو مُوسٰی: وَبَعَثَنِی مَعَ أَبِی عَامِرٍ، فَرُمِیَ أَبُوعَامِرٍ فِیْ رُكْبَتِهٖ، رَمَاهُ جُشَمِیٌّ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِی رُكْبَتِهٖ، فَانْتَهَیْتُ اِلَیْهِ فَقُلْتُ:یَا عَمِّ مَنْ رَمَاكَ؟ فَأَشَارَ اِلٰی أَبِی مُوسٰی فَقَالَ: ذَاكَ قَاتِلِی الَّذِی رَمَانِی، فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَحِقْتُهُ، فَلَمَّا رَآنِی وَلّٰی، فَاتَّبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُولُ لَهُ: أَلَا تَسْتَحِیْ، أَلَا تَثْبُتُ، فَكَفَّ، فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَیْنِ بِالسَّیْفِ فَقَتَلْتُهُ، ثُمَّ قُلْتُ لِأَ بِی عَامِرٍ:قَتَلَ اللّٰهُ صَاحِبَكَ،قَالَ: فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ، فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ، قَالَ یَاابْنَ أَخِی: أَقْرِیءِ النَّبِیَّ ﷺ السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُ: اسْتَغْفِرْ لِی، وَاسْتَخْلَفَنِی أَبُو عَامِرٍ عَلَی النَّاسِ، فَمَكَثَ یَسِیْرًا ثُمَّ مَاتَ، فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فِی بَیْتِهٖ عَلٰی سَرِیْرٍ مُرْمَلٍ وَعَلَیْهِ فِرَاشٌ، قَدْأَثَّرَ رِمَالُ السَّرِیْرِ بِظَهْرِهٖ وَجَنْبَیْهِ، فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ أَبِی عَامِرٍ، وَقَالَ: قُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِی، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ:((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ أَبِی عَامِرٍ)) وَرَأَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَوْقَ كَثِیْرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ)) فَقُلْتُ: وَلِی فَاسْتَغْفِرْ، فَقَالَ:((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ ذَنْبَهُ، وَأَدْخِلْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مُدْخَلًا كَرِیْمًا))[1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی باب غزوة اوطاس رقم:٤٣٢٣، صحیح مسلم، کتاب فضـ الصحابه باب من فضائل أبی موسیٰ وأبی عامرالاشعریین رقم:٢٤٩٨

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامر رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر ایک لشکر کے ہمراہ اوطاس کی طرف روانہ کیا جو وہاں پہنچ کر درید بن صمہ سے نبرد آزما ہوئے۔ درید جنگ میں مارا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست سے دوچار کیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا اور ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں ایک جشمی آدمی کا تیر لگا جو کہ وہاں پیوست ہو کر رہ گیا۔ میں ان کے پاس گیا اور پوچھا: ''چچا جان! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟'' انہوں نے قبیلہ بنو جشم کے ایک آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا کہ فلاں شخص میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں دوڑ کر اس کے پاس جا پہنچا، مگر جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگ نکلا میں اس کے پیچھے ہولیا اور کہنے لگا تجھے شرم نہیں آتی تو ٹھہرتا کیوں نہیں؟ آخر وہ رک گیا۔ پھر میرے اور اس کے درمیان تلوار کے دو وار ہوئے بالآخر میں نے اسے مار ڈالا۔ پھر واپس آکر میں نے ابو عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ نے تمہارے قاتل کو ہلاک کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا اب یہ تیر تو نکالو۔ میں نے تیر نکالا تو زخم سے پانی بہنے لگا۔ انہوں نے مجھے کہا میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کرنا اور آپ سے کہنا کہ میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔ پھر ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے لوگوں پر اپنا قائم مقام مقرر کیا اور تھوڑی دیر کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر میں واپس آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے گھر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ بان سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس پر بستر (نہیں) تھا اور چارپائی کے بان کے نشانات آپ کے پہلو اور پشت پر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے تمام حالات بیان کیے اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بھی عرض کیا اور ان کی

Marfat.com

دعائے مغفرت کی درخواست بھی پہنچائی تو آپ نے پانی طلب فرمایا وضو کر کے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! عبید یعنی ابو عامر رضی اللہ عنہ کو بخش دے۔ میں آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ پھر فرمایا: ''اے اللہ! اسے قیامت کے دن انسانوں میں سے اکثر پر برتری عطا کر۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے بھی دعائے مغفرت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش دے اور روز قیامت انہیں مقام عزت عطا فرما۔''

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ وضو کر کے دعا مانگنا مستحب ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی۔

سچ سے رضا کی خواہش

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی سستی کی وجہ سے جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے بچنے کے لیے انہوں نے جھوٹ بولنے کا ارادہ کیا لیکن پھر انہوں نے عزم کر لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جھوٹ نہیں بولیں گے اور پھر سارا واقعہ سچ سچ کہہ دینے سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑا پچاس دن تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے ناراض رہے اور جب باری تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر کے انہیں معاف فرما دیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس خواہش اور عزم کا اظہار کیا کہ وہ سچ کے ساتھ اگر اتنے بڑے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں تو آئندہ بھی کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ سارا واقعہ ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک رہا۔ صرف غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گیا تھا۔ البتہ غزوہ بدر میں

Marfat.com

بھی میں شریک نہیں تھا لیکن جنگ بدر سے پیچھے رہ جانے پر اللہ تعالیٰ نے کسی پر عتاب نہیں فرمایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایک قافلہ کا ارادہ کر کے باہر نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے وقت طے کئے بغیر مسلمانوں کا سامنا دشمن سے کرادیا تھا۔ میں تو عقبہ کے موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جہاں میں نے اسلام پر قائم رہنے کا مضبوط قول و اقرار کیا تھا۔ اگرچہ لوگوں میں غزوہ بدر کی شہرت زیادہ ہے لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ مجھے بیعت عقبہ کے بدلے میں غزوہ بدر میں شرکت کا موقع ملا ہوتا اور میرا قصہ یہ ہے کہ میں جس زمانے میں غزوہ تبوک سے پیچھے رہا، اتنا طاقتور اور خوشحال تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس دو اونٹنیاں کبھی جمع نہ ہوئی تھیں۔ جبکہ اس موقع پر میرے پاس دو اونٹنیاں موجود تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی غزوہ میں جانے کا ارادہ کرتے تو اس کو مکمل طور پر ظاہر نہ کرتے بلکہ کسی اور مقام کا نام لیا کرتے تھے لیکن یہ غزوہ چونکہ سخت گرمی میں ہوا اور طویل بیابان کا سفر تھا اور دشمن زیادہ تعداد میں تھے۔ اس لیے آپ نے مسلمانوں سے یہ معاملہ صاف صاف بیان فرمادیا تاکہ اس جنگ کے لیے اچھی طرح تیار ہو جائیں اور انہیں وہ سمت بھی بتلا دی جس سمت آپ جانا چاہتے تھے اور آپ کے ساتھ مسلمان کثیر تعداد میں تھے اور کوئی رجسٹر و دفتر وغیرہ نہ تھا جس میں ان کے نام محفوظ ہوتے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صورت حال ایسی تھی کہ جو شخص لشکر میں سے غائب ہونا چاہتا وہ یہ سوچ سکتا تھا کہ اگر بذریعہ وحی آپ کو اطلاع نہ دی گئی تو میری غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہ چل سکے گا اور رسول اللہ ﷺ نے اس جنگ کا ارادہ ایسے وقت میں کیا تھا جب پھل پک چکے تھے اور ہر طرف سایہ عام تھا خیر آپ نے اور آپ کے ساتھ دیگر مسلمانوں نے بھی سفر کا سامان تیار کرنا شروع کیا لیکن میری کیفیت یہ تھی کہ میں صبح کے وقت اس ارادہ سے نکلتا کہ میں بھی باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر تیاری کروں گا۔ لیکن جب شام کو واپس آتا تو کوئی فیصلہ نہ کر سکا ہوتا۔ پھر میں اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتا کہ

Marfat.com

میں تیاری مکمل کرنے پر پوری طرح قادر ہوں، اسی طرح وقت گزرتا رہا حتی کہ لوگوں نے زوروشور سے تیاری کرلی۔

پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمان روانہ ہو گئے اور میں اپنی تیاری کے سلسلہ میں کچھ بھی نہ کرسکا۔ پھر میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ میں آپ کی روانگی کے ایک یا دو دن بعد تیاری مکمل کرلوں گا اور ان سے جاملوں گا۔ لیکن ان کے روانہ ہو جانے کے بعد بھی یہی کیفیت رہی کہ صبح کے وقت تیاری کے خیال سے نکلتا لیکن جب گھر لوٹتا تو وہی کیفیت ہوتی، یعنی کچھ بھی نہ کرسکا ہوتا۔ پھر دوسری صبح کو بھی اسی خیال سے نکلتا لیکن جب واپس آتا تو کچھ نہ کیا ہوتا۔ میری کیفیت مسلسل یہی رہی یہاں تک کہ مسلمان تیز تیز چل کر آگے بڑھ گئے۔ میں نے پھر ارادہ کیا کہ میں بھی چل پڑوں اور ان سے جاملوں۔ کاش کہ میں نے ایسا کرلیا ہوتا لیکن یہ سعادت میرے مقدر ہی میں نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد حالت یہ تھی کہ جب میں باہر لوگوں کے پاس جاتا اور ان میں چل پھر کر دیکھتا تو جو بات مجھے غمگین کرتی یہ تھی کہ جو شخص نظر آتا وہ صرف ایسا ہوتا جس پر نفاق کا الزام تھا یا پھر وہ ضعیف اور کمزور لوگ ہوتے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دے دیا تھا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے راستہ میں تو مجھے کہیں بھی یاد نہ فرمایا۔ مگر جب تبوک پہنچ گئے اور ایک موقع پر لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے تو فرمایا کعب رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا: اسے صحت وخوشحالی کی دو چادروں نے روک رکھا ہے اور وہ اپنی ان چادروں کے کناروں کو دیکھنے میں مشغول ہوگیا۔ یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل نے اس سے کہا تم نے بہت بری بات کہی ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! ہم نے کعب میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر جب یہ خبر ملی کہ آپ واپس آنے والے ہیں تو خیال ہوا کہ کوئی حیلہ سوچنا چاہیے تاکہ میں آپ کی خفگی سے بچ جاؤں اور اس سلسلہ میں میں نے اپنے خاندان کے ہر صاحب امر شخص سے مدد مانگی۔ پھر یہ اطلاع ملی کہ آپ

Marfat.com

مدینہ کے قریب آ گئے ہیں تو یہ خیال باطل میرے قلب سے نکل گیا اور میں نے یقین کرلیا کہ جھوٹ بول کر آپ کی ناراضگی سے نہ بچ سکوں گا۔ اس لیے سچ بولنے کا ارادہ کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے اور آپ کا دستور تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ پھر لوگوں سے ملاقات کے لیے تشریف فرما ہوتے۔ چنانچہ جب آپ نماز سے فراغت کے بعد ملاقات کے لیے بیٹھے تو پیچھے رہ جانے والوں نے آنا شروع کیا اور قسمیں اٹھا کر آپ کے سامنے طرح طرح کے عذر پیش کرنے لگے۔ ان لوگوں کی تعداد اسی سے کچھ زیادہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بیان کردہ عذر ہائے لنگ کو قبول کرلیا۔ ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کی نیتوں کو اللہ کے حوالے کر دیا۔ الغرض میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے جب آپ کو سلام کیا تو آپ مسکرائے لیکن ایسی مسکراہٹ جس میں غصے کی آمیزش تھی۔ پھر فرمایا: ''ادھر آؤ۔ میں آگے بڑھا اور آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا تم کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا بجا ارشاد! اللہ کی قسم! میں اگر آپ کے علاوہ کسی اور دنیاوی شخصیت کے سامنے ہوتا تو میں ضرور یہ خیال کرتا کہ میں کسی عذر بہانے سے اس کے غضب سے نجات پا سکتا ہوں کیونکہ میں قوت گویائی اور دلیل بازی میں ماہر ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے سامنے جھوٹ بول کر آپ کو راضی بھی کرلوں تو عنقریب اللہ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دے گا اور آپ مجھ سے پھر ناراض ہو جائیں گے۔ لیکن اگر میں آپ سے ساری بات سچ سچ بیان کر دوں تو آپ مجھ سے ناراض تو ہوں گے تاہم مجھے اُمید ہے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم! مجھے کوئی معذوری نہ تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی قسم! میں اتنا تنومند اور خوشحال کبھی نہ تھا جتنا اس موقع پر تھا۔ جس میں میں آپ کے ساتھ جانے سے رہ گیا۔ میری یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شخص ہے جس نے صحیح بات بتائی

Marfat.com

ہے۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اچھا جاؤ اور انتظار کرو تا آنکہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمائے۔'' چنانچہ میں اٹھ گیا اور جب میں جانے لگا تو بنی سلمہ کے کچھ لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور ساتھ چلنے لگے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہمارے علم میں نہیں ہے کہ تم نے آج سے پہلے کبھی کوئی گناہ کیا ہو تو تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عذر پیش کرنے سے کیوں قاصر رہے جیسا کہ دوسرے پیچھے رہ جانے والوں نے آپ کی خدمت میں عذر پیش کیے ہیں۔ تم نے جو گناہ کیا تھا، اس کی تلافی کے لیے تو رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لیے استغفار ہی کافی تھا۔ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اتنی ملامت کی کہ ایک دفعہ تو میں نے ارادہ کر لیا کہ میں واپس جاؤں اور جو کچھ میں نے آپ سے کہا تھا، اس کے متعلق کہوں کہ وہ جھوٹ تھا۔ پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کیا یہ معاملہ جو میرے ساتھ پیش آیا ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ بھی ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے ہاں، دو اور شخصوں نے بھی وہی کچھ کہا ہے جو تم نے کہا ہے اور ان کو بھی وہی جواب ملا جو آپ کو ملا ہے۔ میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ایک حضرت مرارہ بن ربیع العمری رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ گویا انہوں نے میرے سامنے دو ایسے نیک شخصوں کے نام لیے جو غزوہ بدر میں شرکت کر چکے تھے اور ان کا طرز عمل میرے لیے لائقِ نمونہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں کا ذکر سن کر میں (نے اپنا ارادہ بدل دیا اور) آگے چل پڑا اور رسول اللہ ﷺ نے باقی تمام پیچھے رہ جانے والوں میں سے صرف ہم تینوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے لوگوں کو منع فرما دیا تھا۔ لہٰذا لوگ ہم سے دور دور رہنے لگے اور ہمارے لیے اس حد تک بدل گئے کہ میں محسوس کرنے لگا کہ یہ کوئی اجنبی سرزمین ہے۔ ہم پچاس دن تک اسی حال میں رہے دوسرے دونوں ساتھی تو تھک ہار کر گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے لیکن میں چونکہ سب میں جوان اور طاقتور تھا لہٰذا باہر نکلا کرتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوا کرتا اور بازاروں میں پھرا کرتا تھا لیکن مجھ سے کوئی شخص بات نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی اس وقت حاضر ہوتا جب آپ نماز کے بعد لوگوں

Marfat.com

کے ساتھ تشریف فرما ہوتے۔ میں جب آپ کو سلام کرتا تو اپنے دل میں یہی سوچتا رہتا کہ آیا میرے سلام کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کے لب مبارک متحرک ہوئے تھے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور دزدیدہ نظروں سے آپ کی طرف دیکھتا رہتا۔ جس وقت میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ دوسری طرف دیکھنے لگتے۔ جب لوگوں کی یہ بے اعتنائی بہت طویل اور ناقابل برداشت ہوگئی تو ایک دن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر چلا گیا۔ یہ صاحب میرے چچازاد بھائی اور میرے محبوب ترین دوست تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا لیکن اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا میں نے ان سے کہا: ''اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دوست جانتے ہو؟ لیکن وہ خاموش رہے میں نے ان سے دوبارہ یہی سوال کیا لیکن وہ پھر خاموش رہے۔ میں نے پھر یہی بات دہرائی تو کہنے لگے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میں منہ موڑ کر واپس چلا آیا اور دیوار پھلانگ کر باہر آ گیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں مدینہ کے بازار سے گزر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ علاقہ شام کا ایک نبطی جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے آیا تھا۔ لوگوں سے پوچھ رہا تھا، کوئی شخص ہے جو مجھے کعب بن مالک کا گھر بتا سکے؟ لوگ میری طرف اشارہ کر کے اسے بتانے لگے، جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا۔ جس میں لکھا ہوا تھا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر زیادتی کی ہے حالانکہ تمہیں اللہ نے اس لیے نہیں بنایا کہ تم ذلیل وخوار اور برباد رہو، لہٰذا تم ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمہیں شایان شان عزت و مرتبہ دیں گے۔ میں نے جب یہ خط پڑھا تو دل میں کہا یہ بھی ایک امتحان ہے اور وہ خط لے کر تنور کی طرف گیا اور اسے نذر آتش کر دیا۔ پھر جب پچاس دنوں میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک قاصد آیا اور

Marfat.com

کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی رفیقہ حیات سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ میں نے کہا: کیا اسے طلاق دے دوں؟ کہا: نہیں، بس اس سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ میرے دونوں ساتھیوں کو بھی اس قسم کا حکم دیا گیا تھا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا تم اپنے میکے چلی جاؤ اور جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس معاملہ کا فیصلہ صادر نہ فرما دیں وہیں مقیم رہو۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ ایک ناتواں اور بوڑھا شخص ہے، اس کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے تو کیا آپ یہ بھی ناپسند فرمائیں گے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں! آپ نے فرمایا: ''نہیں، لیکن تم ان کے قریب نہ جانا۔ اس نے عرض کیا: ''اللہ کی قسم! اسے تو کسی بات کا ہوش ہی نہیں اور جس دن سے یہ معاملہ پیش آیا ہے وہ مسلسل رو رہے ہیں۔ یہ سن کر میرے بعض اہل خانہ نے مشورہ دیا کہ اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے سلسلہ میں اجازت لے لو تو کیا حرج ہے؟ جیسے آپ نے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو خدمت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے ہرگز اجازت نہ طلب کروں گا۔ نامعلوم میرے اجازت طلب کرنے پر آپ کیا جواب دیں؟ کیونکہ میں ایک جوان آدمی ہوں، الغرض اس کے بعد دس دن اور گزر گئے حتی کہ جس دن سے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہمارے ساتھ بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس دن سے پچاس دن پورے ہو گئے تو پچاسویں رات کی صبح کو میں اپنے ایک گھر کی چھت پر نماز فجر سے فراغت کے بعد بیٹھا تھا اور میری حالت بعینہٖ وہی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ میں اپنی جان سے تنگ تھا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود میرے لیے تنگ ہو چکی تھی کہ اچانک میں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کوہ سلع پر چڑھ کر اپنی بلند ترین آواز میں پکار رہا تھا۔ اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ! خوش ہو جاؤ میں یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گیا اور سمجھ گیا کہ آزمائش

Marfat.com

کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ دراصل رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد اعلان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی ہے، لہٰذا لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے دوڑ پڑے۔ کچھ لوگ خوشخبری دینے کے لیے میرے دوسرے دونوں ساتھیوں کے طرف گئے اور ایک شخص گھوڑا دوڑا کر میری طرف چلا اور ایک دوڑنے والا جو قبیلہ اسلم کا فرد تھا دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کی آواز گھوڑے سے تیز نکلی۔ لہٰذا یہ شخص جس کی آواز سے میں نے خوشخبری سنی تھی۔ میرے پاس پہنچا تو میں نے اپنے کپڑے اتار کر خوشخبری دینے والے کو انعام میں پہنا دیئے۔ اللہ کی قسم! میرے پاس اس دن ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی جوڑا نہ تھا، لہٰذا میں نے دو کپڑے ادھار لے کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جانے کے لیے چل پڑا اور لوگ گروہ در گروہ مجھ سے ملتے اور توبہ قبول ہونے کی مبارک دیتے ہوئے کہتے، تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی اور تمہیں معاف کر دیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔ اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی شخص میری طرف اٹھ کر نہیں آیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس سلوک کو میں کبھی نہیں بھولا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے خوشی سے دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ فرمایا: ''تمہیں آج کا دن مبارک ہو۔ یہ دن ان تمام دِنوں میں سے سب سے بہتر ہے جو تمہاری پیدائش کے بعد سے آج تک تم پر گزرے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ معافی آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں یہ معافی اللہ کی طرف سے ہے۔'' رسول اللہ ﷺ جس وقت خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک اس طرح دمک اٹھتا تھا۔ جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس چہرے کو دیکھ کر جان لیا کرتے تھے کہ آپ خوش ہیں۔ الغرض جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!

Marfat.com

اس توبہ کی خوشی میں میں چاہتا ہوں کہ اپنا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے بطور صدقہ دے دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب نہیں، کچھ مال اپنے پاس بھی رکھو کیونکہ ایسا کرنا تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اچھا میں اپنا وہ حصہ جو خیبر میں ہے روک لیتا ہوں۔ پھر نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف سچ بولنے کی برکت سے نجات دی ہے، اس لیے میں اپنی اس توبہ کی خوشی میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ سچ بات کہوں گا چنانچہ اللہ کی قسم! میرے علم میں کوئی مسلمان نہیں ہے جس کا سچ بولنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اتنا عمدہ امتحان لیا ہو جتنا میرا اس دن سے لیا ہے جس دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو یہ عہد کیا تھا۔

میں نے جس دن رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کہی اس دن سے آج تک کبھی قصداً جھوٹ نہیں بولا اور مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی ماندہ زندگی میں بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ کی قسم! جب سے مجھے اللہ نے دین اسلام کی رہنمائی فرمائی ہے اس کے بعد سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جو نصیحتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سب سے بڑی نصیحت میرے نقطۂ نگاہ سے یہ ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق عطا ہوئی اور میں جھوٹ بول کر ہلاک نہ ہوا جیسے دوسرے وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نزول وحی کے وقت ان لوگوں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے زیادہ برے الفاظ کسی اور کے لیے استعمال نہیں فرمائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
''تمہارے لیے جلد ہی یہ لوگ اللہ کی قسمیں اٹھائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹو گے۔''
اس آیت تک ''تحقیق اللہ تعالیٰ بدکردار لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ہم تینوں کا معاملہ ان لوگوں کے معاملہ سے مؤخر کر دیا گیا تھا جن کے عذر رسول اللہ ﷺ نے ان کی قسموں کی وجہ سے قبول کر لیے تھے، اور ان سے بیعت لے لی تھی اور ان کے گناہ معاف ہونے کی دعا بھی فرما دی تھی اور ہمارے

Marfat.com

معاملے کا فیصلہ معلق کر دیا تھا تا آنکہ اللہ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور وہ تینوں جن کا فیصلہ مؤخر کر دیا گیا تھا ان کی توبہ بھی قبول کی گئی۔''①

مذکورہ حدیث میں خواہش کے حوالہ سے ایک بہت بڑا درس موجود ہے اور وہ یہ کہ نیکی کی خواہش میں سستی نہیں کرنی چاہیے اس لیے کہ نیکی میں سستی پر بعض دفعہ نیکی ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور پھر گزرے وقت کو پالینے کی خواہشات صرف پچھتاوا میں اضافہ کرتی ہیں۔

نیکی کی وہ خواہشات جو بندے کی دسترس میں ہوں اور تھوڑی ہمت سے ان خواہشات تک رسائی ممکن ہو وہاں سستی نہیں کرنی چاہیے اس لیے کہ سستی بعض دفعہ قریب پڑی نیکی کو دور کر دیتی ہے اور وہی نیکی جسے آسانی سے جیب میں ڈالا جا سکتا تھا ہاتھ سے نکل جاتی ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جنگِ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ اسی کی ایک مثال ہے۔ اس میں ہمارے لیے خواہش کے اعتبار سے بہت بڑا درس موجود ہے اور وہ یہ کہ نیکی میں سستی پر بعض دفعہ بندہ نیکی سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر گزرے وقت کو پالینے کی خواہشات کوئی فائدہ نہیں دیتیں ہر روز عملِ خیر کا ارادہ کرنا اور پھر اُسے توڑ دینا ہی سستی ہے بعض دفعہ اسی ادھیڑ بن میں عملِ خیر کا وقت گزر جاتا ہے جیسے بعض افراد کو کہتے سنا گیا ہے، ''بڑی خواہش تھی کہ میں والدین کی خدمت کرتا لیکن میں ایسا کر نہ سکا'' والدین اگر زندہ ہوں تو خدمت میں سستی کرنا اور ان کے فوت ہو جانے پر کفِ افسوس ملنا کہ کاش میں ان کی خدمت کر کے جنت کو پالیتا عمر بھر کا پچھتاوا بن جاتا ہے بعض حضرات دنیا بھر کے ممالک کا سفر کر لیتے ہیں لیکن حج بیت اللہ کی ادائیگی میں سستی کر جاتے ہیں خواہش ہونے کے باوجود انہیں بیت اللہ کا دیدار نصیب نہیں ہوتا اور بسترِ مرگ پر اس کی خواہش میں تڑپتے رخصت ہو جاتے ہیں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں لیکن ان کی معمولی سی سستی نے انہیں تبوک کے جہاد سے پیچھے چھوڑ دیا بعد ازاں انہیں

① صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک رقم:٤٤١٨؛ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک وصاحبیه رقم: ٢٧٦٩

Marfat.com

رسول ﷺ کی ناراضگی مول لینا پڑی اور پچاس دن تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بائیکاٹ کی وجہ سے ذہنی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑا حالانکہ ان کی جہاد میں شمولیت کی خواہش تھی خوشحالی بھی تھی اور زادِراہ بھی وافر تھا لیکن سستی نے یہ نیکی ان سے دور کر دی اور پھر وہ دور ہوتی ہوتی ان کی دسترس سے نکل گئی۔

کاش میں اونٹنی کے پیچھے نہ جاتا

علم سے محبت رکھنے والے لوگ اگر اپنی کسی کوتاہی کے پیش نظر ایک علمی بات سے بھی محروم ہو جائیں تو انہیں بار بار یہی خیال ستاتا رہتا ہے کاش وہ اس بات کو سن کر اپنے سینہ میں محفوظ کر لیتے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک دفعہ آپ ﷺ کی مجلس میں موجود تھے اور علمی گفتگو ہو رہی تھی اچانک انہیں یہ اطلاع ملی کہ ان کی اونٹنی بھاگ گئی ہے چنانچہ انہیں اُٹھ کے جانا پڑا پھر انہیں اس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ وہ اس دن کے فرمودات مکمل سن نہیں پائے اور انہیں اس بات کی خواہش رہی کاش وہ مکمل حدیث آپ ﷺ سے سن لیتے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

عَنْ عِمرَانَ بنِ حُصَينٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنهُمَا، قَالَ:جاءَ نَفَرٌ مِن بَنی تَمِيمٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَابَنِیْ تَمِيمٍ أَبشِرُوا)، قَالُوا: بَشَّرتَنَا فَأَعطِنَا، فَتَغَيَّرَ وَجهُهُ، فَجَاءَہُ أَهلُ اليَمَنِ، فَقَالَ: (يَاأَهلَ اليَمَنِ، اقبَلُوا البُشرَی اِذ لَم يَقبَلهَا بَنُو تَمِيمٍ)، قَالُوا: قَبِلنَا، فَأَخَذَ النَّبِیُّ ﷺ يُحَدِّثُ بَدءَ الخَلقِ وَالعَرشِ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا عِمرَانُ رَاحِلَتُكَ تَفَلَّتَتْ، لَيتَنِی لَم أَقُم۔[1]

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ بنو تمیم کے کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: ''اے بنی تمیم! تم خوش ہو جاؤ۔'' انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں بشارت تو دے دی مال بھی دیجیے۔

[1] صحيح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول الله تعالیٰ وهوالذی يبدٔ الخلق ثم يعيده، رقم:۲۹۵۳

Marfat.com

اس سے آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر آپ کے پاس یمن کے کچھ لوگ آئے تو آپ نے ان سے بھی فرمایا: ''اے اہل یمن! تم بشارت قبول کرو۔'' کیونکہ بنوتمیم نے اسے قبول نہیں کیا: انہوں نے کہا: ہم نے اسے قبول کیا، پھر نبی ﷺ نے ابتدائے آفرینش اور عرش کی باتیں بیان فرمائیں، اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے کہا: اے عمران! تمہاری اونٹنی کھل گئی ہے اسے پکڑ و تو میں اٹھ کر چلا گیا لیکن میرے دل میں حسرت رہ گئی کہ کاش میں نہ اٹھتا تو بہتر ہوتا۔

علم کی تڑپ رکھنے والے لوگ اس وقت بھی مجلس علم میں موجود ہوتے ہیں جب دیگر لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ اس وقت بھی مصروف علم ہوتے ہیں جب دنیا سو رہی ہوتی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسی ہی باتیں ایک موقع پر اپنے بارے میں یوں بیان فرمائی تھیں:

إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَلَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيثًا، ثُمَّ يَتْلُو: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدَىٰ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿الرَّحِيمُ﴾ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ، وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لِشِبَعِ بَطْنِهِ، وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُونَ، وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ[1]

لوگ کہتے ہیں: ابو ہریرہ نے بہت احادیث بیان کی ہیں حالانکہ اگر کتاب اللہ میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک بھی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر انہوں نے ان آیات کو تلاوت کیا: ''جو لوگ چھپاتے ہیں ان کھلی ہوئی نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو جو ہم نے نازل کیں ...... الرحیم تک۔ اور کہا: بے شک ہمارے

① صحیح البخاری کتاب العلم باب حفظ العلم رقم: ١١٨

Marfat.com

مہاجر بھائیوں کو بازار میں خرید وفروخت کا شغل رہتا تھا اور ہمارے انصاری بھائی اموال (وزراعت) کے شغل میں لگے رہتے تھے لیکن ابو ہریرہ تو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود رہتا تھا اور ایسے موقع پر حاضر رہتا جہاں لوگ حاضر نہ رہتے اور وہ باتیں یاد کر لیتا جو دوسرے لوگ یاد نہ کرتے تھے۔

استاذ جب طالب علم کے شوق وولولہ سے متاثر ہوتا ہے تو اپنی محبت کے بازو اس پر پھیلا دیتا ہے نبی کریم ﷺ نے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ علمی لگن دیکھی تو آپ ﷺ نے اپنی خصوصی شفقت سے انہیں نواز دیا چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ، اِنِّی أَسمَعُ مِنكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنسَاهُ؟ قَالَ: ((ابسُط رِدَاءَ كَ)) فَبَسَطتُهُ، قَالَ: فَغَرَفَ بِيَدَيهِ، ثُمَّ قَالَ: ((ضُمَّهُ)) فَضَمِمتُه، فَمَا نَسِيتُ شَيئًا بَعدَهُ۔ [1]

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اپنی چادر پھیلاؤ۔'' چنانچہ میں نے چادر پھیلائی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا اور چادر میں ڈال دیا، پھر فرمایا: ''اسے اپنے اوپر لپیٹ لو۔'' میں نے اسے لپیٹ لیا اس کے بعد میں کوئی چیز نہ بھولا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نسیان کو ختم کر دیا گیا اور انہوں نے تھوڑی مدت میں ہی احادیث کا ایک وافر حصہ حفظ کر لیا۔

بغیر حساب وکتاب کے جنت میں دخول کی خواہش

کس مسلمان کے دل میں یہ تڑپ نہیں ہے کہ وہ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم:۱۱۹؛ سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب مناقب أبی هريرة رضی اللہ عنہ، رقم:۳۸۳۵

Marfat.com

داخل ہو جائے اور وہاں کی ابدی اور لافانی نعمتوں سے فیض یاب ہو اور کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے ایسی خواہشات کیں اور نبی کریم ﷺ نے انہیں دخولِ جنت کی بشارت دے دی اب جنت ایسے مبشرین کا انتظار کر رہی ہے کہ کب وہ اس کے دروازوں سے قدم اندر رکھتے ہیں آپ ﷺ نے ایک مجلس میں بلاحساب و کتاب جنت میں داخل ہونے والے لوگوں کی علامات کا ذکر فرمایا تو حاضرینِ مجلس میں سے عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خواہش جاگ اُٹھی کہ کاش ان کا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہو جائے چنانچہ ان کی خواہش الفاظ بن کے زباں پر آ گئی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمُرُّوْنَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، حَتّٰى رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيْمٌ، قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ أُمَّتِي هٰذِهِ؟ قِيْلَ: هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهُ، قِيْلَ: انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ، فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأُفُقَ، ثُمَّ قِيْلَ لِي: انْظُرْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا فِي آفَاقِ السَّمَاءِ، فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأُفُقَ، قِيْلَ: هٰذِهِ أُمَّتُكَ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ)) ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ، فَأَفَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوْا: نَحْنُ الَّذِيْنَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُوْلَهُ فَنَحْنُ هُمْ أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنَّا وُلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَرَجَ، فَقَالَ: ((هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ، وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ)) فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا؟ قَالَ: ((سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ))[1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الطب، باب من اکتوی او کوی غیره وفضل من لم یکتو، رقم: ٥٧٠٥؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب، رقم: ٢٢٠.

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے سامنے اُمتیں پیش کی گئیں اور ایک ایک دو دو نبی بھی گزرنے لگے جن کے ساتھ جماعتیں تھیں کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا' پھر ایک بہت بڑی جماعت میرے سامنے لائی گئی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کی اُمت ہے شاید میری ہی اُمت ہو؟ مجھے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی اُمت کے لوگ ہیں۔ البتہ آپ اُفق آسمان پر دیکھیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت نے اُفق آسمان کو گھیر رکھا ہے' پھر مجھ سے کہا گیا کہ اُفق کے اس طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو واقعی بہت بڑی جماعت اُفق کو گھیرے ہوئے تھی، پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی اُمت ہے اور ان میں سے ستر ہزار ایسے ہیں جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔'' پھر آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور لوگوں سے یہ ظاہر نہ فرمایا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باہمی گفتگو شروع کی۔ کہنے لگے: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہے، اس لیے وہ لوگ ہم ہی ہوں گے یا ہماری اولاد ہوگی جو حالت اسلام پر پیدا ہوئے ہیں کیونکہ ہم تو زمانہ جاہلیت کی پیدائش ہیں۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''وہ تو ایسے لوگ ہیں جو منتر کرتے ہیں نہ بدشگونی لیتے ہیں اور نہ اپنے جسم داغتے ہیں بلکہ صرف اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔'' حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' پھر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: ''عکاشہ تجھ سے سبقت لے چکا ہے۔''

اے اللہ! ہم گناہ گاروں کو بھی ایسے لوگوں میں شامل فرمادے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو کے اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

Marfat.com

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہدیہ بھیجنے کی خواہش

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اپنی ازواج کے لیے باری متعین فرمائی ہوئی تھی چنانچہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما ہوتے لوگ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف و ہدایا بھیجا کرتے تھے اور لوگ خصوصیت کے ساتھ اس دن کا انتظار کرتے جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کے گھر میں ہوتی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان فرماتی ہیں:

أَنَّ نِسَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كُنَّ حِزبَيْنِ: فَحِزبٌ فِيهِ عائِشَةُ وَحَفصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَودَةُ، وَالحِزبُ الآخَرُ فِيهِ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ المُسلِمُونَ قَد عَلِمُوا حُبَّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عائِشَةَ، فَإِذَا كَانَت عِندَ أَحَدِهِم هَدِيَّةٌ، يُرِيدُ أَن يُهدِيَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَخَّرَهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي بَيتِ عائِشَةَ، بَعَثَ صَاحِبُ الهَدِيَّةِ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي بَيتِ عائِشَةَ، فَكَلَّمَ حِزبُ أُمِّ سَلَمَةَ، فَقُلنَ لَهَا: كَلِّمِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَيَقُولُ: مَن أَرَادَ أَن يُهدِيَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ هَدِيَّةً، فَليُهدِهَا إِلَيهِ حَيثُ كَانَ مِن نِسَائِهِ، فَكَلَّمَتهُ أُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلنَ لَهَا، فَلَم يَقُل لَهَا شَيئًا، فَسَأَلنَهَا، فَقَالَت: مَا قَالَ لِي شَيئًا فَقُلنَ لَهَا: فَكَلِّمِيهِ، قَالَت: فَكَلَّمَتهُ حِينَ دَارَ إِلَيهَا أَيضًا، فَلَم يَقُل لَهَا شَيئًا، فَسَأَلنَهَا فَقَالَت: مَا قَالَ لِي شَيئًا، فَقُلنَ لَهَا: كَلِّمِيهِ حَتَّى يُكَلِّمَكِ، فَدَارَ إِلَيهَا فَكَلَّمَتهُ،فَقَالَ لَهَا: ((لَا تُؤذِينِي فِي عَائِشَةَ، فَإِنَّ الوَحيَ لَم يَأتِنِي وَأَنَا فِي ثَوبِ امرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ)) قَالَت: فَقُلتُ: أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مِن أَذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَونَ فَاطِمَةَ بِنتَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَرسَلَت إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَقُولُ: إِنَّ

Marfat.com

نِسَاءَ كَ يَنشُدُنَكَ اللّٰهَ العَدلَ فِي بِنتِ أَبِي بَكرٍ،فَكَلَّمَتهُ فَقَالَ:((يَابُنَيَّةُ، أَلَا تُحِبِّينَ ما أُحِبُّ؟)) قالَت: بَلٰى، فَرَجَعَتُ اِلَيهِنَّ فَأَخبَرَتُهُنَّ، فَقُلنَ: ارُجِعِيُ اِلَيهِ فَأَبَتَ أَنُ تَرجِعَ، فَأَرسَلنَ زَينَبَ بِنتَ جَحُشٍ، فَأَتَتهُ فَأَغلَظَتُ، وَقَالَتُ: اِنَّ نِسَاءَ كَ يَنشُدُنَكَ اللّٰهَ العَدلَ فِي بِنتِ ابنِ أَبِي قُحَافَةَ، فَرَفَعَتُ صَوتَهَا حَتّٰى تَنَاوَلَتُ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتهَا، حَتّٰى اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَيَنظُرُ اِلَى عَائِشَةَ هَلُ تَكَلَّمُ، قَالَ: فَتَكَلَّمَتُ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلٰى زَينَبَ حَتّٰى أَسُكَتَتهَا، قَالَتُ: فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى عَائِشَةَ، وَقَالَ: ((اِنَّهَا بِنتُ أَبِي بَكرٍ))[1]

رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے دوگروپ تھے،ایک میں حضرت عائشہ،حضرت حفصہ،حضرت صفیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہن تھیں، دوسرے گروپ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ کی باقی ازواج مطہرات تھیں اور مسلمانوں کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کو ہدیہ دینا چاہتا تو وہ اس وقت کا انتظار کرتا جب رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے تو ہدیہ دینے والا وہ ہدیہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجتا، (ایک دن) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروپ نے گفتگو کی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں عرض کرو کہ آپ لوگوں سے فرمائیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ دینا چاہے وہ بھیج دے خواہ آپ اپنی کسی بیوی کے پاس ہوں، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے وہ بات کہہ دی جو

[1] صحيح البخاري، كتاب الهبة و فضلها والتحريض عليها، باب من أهدى الىٰ صاحبه و تحرى بعض نسائه دون بعض رقم:٢٥٨١؛ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة باب في فضل عائشة رقم:٢٤٤٢؛ سنن نسائي، كتاب عشرة النساء باب حب الرجل بعض نسائه أكثر من بعض رقم:٣٩٤٤

Marfat.com

ان کے گروپ نے انہیں کہی تھی تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ان کے گروپ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کے گروپ نے کہا تم پھر آپ سے عرض کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس کی جب باری آئی تو اس نے پھر آپ سے گفتگو کی۔ آپ نے پھر کچھ نہ کہا۔ اس کے گروپ نے پھر پوچھا تو انہوں نے کہا: آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کے گروپ نے کہا: جب تک آپ جواب نہ دیں آپ بات کرتی رہیں، پھر جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری آئی تو انہوں نے پھر بات چیت کی تو آپ نے فرمایا: ''تم مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تکلیف نہ دو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی بیوی کے کپڑے میں مجھ پر وحی نہیں اتری۔'' ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے گزارش کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو تکلیف دینے پر اللہ سے توبہ کرتی ہوں۔ اس کے بعد ان ازواج مطہرات رحمۃ اللہ علیہن نے آپ کی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان کے ذریعہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ پیغام پہنچایا کہ آپ کی بیویاں آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی بابت انصاف کے لیے اللہ کا واسطہ دیتی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا: ''اے بیٹی! کیا تجھے وہ بات پسند نہیں جو میں پسند کرتا ہوں؟'' انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ تو وہ لوٹ کر ان کے پاس گئیں اور انہیں بتایا، انہوں نے پھر انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا کہا۔ انہوں نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا، تو انہوں نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ چنانچہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کے پاس آ کر سخت گفتگو کی اور کہا آپ کی بیویاں ابوقحافہ کی پوتی کے سلسلہ میں اللہ کے واسطہ سے آپ سے عدل کا تقاضا کرتی ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آواز بلند کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نشانہ بنایا، وہ بیٹھی ہوئی تھیں، انہیں خوب برا بھلا کہا، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ جواب دیتی

Marfat.com

ہے یا نہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جواب دینا شروع کیا۔ بالآخر اسے خاموش کرا دیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر فرمایا: ''آخر وہ بھی ابوبکر کی بیٹی ہیں۔''

اس حدیث سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بھی پتہ چلتا ہے، سوچنا چاہیے ان لوگوں کو جو اس فرمان کو نظر انداز کر کے کھلے عام سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن وتنقید کرتے ہیں۔

پہلی بحری جنگ میں شرکت کی خواہش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَه، مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ)) [1]

''جو بندہ اس حال میں فوت ہوا کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں کبھی جہاد کی خواہش پیدا ہوئی وہ نفاق کے ایک حصہ پر فوت ہوا۔''

اس حدیث کے پیش نظر ہر دل میں جہاد کی محبت اور شہادت کی تمنا ہونی چاہیے۔ جذبۂ جہاد مسلمان کا سرمایہ اور تلوار اس کا زیور ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم تو درکنار صحابیات بھی جہاد میں شرکت کی خواہش کیا کرتی تھیں جیسا کہ سیّدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر میں جہاد کرنے والوں کے متعلق سنا تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس خواہش کا اظہار کر دیا، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنتِ مِلحَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا وَكَانَت تَحتَ عُبَادَةَ ابنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيهَا يَومًا فَأَطعَمَتهُ، وَجَعَلَت تَفلِي رَأسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ استَيقَظَ وَهُوَ يَضحَكُ، قَالَت: فَقُلتُ: مَا يُضحِكُكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((نَاسٌ مِن أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، يَركَبُونَ ثَبَجَ هٰذَا البَحرِ،

[1] صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب ذم من مات ولم يغزو لم يحدث نفسه بالغزو، رقم: ١٩١٠

Marfat.com

مُلُوکًا عَلَی الأَ سِرَّةِ، أَو: مِثلَ المُلُوكِ عَلَی الأَسِرَّةِ)) قالَت: فَقُلتُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ، اُدعُ اللّٰهَ أَن یَجعَلَنِی مِنهُم، فَدَعَالَهارَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ وَضَعَ رَأسَهُ ثُمَّ استَیقَظَ وَهُوَ یَضحَكُ، فَقُلتُ: مَا یُضحِکُكَ یَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قالَ:((نَاسٌ مِن أُمَّتِی عُرِضُوا عَلَیَّ غُزَاةً فِی سَبِیلِ اللّٰهِ)) کَمَا قَالَ فِی الأُولَی، قالَت: فَقُلتُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ ادعُ اللّٰهَ أَن یَّجعَلَنِی مِنهُم، قالَ:((أَنتِ مِنَ الأَوَّلِینَ)) فَرَکِبَتِ البَحرَ فِی زَمَانِ مُعَاوِیَةَ بنِ أَبِی سُفیَانَ، فَصُرِعَت عَن دَابَّتِهَا حِینَ خَرَجَت مِنَ البَحرِ، فَهَلَکَت [1]

رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ایک دن آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا، اس کے بعد آپ کا سر مبارک دیکھنے لگیں حتیٰ کہ آپ سو گئے پھر جب بیدار ہوئے تو آپ ہنس رہے تھے۔حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ مجھے اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے دکھائے گئے ہیں جو بادشاہوں کی طرح سمندر میں سوار ہیں یا بادشاہوں کی طرح تختوں پر بیٹھے ہیں۔'' حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں شریک کرے، چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔اس کے بعد پھر سر رکھ کر سو گئے پھر جب ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول ﷺ! آپ کس لیے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''میری امت کے چند لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش کیے گئے جیسا کہ آپ نے پہلی دفعہ فرمایا تھا۔'' ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا آپ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیابالنہار رقم الحدیث: ۷۰۰۱، ۷۰۰۲، صحیح، مسملم کتاب الامارة باب فضل الغزوفی البحر، رقم:۱۹۱۲

Marfat.com

اللہ سے دعا کریں کہ مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: ''تم پہلے لوگوں میں شریک ہو چکی ہو۔'' پھر ایسا ہوا کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندر میں سوار ہوئیں اور سمندر سے نکلتے وقت اپنی سواری سے گر کر ہلاک ہو گئیں۔

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں شامل ہونے والوں کے لیے جنت کے واجب ہونے کی خوشخبری دی ہے اور قیصر روم کے شہر پر حملہ کرنے والے پہلے گروہ کے مغفرت یافتہ ہونے کا اعلان کیا ہے ملاحظہ فرمایئے:

عَن أُمِّ حَرَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عنها: أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَد أَوْجَبُوا) قالَتْ أُمُّ حَرَامٍ، قُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: (أَنْتِ فِيهِم) قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيصَر مَغْفُورٌ لَهُم)) فَقُلْتُ أَنَا فِيهِم يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قالَ:((لَا)) [1]

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ بحری جنگ لڑیں گے ان کے لیے جنت واجب ہے۔'' حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں انہی میں ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''تم انہی میں ہو۔ ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر روم کے دارالحکومت (قسطنطنیہ) پر حملہ آور ہوں گے وہ مغفرت یافتہ ہیں۔'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی ان لوگوں میں ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر باب ماقیل فی قتال الروم رقم: ٢٩٢٤

Marfat.com

یہ چادر میرا کفن ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی استعمال شدہ اشیاء کو بطور تبرک استعمال کرتے تھے، اُن برتنوں کو جن میں آپ ﷺ نے پانی پیا، آپ کے لباس، آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی اور آپ کے موئے مبارک کے حصول کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تگ ودو کرتے تھے اور جس کسی کے پاس ان میں سے کوئی چیز ہوتی وہ اسے متاع گراں مایہ سمجھتے ہوئے زندگی بھر سنبھال کے رکھتا۔ بعض دفعہ اپنی وفات کے بعد کفن میں ساتھ رکھ دینے کی وصیت کر دیتا تھا۔ ایک صحابی نے اس چادر کو جو آپ ﷺ کے جسم سے مس ہوئی تھی اپنا کفن بنانے کے لیے آپ سے مانگ لیا۔

عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قال: أَنَّ امْرَأَةً جَاءَ تِ النَّبِیَّ ﷺ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ، فِیْهَا حَاشِیَتُهَا، أَتَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوْا: الشَّمْلَةُ، قَالَ: نَعَمْ قَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِیَدِی فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِیُّ ﷺ مُحْتَاجًا اِلَیْهَا، فَخَرَجَ اِلَیْنَا وَاِنَّهَا اِزَارُهُ، فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ: اكْسُنِیْهَا، ما أَحْسَنَهَا، قَالَ الْقَوْمُ: ما أَحْسَنْتَ، لَبِسَهَا النَّبِیُّ ﷺ مُحْتَاجًا اِلَیْهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا یَرُدُّ، قَالَ: اِنِّی وَاللّٰهِ، مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهَا، اِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِی، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ [1]

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک عورت نبی ﷺ کے لیے تیار شدہ حاشیہ دار چادر لائی راوی نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا: بردہ ایک قسم کی چادر کو کہتے ہیں تو اس نے کہا: ہاں، (وہی چادر آپ کے پاس لائی) خیر عورت نے کہا: میں نے اسے اپنے ہاتھ سے تیار کیا ہے اور آپ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں۔ چنانچہ اس وقت

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من استعدالکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیه، رقم:۱۲۷۷

Marfat.com

آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی اس لیے اسے قبول فرمالیا، پھر آپ باہر تشریف لائے تو وہ چادر آپ کا تہبند تھی۔ ایک شخص نے اس کی تعریف کی اور کہنے لگا کیا ہی عمدہ چادر ہے، یہ مجھے عنایت فرمادیجئے۔ لوگوں نے اس سے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا کیونکہ نبی ﷺ نے انتہائی ضرورت کے پیش نظر اسے پہنا تھا مگر تو نے مانگ لی ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لیے نہیں مانگی بلکہ اس لیے کہ وہ میرا کفن بنے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر اسی چادر سے اس شخص کا کفن تیار ہوا۔

واضح رہے کہ یہ تبرک صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے خاص تھا آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی بھی آدمی کے لباس، بالوں، جوتوں یا دیگر زیر استعمال چیزوں سے تبرک لینا جائز نہیں ہاں وہ چیزیں جن کی برکت باری تعالیٰ کی طرف سے عام ہے مثلاً زم زم کے پانی یا عجوہ کھجور وغیرہ جیسی چیزوں کو برکت کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

حصہ سوم

ناپسندیدہ خواہشات

Marfat.com

دنیا ہی میں گناہوں کی سزا پانے کی خواہش

دنیا اور آخرت کی سزائیں بہت فرق ہے جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انتہا درجہ زیادہ حرارت والی ہے دنیا میں انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ ایسی آگ یا قیامت کے دن والی مشقتیں برداشت کر پائے آخرت کی سزا دنیا میں پانے کی تمنا کرنا ایک غیر شرعی امر ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمادیا ہے اس کی دلیل درج ذیل روایت ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((هَلْ كُنْتَ تَدْعُوْ بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ؟)) قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيْ بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِيْ فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا تُطِيْقُهُ، أَوْ لَا تَسْتَطِيْعُهُ أَفَلَا قُلْتَ اَللّٰهُمَّ ﴿آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾؟)) قَالَ: فَدَعَا اللّٰهَ لَهُ فَشَفَاهُ[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت کی جو بیماری سے چوزے کی طرح ہو گیا تھا (یعنی بہت ضعیف اور ناتواں ہو گیا تھا)۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا! ''تو کچھ دعا کیا کرتا تھا یا اللہ سے کچھ مانگا کرتا تھا؟'' وہ بولا کہ ہاں! میں کہا کرتا تھا کہ اے اللہ! جو کچھ تو مجھے آخرت میں عذاب کرنے والا ہے، وہ دنیا ہی میں کر لے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! تجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ تو (دنیا میں) اللہ کا عذاب اُٹھا سکے، تو نے یہ کیوں نہیں کہا کہ اے اللہ! مجھے دنیا میں بھی بھلائی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب کراهية الدعاء بتعجيل العقوبة فی الدنيا، رقم:٢٦٨٨

Marfat.com

دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے اللہ عزوجل سے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاء عطا فرمادی۔

سزائیں بھگتنے کی دعا مانگنے کی بجائے دنیا وآخرت کی بھلائی مانگنی چاہیے اور دونوں جہاں میں آزمائشوں اور فتنوں سے عافیت کی دعا مانگنی چاہیے اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دنیا اور آخرت میں سلامتی مل گئی تو سمجھ لو کہ دونوں جگہ کامیابی مل گئی اور اس کامیابی سے بڑھ کے اور کوئی کامیابی نہیں۔

عہدے کی خواہش

عہدہ کی حرص کرنے اور مانگ کر عہدہ لینے کو شرعی طور پر ناپسند کیا گیا ہے سیّدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((یَاعَبْدَالرَّحْمٰنِ لَاتَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِیْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَیْهَا وَإِنْ أُعْطِیْتَهَا عَنْ غَیْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَیْهَا)) [1]

''اے عبدالرحمٰن! کسی عہدے اور حکومت کی درخواست مت کرنا کیونکہ اگر مانگنے سے تجھے (عہدہ) دیا گیا تو تجھے اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تجھے وہ بن مانگے دیا گیا تو اس پر تیری مدد کی جائے گی۔''

امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ نے اس پر باب یہ قائم کیا ہے النھی عن طلب الامارة والحرص علیھا (امارت کی طلب اور اس پر حریص ہونے کی ممانعت) یعنی مذکورہ حدیث سے اس بات پر راہنمائی ملتی ہے کہ عہدہ مانگنا اور دل میں اس کی حرص رکھنا منع ہے، حرص کا تعلق خواہش سے ہے پس ایسی خواہش کرنا درست نہیں جس میں عہدہ کی طلب اور لالچ ہو اور اگر مانگنے پر عہدہ مل بھی جائے تو بندہ اس پر طمانیت نہیں پائے گا اس کے چھن جانے کی فکر لاحق رہے گی اور آخرت میں سوائے شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب النھی عن طلب الامارة والحرص علیھا، رقم: ۱۶۵۲

Marfat.com

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَلاَ تَسْتَعْمِلُنِيْ؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي ثُمَّ قَالَ: ((يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا))[1]

یارسول اللہ! آپ مجھے گورنری (وغیرہ) نہیں دیتے؟ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے پر مارا اور فرمایا: ''اے ابوذر! تو کمزور ہے اور یہ امانت ہے (یعنی بندوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سب حاکم کو ادا کرنے ہوتے ہیں) اور قیامت کے دن اس عہدہ سے سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا مگر جو اس کا حق ادا کرے گا اور سچائی سے کام لے۔''

نبی ﷺ اس آدمی کو عہدہ نہیں دیا کرتے تھے جو عہدہ کا طلب گار ہوتا حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي فَكِلَاهُمَا سَأَلَ الْعَمَلَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَسْتَاكُ فَقَالَ: ((مَا تَقُوْلُ يَا أَبَا مُوْسَى)) أَوْ ((يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ؟)) قَالَ فَقُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ قَالَ وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ وَقَدْ قَلَصَتْ فَقَالَ:((لَنْ أَوْلَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ))[2]

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میرے ساتھ اشعری قبیلہ کے دو آدمی تھے۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ دونوں نے نبی ﷺ سے عامل بنا کر بھیجنے کی درخواست کی اور آپ ﷺ مسواک کر رہے تھے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب کراهة الامارة بغير ضرورة رقم: ۱۸۲۵

[2] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب النهي عن طلب الامارة والحرص عليها رقم:۱۷۳۳، سنن نسائي، کتاب الطهارة، باب هل يستاك الامام بحضرة رعيته، رقم:٤

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوموسیٰ! تم کیا کہتے ہو؟''میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! قسم اس کی جس نے آپ ﷺ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا، انہوں نے مجھ سے اپنے دِل کی بات نہیں کہی اور مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ کام (عہدہ وغیرہ) کی درخواست کریں گے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا میں آپ ﷺ کی مسواک کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ نچلے ہونٹ پر ٹھہری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم اس کو کبھی عہدہ نہیں دیتے جو عہدے کی درخواست کرے۔''

عہدہ مانگنے میں درحقیقت نفس کی طرف سے لالچ شامل ہے اور دنیاوی طور پر لالچی ہونا شخصیت پر ایک بدنما داغ ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ بندہ ایسے عیوب سے پاک ہو اس لیے عہدہ کے پیچھے بھاگنے اور اس کے حصول کے لیے ناجائز ذرائع اور ہتھکنڈے اختیار کرنے کی بجائے اچھا بننے اور شخصیت کو سنوارنے پر زور دیا گیا ہے۔ جب بندے کی شخصیت وزنی ہو تو اسے عہدے کے پیچھے نہیں بھاگنا پڑتا بلکہ عہدے خود اس کی طرف چل کے آتے ہیں۔

کسی امیر کا غیر شرعی امر میں اطاعت کی خواہش کرنا

نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

((لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)) [1]

''نافرمانی میں اطاعت نہیں ہوتی اطاعت تو صرف شرعی امر میں ہے۔''

کسی امیر کا اپنے متبعین سے غیر شرعی امر کی اطاعت کی خواہش کرنا درست نہیں۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک جہادی لشکر کے امیر نے کسی بات پر غصے ہو کر لوگوں سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ آگ جلائیں اور پھر اس میں کود جائیں آپ ﷺ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے امیر کی اس بات کو ناپسند کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهَا رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ

---

[1] صحيح البخاری، كتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازة خبر الواحد، رقم: ٧٢٥٧

Marfat.com

يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ، فَقَالَ: أَلَيسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ أَن تُطِيعُونِي؟ قالُوا: بَلَى، قالَ: فَاجمَعُوا لِي حَطَبًا، فَجمَعُوا، فَقَالَ: ادخُلُوهَا، فَهَمُّوا وَجَعَلَ بَعضُهُم يُمسِكُ بَعضًا، وَيَقُولُونَ: فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ النَّارِ، فَمَازَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ، فَسَكَنَ غَضَبُهُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ:((لَو دَخَلُوهَا مَاخَرَجُوا مِنهَاإِلَى يَومِ القِيَامَةِ، الطَّاعَةُ فِي المَعرُوفِ))[1]

نبی ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اس کا سالار ایک انصاری شخص کو مقرر فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس کی اطاعت کرو۔ اتفاقاً اس کو غصہ آیا تو کہنے لگا: کیا نبی ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا۔ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! تب اس نے کہا: تم میرے لیے لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے جمع کر دیں۔ اس نے کہا: اب آگ سلگاؤ۔ انہوں نے آگ بھی سلگائی۔ پھر اس نے کہا کہ اس میں کود پڑو۔ انہوں نے کودنے کا ارادہ کیا مگر بعض ایک دوسرے کو روکنے لگے اور انہوں نے کہا: ہم آگ سے راہ فرار اختیار کر کے تو نبی ﷺ کے پاس آئے ہیں وہ یہی کہتے رہے یہاں تک کہ آگ بجھ گئی اور اس کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''اگر وہ اس آگ میں گھس جاتے تو قیامت تک اس سے نہ نکل سکتے کیونکہ اطاعت اس کام میں ضروری ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔''

عبادت میں غیر شرعی خواہشات

عبادت میں ایسی خواہشات رکھنا کہ بندہ اعتدال کا راستہ چھوڑ کر بے اعتدالی اختیار کرے یا سنتِ نبوی ﷺ سے ہٹ کر اپنے کسی طریقہ کے مطابق عبادت کرے، ممنوع ہے جیسا کہ تین صحابی، سیّدہ عائشہؓ سے نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کے لیے

[1] صحيح البخارى، كتاب المغازى باب سرية عبدالله بن حذافة السهمى وعلقمة بن مجزز المدلجى رقم: ٤٣٤٠

Marfat.com

آئے اور جب انہیں نبی ﷺ کی عبادت بتائی گئی تو انہوں نے خود کو گناہ گار سمجھتے ہوئے یہ گمان کیا کہ انہیں اس سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے چنانچہ تینوں نے عبادت کے حوالہ سے اپنی اپنی خواہشات کا اظہار کیا اور چلے آئے آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے انہیں عبادت میں اپنی مرضی کی خواہشات پر عمل کرنے سے روکنے کے لیے ان کے اس اقدام پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِ(صلی اللّٰہ علیہ وسلم) فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْ هَا فَقَالُوْا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَدْ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ،قَالَ: اَحَدُهُمْ أَمَّا أَنَا فَاِنِّيْ اُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ: آخَرُأَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ،وَقَالَ: آخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّ جُ اَبَدًا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَأُصَلِّيْ وَأَتَزَوَّ جُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے گھر آئے۔ انہوں نے نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں سوال کیا جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے اس عبارت کو کم خیال کیا کہنے لگے۔ کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ، ان کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گے ہیں۔ (ہم گناہ گار لوگ ہیں ہمیں عبادت زیادہ کرنی چاہیے) پس ان میں سے ایک کہنے لگا: میں تو ساری عمر رات بھر نماز پڑھا کروں گا اور دوسرے نے کہا: میں زمانہ بھر روزہ دار رہوں گا اور کبھی (دن کو) افطار نہیں کروں گا اور

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح رقم: ٥٠٦٣

Marfat.com

تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کراؤں گا۔
اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم لوگ ہو جنہوں نے ایسی باتیں کہیں۔۔۔؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ ربّ العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں اور (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کر رکھے ہیں پس جس نے میرے طریقے سے منہ پھیر لیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' روایت میں مذکور ہے کہ تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ الفاظ کہے تھے:

قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ

نبی ﷺ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عبادات میں ایسی خواہشات جائز نہیں جو بندے کو طریقہ نبوی ﷺ سے منحرف کر دیں ہر وہ کام جو سنتِ رسول ﷺ سے ہٹ کر ہو اور بندے کے دل کو وہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے اس جانب قدم بڑھانا نیکی نہیں بلکہ گناہ ہے اس لیے کہ عمل وہی قبول ہوگا جو شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہے ؎

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی اوست

وہ خواہشات جن کا تعلق عبادات کے ساتھ ہے ان میں سنت کی اتباع ضروری ہے نہیں تو پہاڑوں جیسے عظیم اور تھکا دینے والے اعمال بھی میزانِ عمل میں وزن پیدا کرنے سے قاصر رہیں گے باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت والے دن بعض لوگ ایسے بھی آئیں گے جنہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق مشقت طلب اعمال کیے ہوں گے مگر وہ اعمال چونکہ منہج نبوی ﷺ کے مطابق نہیں ہوں گے اس لیے ثواب کی بجائے وہ ان کے لیے وبالِ جان بن جائیں گے چنانچہ فرمایا:

Marfat.com

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ○ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ○ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ○﴾ ①

''کئی چہرے اس دن ذلیل ہوں گے، انہوں نے تھکا دینے والے اعمال کیے ہوں گے مگر بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو جائیں گے۔''

حدیث مبارک میں آتا ہے کچھ لوگ قیامت کے دن میدانِ محشر میں اس کیفیت میں آئیں گے کہ ان کے اعضاء وضو عبادات کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے اور وہ اپنی تشنہ لبی مٹانے کے لیے حوضِ کوثر کی جانب بڑھیں گے لیکن انہیں روک دیا جائے گا صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیا میں عبادات، سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے مطابق کی ہوں گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((بينا أنا قائم اذا زمرة، حتى اذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم، فقال: هلم، فقلت: أين؟ قال: الى النار والله، قلت: وما شأنهم؟ قال: انهم ارتدوا بعدك على أدبارهم القهقرى، ثم اذا زمرة، حتى اذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم، فقال: هلم، قلت أين؟ قال الى النار والله، قلت: ما شأنهم؟ قال: انهم ارتدوا بعدك على أدبارهم القهقرى، فلا أراه يخلص منهم الا مثل همل النعم)) ②

''میں قیامت کے روز حوضِ کوثر پر کھڑا ہوں گا تو ایک گروہ میرے سامنے آئے گا۔ میں ان کو پہچان لوں گا، اتنے میں میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص نکل کر ان لوگوں کو کہے گا ادھر آؤ۔ میں کہوں گا کدھر؟ وہ کہے گا جہنم کی طرف۔ اللہ کی قسم! میں کہوں گا اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ کہے گا: یہ لوگ آپ کی وفات کے بعد دین سے الٹے پاؤں برگشتہ ہو گئے تھے۔ پھر ان کے بعد ایک اور گروہ نمودار ہوگا میں ان کو بھی پہچان لوں گا تو میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص نکلے گا وہ ان سے کہے گا: ادھر آؤ میں پوچھوں گا کدھر؟ وہ کہے گا آگ کی طرف اللہ کی قسم! میں کہوں گا کس لیے؟ وہ کہے گا یہ لوگ آپ کی

---

① الغاشیہ: ۲، ۳، ۴ ② صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم: ٦٥٨٧

Marfat.com

وفات کے بعد الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں ان میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا ہاں جنگل میں آزادانہ چرنے والے اونٹوں کی طرح چند لوگ رہائی پائیں گے۔''

اپنی خواہش کے مطابق عبادت کرنے والے بروز محشر، پیغمبر کائنات ﷺ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے اور یہ ان کی کس قدر حرماں نصیبی ہوگی کہ نمازوں، تہجدوں اور دیگر عبادات کا وہ بینک بیلنس جو انہوں نے بڑی محنت سے جمع کیا ہوگا سب کھوٹا قرار پائے گا، ہاں یہ کھرا تب ہوتا اگر ان کے اعمال سنت کے مطابق ہوتے:

تَعۡصِی الرَّسُوۡلَ وَاَنۡتَ تُظۡهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعَمۡرِیۡ فِی الۡقِیَاسِ بَدِیۡعٌ
لَوۡ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعۡتَهٗ
اِنَّ الۡمُحِبَّ لِمَنۡ یُّحِبُّ مُطِیۡعٌ

''تو رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کے ساتھ محبت کا بھی دعویٰ کرتا ہے، زندگی گواہ ہے یہ بات انتہائی عجیب ہے جو عقل میں نہیں آتی اگر تو اس محبت کے دعوے میں سچا ہوتا تو ان کی اطاعت کرتا کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا تابعدار ہوتا ہے۔''

اپنی خواہش کے مطابق عبادت کی چند مثالیں

عہد رسالت میں جن لوگوں نے اپنی خواہشات کے مطابق عبادت کرنا چاہی تھی نبی کریم ﷺ نے انہیں روک دیا اور ان کے اس فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اس لیے کہ ہر وہ عبادت جو عبادتِ مصطفیٰ ﷺ کی تصویر نہ ہو، جس میں منہج نبوی ﷺ کو نظر انداز کر دیا گیا ہو عنداللہ کوئی وزن نہیں رکھتی اس لیے کہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت وہی قبول ہوگی جو رسول کریم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگی اور اگر آپ ﷺ کے طریقہ کے مطابق نہیں تو عبادت خواہ کتنی ہی محنت طلب کیوں نہ ہو اللہ کے ہاں بندے کے مقام و مرتبہ میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

رسی باندھ کر عبادت کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَنَّ رُسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَرَأَی حَبْلًا مَمْدُوْدًا بَیْنَ سَارِیَتَیْنِ فَقَالَ: ((مَاھٰذَا الْحَبْلُ)) فَقَالُوْ:اَلزَّیْنَبُ تُصَلِّیْ فَاِذَافَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((حُلُّوْهُ لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَهٗ، فَاِذَافَتَرَ فَلْیَقْعُدْ)) ①

رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی دیکھی آپ نے دریافت فرمایا: ''یہ رسی کا کیا ماجرا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا: یہ زینب رضی اللہ عنہا کے لیے ہے وہ نماز پڑھتی ہے اور جب تھک جاتی ہے تو اس کے ساتھ لٹک جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے کھول دو تم میں سے کوئی اتنی دیر تک عبادت کرے جب تک ہشاش بشاش ہے اور جب وہ سست پڑ جائے تو بیٹھ جائے۔''

کسی آدمی کو باندھ کر طواف کروانا

کسی آدمی کا خود کو زنجیروں سے جکڑ کے عبادت کرنا غیر شرعی ہے۔ اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَرَّ وَھُوَ یَطُوفُ بِالْکَعبَةِ بِاِنسَانٍ، رَبَطَ یَدَهُ اِلَی اِنسَانٍ، بِسَیرٍ أَو بِخَیطٍ أَو بَشَیْءٍ غَیرِ ذٰلِكَ فَقَطَعَهُ النَّبِیُّ ﷺ بِیَدِهٖ، ثُمَّ قَالَ: ((قُدْهُ بِیَدِهٖ)) ②

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، اسی اثنا میں آپ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جس نے اپنا ہاتھ تسمہ یا دھاگے یا کسی اور چیز کے ذریعے دوسرے شخص سے باندھ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا، پھر فرمایا: ''ہاتھ پکڑ کر اسے لے چلو۔''

① صحیح) سنن النسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار باب الاختلاف علیٰ عائشة فی احیاء اللیل رقم الحدیث: ۱٦٤۳ ② صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الکلام فی الطواف، رقم: ۱٦۲۰

Marfat.com

سواری ہونے کے باوجود پیدل حج کے لیے جانا

باری تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ لوگ عبادت کے لیے اپنی جان کو عذاب میں مبتلا کریں، ننگے پاؤں دھوپ میں چلنا یا سینکڑوں میل کا سفر سائیکلوں پر کرنا، دہکتے کوئلوں پر چل کر عبادت کا مظاہرہ کرنا، خود کو تیز دھار چیزوں سے زخمی کرنا محض ایک تکلف ہے عبادت نہیں۔ اسلام نے عبادت کا ایک پروقار طریقہ دیا ہے جس میں خود کو نہ عذاب میں مبتلا کرنا پڑتا ہے اور نہ خود کو یوں سزائیں دی جاتی ہیں نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کو دیکھیں کتنے پروقار عبادت کے طریقے ہیں۔ ذیل کی روایت ملاحظہ فرمایئے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ: ((مَابَالُ هٰذَا؟))، قَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ)) وأَمَرَهُ أَن يَرْكَبَ. ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: ''اسے کیا ہوا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا: اس نے پیدل جانے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ ''اپنی جان کو تکلیف دے رہا ہے اللہ اس سے بے نیاز ہے۔'' پھر آپ نے اسے حکم دیا کہ سوار ہو کر جائے۔

سواری ہونے کے باوجود کسی آدمی کا پیدل سفر کرنا کہ اس ذریعہ سے وہ اللہ کے تقرب کو پالے گا درست نہیں اس لیے کہ یہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہی نہیں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: (ارْكَبْهَا) فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)) قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: ((ارْكَبْهَا وَيْلَكَ)) فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّانِيَةِ. ②

① صحیح البخاری، کتاب المحضر و جزاء الصید، باب من نذر المشی الی الکعبة، رقم: ۱۸۶۵

② صحیح البخاری، کتاب الحج، باب رکوب البدن، رقم: ۱۶۸۹

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کے اونٹ کو ہانک رہا تھا، آپ نے فرمایا: "اس پر سوار ہو جا۔" اس نے عرض کیا کہ یہ تو قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے فرمایا: "اس پر سوار ہو جا۔" دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا: "تجھ پر افسوس اس پر سوار ہو جا۔"

جان لیجیے! اگر کوئی بندہ طاعت رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑتا ہے تو اس کے گناہوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور دینی اور دنیاوی اعتبار سے نقصانات بھی بڑھ جاتے ہیں اس ضمن میں ہم چند مثالیں صحیحین سے پیش کر رہے ہیں:

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ يَقُولُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُسَوِّى صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّىْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَاَنْ يُكَبِّرَ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ ((عِبَادَاللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ)) ①

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے تھے گویا ان کے ساتھ آپ تیروں کو سیدھا فرما رہے ہیں یہاں تک کہ جب آپ محسوس فرماتے کہ ہم آپ کی طرف سے اس مسئلہ کو سمجھ گئے ہیں (تب آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز کا آغاز فرماتے) پھر ایک دن آپ نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے (اور مصلیٰ پر) کھڑے ہو گئے آپ اللہ اکبر کہنے ہی والے تھے آپ نے ایک آدمی کو دیکھا اس کا سینہ (صف سے) باہر نکلا ہوا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا اللہ کے بندو! تم اپنی صفیں ضرور سیدھی کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا (یا تمہارے چہروں کو بدل دے گا۔)"

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

① صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة، باب تسوية الصفوف واقامتها، رقم:٤٣٦

Marfat.com

أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِشِمَالِهِ، فَقَالَ: ((كُلْ بِيَمِيْنِكَ)) قَالَ: لَا أَسْتَطِيْعُ، قَالَ: ((لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلٰى فِيْهِ. ①

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا، آپ نے اس سے فرمایا: ''اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔'' اس نے کہا: اس کی میں طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: ''تو اس کی طاقت نہ ہی رکھے۔'' اس کو داہنے ہاتھ سے کھانے سے صرف تکبر نے روکا تھا، پس وہ اپنے داہنے ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا۔

دینی اور دنیاوی اعتبار سے یہ چند نقصانات ہیں جو اطاعت رسول ﷺ سے منہ موڑنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر بدنصیب کون ہوگا جسے دنیا میں اللہ کا غضب پکڑ لے اور آخرت میں جنت اور حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے۔

عبادات میں لوگوں کو خوش کرنے کی خواہش

غیر شرعی خواہشات میں ایک انتہائی مہلک خواہش یہ ہے کہ بندہ اپنی عبادت سے اللہ کو خوش کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو خوش کرنے کی بھی خواہش رکھے اور یہ مہلک اس لیے ہے کہ یہ خواہش عبادت کو بے وزن کر دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی عبادت کا کوئی مقام نہیں رہتا اور ریاکاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنا کوئی بھی عمل لوگوں میں مقام پیدا کرنے کے لیے کیا جائے عبادات سے متعلقہ کسی بھی عمل میں اگر ریاکاری آ جائے تو وہ عمل برباد ہو جاتا ہے خواہ وہ عمل عظیم سے عظیم تر ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○﴾ ②

''جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہے تو ہم ایسے لوگوں کو دنیا میں ہی

---

① صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب اداب الطعام والشراب، رقم: ۲۰۲۱ ② ہود: ۱۵، ۱۶

Marfat.com

ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا وہ برباد ہو جائے گا اور جو عمل کرتے رہے وہ بھی بے سود ہوں گے۔''

مفسرین نے اس آیت کو ان کافروں کے بارے میں بھی بیان کیا ہے جو ایمان کے بغیر دنیا میں نیک اعمال کرتے ہیں تو انہیں دنیا میں ہی بدلہ دے دیا جاتا ہے، آخرت میں ان کے لیے سوائے آگ کے کچھ نہیں ہے اور ریاکار کا معاملہ بھی بعینہٖ ایسا ہی ہے اس کے نیک اعمال کی وجہ سے دنیا والے اس کی خوب تعریف کرتے ہیں اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس معاملہ میں اس کے ساتھ کمی نہیں کی جاتی لیکن آخرت میں سوائے آگ کے اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ، فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَه' نِعَمَه' فَعَرَفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اُسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُقَالَ جَرِیْءٌ، فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَبِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَه' ، وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَه' نِعَمَه فَعَرَفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا، قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُه' ، وَقَرَاْتُ فِیْكَ الْقُرْاٰنَ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِیٌ، فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَبِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَه' نِعَمَه' فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ مَاتَرَكْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ

Marfat.com

جَوَّادٌ، فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ)) [1]

''قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور شہید ان نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: تو نے ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جنگ کی، حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے بہادر کہلوانے کے لیے جنگ کی، دنیا میں تجھے بہادر کہہ دیا گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہو گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ آدمی لایا جائے گا جس نے خود بھی علم سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد لائے گا اور وہ (عالم) ان کا اقرار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: ''ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے تو نے کیا عمل کیا؟'' وہ عرض کرے گا: یا اللہ! میں نے علم سیکھا، لوگوں کو سکھایا اور تیری خاطر لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے تو نے علم اس لیے سیکھا تاکہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لیے پڑھ کر سنایا کہ لوگ تجھے قاری کہیں، سو دنیا نے تجھے عالم اور قاری کہہ دیا۔ پھر حکم ہو گا اور منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے بعد تیسرا آدمی لایا جائے گا جسے دنیا میں وسعت اور ہر طرح کی دولت سے نوازا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں جتائے گا وہ شخص ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، اللہ پوچھے گا ان نعمتوں کو پا کر تو نے کیا کام کیے؟ وہ کہے گا: یا اللہ میں نے تیری راہ میں ان تمام جگہوں پر مال خرچ کیا جہاں تجھے مال خرچ کرنا پسند تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے، تو نے مال صرف اس لیے خرچ کیا تاکہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا نے تجھے سخی کہہ دیا۔ پھر حکم ہو گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

[1] صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، رقم: ١٩٠٥

Marfat.com

شہادت اور سخاوت جیسا عظیم عمل اور عالم و فاضل کا علم و فضل دنیا کی تعریف کے سوا اور کچھ حاصل نہ کر سکا بلکہ الٹا عذاب کا باعث بن گیا۔

ریا کار آدمی کا عمل کیسے برباد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک مثال دے کر سمجھایا ہے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾[1]

''جو شخص اپنا مال صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر ایمان نہیں رکھتا اور نہ ہی آخرت کے دن پر، اس کے خرچ کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی چٹان ہو جس پر مٹی کی تہہ جم گئی ہو جب اسے زوردار بارش پہنچی تو اس (پتھر) کو بالکل صاف چٹان (کی شکل میں) چھوڑ دیا ایسے لوگ اپنے کسی عمل پر قادر نہ ہوں گے اور اللہ کافر قوم کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔''

ریا کار آدمی کا عمل بالکل اس چٹان کی مانند ہی ہوتا ہے جس پر کچھ گرد و غبار اور مٹی جمع ہو جائے اور وہ اس مٹی کی تہہ میں اپنے عمل کا بیج چھپا دے تو وہ کبھی بار آور نہیں ہوگا جیسے ہی بارش برسے گی چٹان صاف ہو جائے گی اور بیج بھی ضائع ہو جائے گا۔

اسلام میں ریا کاری کو انتہائی بری نظر سے اس لیے دیکھا گیا ہے کہ اس میں شرک کی بُو پائی جاتی ہے اس لیے کہ نیک اعمال تو سارے اللہ کے لیے ہونے چاہئیں لیکن ریا کار آدمی اس میں اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ بندوں کی رضا کو بھی شامل کر لیتا ہے اور جو کام خالص اللہ کے لیے ہو اس میں بندوں کو شریک کرنا ہی تو شرک کہلاتا ہے، اسی لیے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ))[2]

[1] البقرة: ٢٦٤ [2] صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب من اشرك فى عمله غير الله، رقم: ٢٩٨٥

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں دوسرے شریکوں کے مقابلے میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کرے تو اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔''

اس حدیث میں دکھلاوے کو شرک سے تعبیر کیا ہے کہ یہ بھی شرک خفی ہے لیکن یہ شرک اصغر ہے۔ اپنے عمل میں کسی دوسرے کو شریک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں متقی و پارسا بننا چاہتا ہے، اللہ ایسے بندے کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہے یعنی اس سے اپنی نظر رحمت ہٹا لیتا ہے اور اس عمل کو برباد اور اس کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے اور ایسا بندہ قیامت والے دن سب لوگوں کے سامنے رسوا ہوگا جیسا کہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

((مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ)) ①

''جو شخص دکھلاوے کے لیے کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت والے دن رسوا کر دے گا اور جو کوئی نیک عمل لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لیے کرتا ہے تو اللہ اس کے چھپے عیب لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاکاری کو اپنی امت کے لیے سب سے زیادہ خوف والی چیز قرار دیا ہے، فرمایا:

((اِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ)) قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَالشِّرْكُ الْأَصْغَرُ؟ قَالَ: ((الرِّيَاءُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ تُجَازَى الْعِبَادُ بِأَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوْا اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَآءُوْنَ بِأَعْمَالِكُمْ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَآءً)) ②

''سب سے زیادہ خوف والی چیز جس کا مجھے تم پر ڈر ہے وہ شرک اصغر ہے

① صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، رقم: ٦٤٩٩؛ صحیح مسلم کتاب الزهد باب من اشرك فی عمله غیر الله رقم: ٢٩٨٧ ② سلسلة الاحادیث الصحیحة، رقم: ٩٥١

Marfat.com

لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا: ''دکھاوا، جس دن بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے جاؤ ان لوگوں کے پاس جنہیں دکھانے کے لیے تم یہ عمل کرتے تھے اور دیکھو تمہیں ان کے ہاں کوئی بدلہ ملتا ہے؟''

قیامت والے دن بھلا بندے کیا بدلہ دے سکیں گے ہر ایک اپنے بچاؤ کی فکر میں پڑا ہوگا چنانچہ ریاکار آدمی ناکام و نامراد ہو کر جہنم کا ایندھن بن جائے گا یہاں تک کہ ریاکار نمازی بھی ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے قرآن حکیم میں ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○﴾[1]

''پس تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں۔''

ان آیات میں بے نمازوں کے لیے وعید بیان نہیں ہوئی بلکہ نمازیوں کا ذکر ہے ایسے نمازی جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے اور ریاکاری کرتے ہیں وہ نمازیں پڑھنے کے باوجود ہلاکت کا شکار ہوں گے اور ان کی نمازیں میزانِ عمل میں بالکل بے وزن ہو کر رہ جائیں گی۔ ریاکار نمازیوں کو قیامت والے دن سخت شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا جب ان سے ربّ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کی قوت سلب کر لی جائے گی اور ان کی کمر اکڑ کے ایک تختے کی شکل اختیار کر لے گی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ فَيَسْجُدُ لَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَيَبْقٰى مَنْ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِئَاءً وَّسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَّاحِدًا))[2]

میں نے سنا نبی ﷺ فرما رہے تھے: ''قیامت والے دن ہمارا ربّ اپنی پنڈلی

---

[1] الماعون: ٤-٦ [2] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب یوم یکشف عن ساق، رقم: ٤٩١٩

Marfat.com

ظاہر کرے گا تو ہر مومن مرد اور مومن عورت (اسے دیکھ کر) سجدہ میں گر پڑیں گے اور وہ لوگ رہ جائیں گے جو دنیا میں لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے سجدہ کیا کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی پیٹھ اکڑ کر ایک تختہ بن جائے گی۔"

یہ بندے دنیا میں اپنی عبادتیں لوگوں سے داد پانے کے لیے کیا کرتے تھے، آہ کس قدر فریب نفس میں مبتلا تھے، انہوں نے ربّ کی بجائے لوگوں سے بدلے کی امید رکھی اور دنیا کی طرح لوگ بھی فانی ہیں، ان کی تعریف و توصیف بھی فانی ہے، یہ چیزیں مٹ جانے والی ہیں مٹ جائیں گی اور آخرت کا رسوا کن عذاب باقی رہ جائے گا، آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت کیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا۟ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَىٰهَا ۝﴾[1]

"جس دن وہ اس (قیامت) کو دیکھیں گے تو انہیں ایسے محسوس ہو گا جیسے وہ (دنیا میں) ٹھہرے ہی نہیں یا اگر ٹھہرے بھی ہیں تو دن کا آخری حصہ یا دن کا پہلا حصہ۔"

انہیں دنیا کی گزاری ہوئی ساری زندگی ایک دن بھی دکھائی نہیں دے گی، جس دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ میں صرف چند لمحات کی سی ہے، اس کی خاطر بندہ اپنی عبادات قربان کر دے، کس قدر خسارہ کی تجارت ہے۔

فوائد:

- بعض دفعہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت سے کوئی نیک عمل کر رہا ہوتا ہے، لیکن وہ لوگوں کو اس لیے دکھا کر کرتا ہے تا کہ وہ بھی ایسا عمل کریں یہ صورت جائز ہے بلکہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر یہ عمل کریں گے ان کے ثواب میں بھی یہ شریک ہو گا، جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے:

---

[1] النازعات:٤٦

Marfat.com

﴿إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾[1]

''اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بہت ہی اچھا ہے اور اگر انہیں چھپاؤ اور فقراء کو دو تو وہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔''

✿ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں کوئی عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دِلوں میں اس کی محبت ڈال کے ان کے دل اس بندے کی طرف مائل کر دے اور لوگ اس کی تعریف کرنے لگیں، اس پر وہ بندہ خوشی محسوس کرے تو کوئی حرج والی بات نہیں یہ دنیا میں اس بندے کے لیے اللہ کی بشارت ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَءَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ، قَالَ: ((تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤمِنِ))[2]

رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کا کیا ارشاد ہے اگر کوئی آدمی نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں (یہ ریا کاری تو نہیں؟)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مومن کو جلدی مل جانے والی خوشخبری ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کی اپنی نیت خالص ہو وہ اللہ کی رضا جوئی کے لیے اعمال کرے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کریں تو یہ ریا کاری نہ ہوگی بلکہ یہ اس کے حق میں ایک خوشخبری ہے اور اللہ کی بارگاہ میں اس کے لیے نیک گواہی ہے۔

اللہ ہمیں شرک اور ریا کاری کے ہولناک گناہوں سے بچائے اور ہمارے دلوں کو صرف اپنی اطاعت کی طرف موڑ دے اس لیے کہ دِلوں کی حکومت اللہ کے پاس ہے وہ جس طرف چاہے دِلوں کو موڑ سکتا ہے۔

---

① البقرہ:۲۷۱ ② صحیح مسلم، کتاب البر، باب اذااثنی علیٰ الصالح، رقم: ۲٦٤۲

Marfat.com

ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی خواہش

دولت انسان کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے بہت سے لوگ دولت کے حصول کے لیے دن رات ایک کر دیتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کر لیں خواہ اس کے حصول کے لیے ناجائزہ ذرائع ہی اختیار کیوں نہ کرنے پڑیں لیکن یاد رکھیے ناجائز ذرائع سے دولت سمیٹنا بھی گناہ ہے اور اس کی خواہش کرنا اور پھر اس خواہش کے پیچھے چلنا بھی گناہ ہے۔

حرام کمائی جس بھی نیکی میں شامل ہو جائے اسے برباد کر دیتی ہے اور نیکیوں کی بربادی کے علاوہ جہنم کے شعلے بھی حرام کمائی سے تیز ہو جاتے ہیں، حرام کمائی کا ایک لقمہ بھی پیٹ میں چلا جائے تو وہ آگ کا دہکتا ہوا انگارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ؏﴾[1]

"بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کا مال ازراہ ظلم کھا لیتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو جائیں گے۔"

یتیم کا مال کھانا حرام ہے اور ایسا حرام مال کھانے والا خواہ پانچوں نمازوں کا پابند اور تہجد گزار بھی ہو تب بھی جنت کے دروازے اس پر بند ہو جائیں گے، یہاں تک کہ سخت محنت سے کی ہوئی نیکی بھی بالکل بے فائدہ اور بے وزن ہو جائے گی۔

مال و دولت کو آدمی بڑی محنت سے حاصل کرتا ہے اور مال سے جو نیکی کے کام سرانجام دیئے جا سکتے ہیں ان میں ایک بہت بڑا نیکی کا کام صدقہ و خیرات بھی ہے، لیکن صدقہ و خیرات اگر حرام کمائی سے ہو تو بارگاہِ الٰہی میں قبولیت حاصل نہیں کر سکتا، خواہ خرچ کرنے والا اسے موسلا دھار بارش یا تیز آندھی کی مانند ہی خرچ کیوں نہ کرتا ہو اور اس کا

---

[1] النساء: ١٠

Marfat.com

تعلق زکوٰۃ سے ہو یا قربانی سے، نذر ونیاز سے ہو یا محتاجوں کی مدد کرنے سے اللہ تعالیٰ صرف اور صرف پاکیزہ چیز کو ہی قبول فرماتے ہیں، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

((أَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَايَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَاَنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَبِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ: يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ)) ①

''اے لوگو! اللہ پاک ہے، پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس چیز کا حکم اس نے اپنے پیغمبروں کو دیا چنانچہ اس نے (پیغمبروں سے) فرمایا: اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو بلاشبہ میں تمہارے عملوں کو خوب جانتا ہوں۔''

یہ جملہ ''بلاشبہ میں تمہارے عملوں کو خوب جانتا ہوں۔'' اپنے اندر بہت معنویت رکھتا ہے اس سے متصل پیچھے حلال کمائی اور نیک اعمال اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر اپنی جاننے کی قوت کا اظہار فرمایا، مطلب یہ ہے کہ اگر تم اپنی کمائی میں حرام کی آمیزش اس انداز سے کرو کہ کسی کو پتہ نہ چل پائے یہاں تک کہ خریدار، گاہک اور کاروبار سے منسلک تمام افراد اس سے بے خبر ہوں پھر بھی میں تمہارے اعمال کو جانتا ہوں اور تم اگر ایک برا عمل دروازے بند کر کے سب سے چھپا کر کرتے ہو کہ تمہارے ہمسائے بھی اس سے بے خبر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تمہارے بیوی بچوں کو بھی نہیں پتہ لیکن میں تمہارے اس عمل سے بھی واقف و آشنا ہوں اس طرح جب تم صدقہ وخیرات کرتے ہو تو جس جس جگہ پر حرام کمائی کے سیاہ نقطے لگے ہوتے ہیں میرے علم میں ہوتے ہیں۔

① صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتھا، رقم: ۱۰۱۵

Marfat.com

کسی تکلیف کی بنا پر موت کی خواہش کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي))[1]

''تم میں سے کوئی آدمی کسی نازل ہونے والی مصیبت کی وجہ سے موت کی خواہش نہ کرے اگر کوئی چارہ کار نہ ہو یوں کہے اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور اس وقت موت دے جب موت میرے لیے بہتر ہو۔''

زندگی انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک امانت ہے۔ اس کے چھن جانے کی خواہش کرنا اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے عطیہ کی ناقدری ہے زندگی سے راہِ فرار کا سوچنے والے بعض کم عقل لوگ اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خودکشی کی جانب قدم بڑھاتے ہیں اور انتہائی سنگدلی سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتے ہیں چونکہ موت کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہمارے معاشرہ میں خودکشی کا رجحان بہت تیزی سے پھیل رہا ہے اس لیے ہم اس پر ذرا تفصیل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

خودکشی کی خواہش

موجودہ معاشرہ میں دگرگوں حالات اور پیش آمدہ مسائل سے تنگ آئے لوگوں میں خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے، خودکشی کیا ہے؟ خودکشی زندگی سے فرار کا نام ہے یا پھر مایوسی کے انتہائی قدم کا نام خودکشی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ بندہ یہ مایوسانہ قدم کیوں اٹھاتا ہے کہ اپنی انتہائی قیمتی متاع یعنی زندگی کو ٹھوکر مار دیتا ہے اور اس بات کو بھی یکسر نظر انداز کر دیتا ہے کہ اس کے ساتھ کتنے لوگوں کی زندگی وابستہ ہے وہ اپنے معصوم بچوں، نوبیاہتا

[1] صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحیاۃ رقم: ٦٣٥١، صحیح مسلم، کتاب الدعاء، باب فی کراھیة تمنی الموت لضر ینزل والدعاء بالخیر رقم: ٢٦٨٠

Marfat.com

بیوی اور جھریوں بھرے چہرے اور کپکپاتے ہاتھوں والی ماں کو بھول جاتا ہے اور اس بات کو بھی فراموش کر دیتا ہے کہ آنے والے وقت کی سنگینیوں کا یہ کمزور لوگ کیسے مقابلہ کریں گے اس سے رشتوں کا احساس اور درد کیوں چھن جاتا ہے وہ اس قدر بے حسی کا مظاہرہ کیوں کرتا ہے پھر بعض دفعہ وہ اس قدر ظالم بن جاتا ہے کہ اپنے ساتھ وابستہ معصوم جانوں کو بھی زہر کے ٹیکے لگا کے ابدی نیند سلا دیتا ہے یا ان کے بازو پکڑ کے ٹرین کے آگے کو دکے انہیں بھی زندگی کی زنجیر سے آزاد کر دیتا ہے وہ اس قدر ظالم بن جاتا ہے آخر کیوں......؟ یہ اور ان سے ملتے جلتے اور بھی کئی سوالات ذہنوں میں اٹھتے ہیں کہ معاشرہ میں بے چینی کی یہ لہر کیوں بڑھتی چلی جا رہی ہے؟

خودکشی کی وجوہات اور ان کا حل

خودکشی کرنے والے لوگوں کے اندرونی و بیرونی حالات اور قرآن وحدیث کے مطالعہ سے خودکشی کی چند وجوہات جو سامنے آئی ہیں وہ یہ ہیں:

دین سے رشتہ کمزور ہونا

خودکشی کرنے والے حضرات کی زندگی کا اگر گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو ضرور یہ بات سامنے آئے گی کہ ان کا دین سے رشتہ کسی نہ کسی مقام پر کمزور ہو چکا تھا سیرت نبوی ﷺ سے ان کا رشتہ کسی نہ کسی اعتبار سے کٹا ہوا تھا اس لئے کہ دین سے رشتہ بندے کے دل کو مضبوط رکھتا ہے اسے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک روحانی قوت ملتی ہے جو اسے مصائب اور پریشانیوں کے مقابلہ میں حوصلہ مند رکھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ○﴾[1]

''بلاشبہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر

---

[1] حم سجدہ: ۳۰

Marfat.com

فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہوں اور اس
جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اس آیت کا ایک مفہوم تو واضح ہے کہ رب تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر لینے کے بعد جو لوگ اس پر ڈٹے رہتے ہیں اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں انہیں کوئی ڈر اور خوف نہیں ہوگا اور وہ جنت کے حقدار ہیں اور دوسرا مفہوم اس آیت کا یہ ہے کہ وہ دنیا سے گزرتے ہوئے بھی دین پر قائم رہتے ہیں انہیں دنیا کے مسائل اور پریشانیاں دین سے دور نہیں کرتیں ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جس سے ان کے دل میں ایک روحانی قوت پیدا ہوتی ہے پھر وہ خوف اور نقصان سے نہیں گھبراتے اور جو دین پر قائم نہ ہو وہ خوف اور نقصان کا شکار بھی ہوتا ہے اور ایسی گھبراہٹ میں بعض دفعہ اپنی جان کا خاتمہ بھی کر بیٹھتا ہے استقامت فی الدین سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جو مشکل گھڑی میں بندے کو اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (نہ خوف کرو نہ غم زدہ ہوں) کے تسلی بخش کلمات سے حوصلہ دیتے ہیں فرشتوں کے نزول سے دل کو طمانیت کا احساس ہوتا ہے اور دل میں ایسی روحانی قوت پیدا ہوتی ہے جو پریشانیوں کے مقابلہ میں ڈھال کا کام دیتی ہے اور بندہ مصیبت میں دل برداشتہ ہو کے صبر کا دامن چاک کرنے کی بجائے اسے اللہ کی طرف سے امتحان سمجھ کی صبر وضبط سے اس کا مقابلہ کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو پانچ وقت مسجد میں نماز ادا کرنے والا نمازی اور پرہیز گار بندہ شاید ہی خودکشی کرنے والا ملے گا عموماً خودکشی کرنے والے کا رشتہ مسجد سے کٹا ہوتا ہے یا وہ نماز اور دیگر عبادات کی ادائیگی میں سست ہوگا رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ ﴾[1]

''اور جو کوئی اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مقرر
کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔''

---

① الزخرف: ٣٦

Marfat.com

جس کا دوست شیطان ہو وہ کامیابی نہیں پا سکتا شیطان بندے کو گناہ کی طرف مائل کرنے کے ساتھ ساتھ مایوسی اور اور نا امیدی کی طرف لے جاتا ہے ایسی مایوسی کی جانب جہاں بندہ سمجھتا ہے کہ میرے لئے مسائل اور پریشانیوں سے نکلنے کے سب راستے بند ہو چکے ہیں اور میں اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں ختم کر کے ہی نجات پا سکتا ہوں نتیجتاً وہ ایسا احمقانہ قدم اٹھالیتا ہے جبکہ پرہیز گار آدمی پریشانیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھی سمجھتا ہے کہ اس کیلئے امیدوں کا ایک دروازہ کھلا ہے اور وہ ہے اس کے رب کا دروازہ جو کبھی بند نہیں ہوا جہاں سے حوصلہ اور توانائی ملتی ہے رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○﴾[1]

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کیلئے (رنج و محن سے) نکلنے کا راستہ پیدا فرمادے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا اور جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے وہ اسے کافی ہو جاتا ہے بلاشبہ اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے اور اس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔"

دین کے ساتھ رشتہ بندے کے دل کو مضبوط رکھتا ہے اور مایوسی اس پر حملہ آور نہیں ہوتی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾[2]

"تم اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو"

یعنی اگر تم ایمان والے ہو تو اچھے حالات کی امید رکھو رب تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بھی معاف فرمائیں گے اور تمہارے مسائل بھی حل فرمادیں گے، کبھی بھی کاروبار یا گھر کے حالات سے نا امید ہو کے مایوسانہ قدم نہ اٹھاؤ، اور آج گھریلو حالات سے دلبرداشتہ ہو کر

---

① الطلاق: ۲۔۳ ② الزمر: ۵۳

Marfat.com

خودکشیاں ہو رہی ہیں کہیں مرد جان کی بازی ہار رہے ہیں تو کہیں خواتین زہر کے گھونٹ پی رہی ہیں زندگی میں کبھی خوشی اور کبھی غم قانون قدرت ہے اور اس سے انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں موسم کبھی ایک جیسا نہیں رہتا کبھی گرمی ہے کبھی سردی، کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں، کمزور درخت موسموں کے جھکڑ برداشت کر لیتے ہیں لو کے تھپیڑے سہہ لیتے ہیں انسان کا حوصلہ تو پہاڑوں سے بھی بلند تر ہے خوشی اور غمی کی کیفیات پرندوں اور چرندوں پر بھی آتی ہیں کبھی آج تک کسی جانور نے خودکشی نہیں کی موسم سازگار نہ رہے وہ نئے راستوں کی تلاش میں ہجرت کر جاتے ہیں اور یہی مقابلہ، زندگی ہے عزیزوں کی وفات بے روزگاریاں، گھریلو عدم سکون، بیماریوں کے حوصلہ شکن ایام اور کاروباری زندگی کے نقصانات یہ وہ چیزیں ہیں جو بندے کے حوصلہ کو آزماتی ہیں اور ان چیزوں سے پنجہ آزمائی کا نام زندگی ہے نہ کہ ان پر آنسو برسانا ۔

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے اپنی ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

نپولین بوناپارٹ نے کہا تھا ''جنگ ہار سکتا ہوں حوصلہ نہیں'' جنگ میں زندگی ہے اور حوصلہ میں توانائی اسلام نے حوصلہ کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے دنیا کے عظیم ترین انسان حضرت محمد ﷺ کی حیات پاک کا مطالعہ کیجیے قرآن حکیم نے آپ ﷺ کی زندگی کو ہمارے لئے نمونہ قرار دیا ہے آپ نے حوصلہ کو برقرار رکھنے کا درس دیا آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں تین سال اس کیفیت میں گزارنے پڑے کہ آپ کا سوشل بائیکاٹ کر دیا گیا تھا آپ بچوں کو بھوک سے بلکتا دیکھتے تھے لیکن خوراک کا ذرہ تک نہ تھا سوکھا چمڑا بھگو کے کھانا پڑا جب اس قید سے رہائی ملی تو آپ کے شفیق چچا ابوطالب فوت ہو گئے غمگسار بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی داغ مفارقت دے گئیں آپ تھے اور آپ کی ناتواں بچیاں اور مکہ میں جان لیوا دشمنی...... لیکن ایک لمحہ سوچیے! کیا آپ ﷺ کے پایۂ استقلال میں لغزش آئی؟ آپ نے کوئی مایوسانہ قدم اٹھایا یا حوصلہ چھوڑا؟ آپ ﷺ تو اس بات کی عملی تصویر

Marfat.com

بنے رہے ۔

نشیمن پہ نشیمن یوں تعمیر کرتا جا
کہ بجلیاں گرتے گرتے خود ہی بیزار ہو جائیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا اُحد سے بھی سخت دن آپ پر کبھی آیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَالَقِيتُ وَكَانَ اَشَدُّمَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ يَالِيْلَ ابْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَااَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَامُحَمَّدُ، فَقَالَ: ذٰلِكَ فِيْمَا شِئْتَ، اِنْ شِئْتَ أَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ، لَايُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا)) ①

''میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں ان میں سے سب زیادہ مصیبت عقبہ کے دن کی تھی ۔ جبکہ میں نے خود کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا اور اس نے میرا کہا نہ مانا میں رنجیدہ منہ چلتا ہوا وہاں سے لوٹا (مجھے ہوش نہیں تھا کہ کدھر جا رہا ہوں) میں قرن ثعالب پہنچا تو ذرا ہوش آیا، میں نے اوپر سر اٹھایا تو دیکھا ایک بادل کے ٹکڑے نے مجھ پر سایہ کر دیا ہے پھر میں نے دیکھا کہ اس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی کہ اللہ نے وہ جواب سن لیا ہے جو تمھاری قوم نے تمھیں دیا ہے اور اس نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے ۔ آپ اسے کافروں کی بابت جو چاہیں حکم دیں ۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے

① صحيح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات الله عليهم، رقم: ٣٢٣١

Marfat.com

نے آواز دی اور سلام کیا پھر کہا اے محمد ﷺ! تم چاہو تو مکہ کے دونوں جانب جو پہاڑ ہیں ان پر رکھ دوں، میں نے کہا نہیں بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''

یہ امید کی انتہا ہے کہ ایک ایسا انسان جس کی پیش کردہ دعوت کو نہ صرف ٹھکرا دیا گیا بلکہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک بھی کیا گیا اس پر پتھر برسائے گئے کہ اسے اپنی جان بچا کے غم والم سے نڈھال واپس پلٹنا پڑا لیکن حوصلہ کی داد دیجیے کہ نا امیدی کا دور دور تک نشاں نہیں آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی میں ان سے نا امید نہیں ہوا کہ انہیں دو پہاڑوں کے درمیان پسوا دوں ہمارے سامنے ایسے عظیم انسان کی زندگی بطور نمونہ کے موجود ہے اس کے باوجود ہم گھریلو حالات اور معمولی پریشانیوں سے نا امید ہو جاتے ہیں کسی کے چند حوصلہ شکنی والے کلمات سن کے حوصلہ ہار دیتے ہیں ۔

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ ﴾[1]

''بلاشبہ تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے،،

یہاں رب تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ بَعْدَ الْعُسْرِ يُسْرًا تنگی کے بعد آسانی ہے بلکہ فرمایا مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا تنگی کے ساتھ آسانی ہے یعنی تنگی کا زمانہ صبر سے برداشت کرنے اور اس مشکل سے نکلنے کیلئے جدوجہد کرنے والا ہو تو ابھی تنگی کا زمانہ ختم نہیں ہوا ہوگا کہ آسانی شروع ہو جائے گی بشرطیکہ پھولوں پہ چلنے والے کانٹوں پر چلنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہوں ایک

---

[1] الم نشرح:٥-٦

Marfat.com

مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ﴾[1]

''یہ دن ہیں جنھیں ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں:''

یعنی ہمارا قانون ہے کہ دن ایک جیسے نہیں رہیں گے سدا دھوپ نہیں رہے گی اور سدا چھاؤں بھی نہ رہے گی زخم لگے گا تو وقت گزرنے پر بھر بھی جائے گا تمھیں صبر سے کام لینا ہوگا ایسا نہ ہو کہ زخم لگے تو تم بھرنے کا وقت ہی نہ دو، دھوپ میں چلنا پڑے تو تم چھاؤں تک پہنچنے کی کوشش ہی نہ کرو، اس سے پہلے تم زندگی سے فرار کا سوچنے لگو یہ فطرت سے بغاوت ہوگی اور فطرت سے بغاوت کرنے والا کبھی اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا گیا۔

مصائب میں دیندار اور دنیا دار کا کردار

عہد رسالت اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو چند ایک خودکشیاں ہوئیں ان کا بنظر عمیق جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ خودکشی کرنے والے حضرات دین سے مضبوط رشتہ نہیں رکھتے تھے بلکہ اس رشتہ میں دراڑیں موجود تھیں ان لوگوں میں سے ایک کا قصہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا، فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُوْنَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ، وَفِي أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقِيْلَ: مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا صَاحِبُهُ، قَالَ: فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ، وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيْدًا، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ سَيْفَهُ

[1] آل عمران: ١٤٠

Marfat.com

بِالْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ: (وَمَا ذَاكَ؟) قَالَ: الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ، فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ، ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: (إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ، فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ))[1]

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کا مقابلہ ہوا دونوں طرف سے لوگ خوب لڑے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کی طرف لوٹے اور دوسرے اپنے لشکر کی طرف لوٹے تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک ایسا آدمی دکھائی دیا جو کسی اکے دکے آدمی کو نہ چھوڑتا، اس کے پیچھے جا کر اپنی تلوار سے اسے مار دیتا تھا۔ کہا گیا اس نے تو آج وہ کام کر دکھایا ہے جو ہم میں سے کوئی نہ کر سکا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو جہنمی ہے۔'' مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ راوی کا بیان ہے چنانچہ وہ شخص اس کے ساتھ چلا جب وہ ٹھہرتا تو وہ بھی ٹھہر جاتا اور جب چلنے لگتا تو یہ بھی چلنے لگتا راوی کہتا ہے کہ وہ شخص سخت زخمی ہو گیا تو جلد مرنے کے لئے اس نے یوں کیا کہ اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنی چھاتی سے لگائی اور اس پر جھول کر خود کو ہلاک کر ڈالا۔ پھر وہ دوسرا شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، رقم: ٤٢٠٢

Marfat.com

اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' اس شخص نے کہا: وہ شخص جس کا آپ نے ابھی ابھی ذکر کیا تھا کہ وہ جہنمیوں سے ہے اور لوگوں پر آپ کا یہ کہنا شاق گزرا تھا۔ پھر میں نے ان سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے اس کی خبر گیری کرتا ہوں، چنانچہ میں اس کے پیچھے نکلا تو دیکھا کہ وہ شخص لڑتے لڑتے سخت زخمی ہو گیا۔ پھر اس نے جلد مر جانے کے لئے یوں کیا کہ اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر لگایا اور اس کی نوک کو اپنے سینے کے درمیان رکھ کر اس پر جھول کر خود کو ہلاک کر ڈالا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص لوگوں کی نظر میں اہل جنت کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے جبکہ ایک آدمی لوگوں کی نگاہ میں جہنمیوں جیسے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ اس آدمی کی وفات پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((قُمْ یَا فُلَانُ، فَأَذِّنْ، أَنَّهُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، إِنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ))[1]

''اے فلاں! اٹھو اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں وہی جائے گا جو مومن ہوگا اور اللہ کی قدرت ہے کہ وہ کبھی فاجر آدمی سے بھی دین کی تائید کرا دیتا ہے۔''

نبی ﷺ کے فرمان سے پتہ چلا کہ یہ آدمی فاجر تھا اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں بہادری کے جوہر دکھا رہا تھا لیکن اس کا دین سے رشتہ کمزور تھا اور وہ روحانی قوت جو دین کی وجہ سے رب تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے بندہ مصائب میں ثابت قدم رہتا ہے اس کے پاس نہ تھی اس لئے جب وہ زخمی ہوا تو درد کی شدت کو برداشت نہ کر سکا اگر وہ تھوڑا سا صبر کر لیتا تو شہادت جیسا عظیم اعزاز اسے سربلند کر دیتا لیکن وہ صبر اس لئے نہیں کر سکا کہ دینی رشتہ کمزور تھا جس کی خبر نبی ﷺ نے پہلے دے دی تھی اور آپ ﷺ

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، رقم: ٤٢٠٣

Marfat.com

کے پہلے بتا دینے میں ایک یہ راز بھی پنہاں تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اگر قلبی رشتہ رب تعالیٰ سے مضبوط نہ ہو تو مصائب میں صبر کی توفیق نہیں ملتی، خواہ آدمی نیک لوگوں میں یا نیکی والی جگہ پر ہی موجود کیوں نہ ہو، بندے میں تلملاہٹ اور غیر مستقل مزاجی در آتی ہے آپ ﷺ کا یہ خبر دینا یقیناً وحی الٰہی سے تھا اور رب تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندے کا رشتہ اس کے ساتھ مضبوط ہو اور یہ مضبوطی اس وقت ہوتی ہے جب رب تعالیٰ کے گھر سے محبت ہو بندہ پانچ وقت اس کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اپنے سر کو جھکا کے اس کی بندگی کا دم بھرتا رہے تنہائیوں میں اپنے گناہوں پر آنسو بہا کے اس سے معافی مانگتا رہے اور اس سے مدد و نصرت کا طلبگار رہے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ))[1]

"مومن کا بھی عجب حال ہے، اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ بات سوائے مومن کے کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اس کو خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر ادا کیا، تو اس میں بھی ثواب ہے اور اگر اس کو نقصان پہنچا اور اس پر صبر کیا، تو اس میں بھی ثواب ہے۔"

جبکہ کافر اور فاسق کا معاملہ اس کے الٹ ہے اسے جب فراخی ملتی ہے تو طاقت کے نشہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور اللہ کی نافرمانی شروع کر دیتا ہے اور جب اس پر تنگی کا زمانہ آتا ہے وہ صبر کی بجائے رونا دھونا شروع کر دیتا ہے اور اللہ کا شکوہ کرتا ہے مومن آدمی تنگی اور آسانی دونوں حالتوں میں کامیاب ہے اور نافرمان و فاسق دونوں حالتوں میں ناکام۔

ظفر آدمی نہ اس کو جانیے گا خواہ ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد و الرقائق، باب المومن امرہ کلہ خیر، رقم: ۲۹۹۹

Marfat.com

عہد صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے بدنصیب ابولولو فیروز نے خودکشی کی تھی اس نے نماز کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اپنے دو دھاری خنجر سے وار کیا اور انہیں شدید زخمی کرنے کے بعد بھاگا اور جب وہ پکڑا گیا تو اس نے دوران حراست اپنا گلا کاٹ لیا۔ ①

فیروز لولو بھی کافر تھا اب یہاں مسلمان اور فاسق وفاجر کا موازنہ کیجیے پہلا آدمی جس نے میدان جنگ میں زخموں کی شدت سے گھبرا کر خودکشی کی اور دوسرا یہ جس نے دوران حراست اپنی جان کا خاتمہ کر لیا ان دونوں پر ایک مشکل وقت آیا تھا جس میں انہوں نے خودکشی کے سوا اور کوئی راستہ نہ پایا سوچیے! کیا ایسا مشکل وقت صحابہ رضی اللہ عنہم پر کبھی نہیں آیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بھی مشرکین کے ہاتھوں قید ہوئے تھے انہیں اس بات کا بھی یقین تھا کہ یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے اس کے باوجود انہوں نے دوران حراست نہ خود کو زخمی کیا اور نہ خودکشی کی کوشش کی بلکہ پھانسی کے روز اُن کی کیفیت یہ تھی کہ۔

تختہ دار پہ آئے تو اسے چوم لیا
ایسے بھی جی دار زمانے نے کم دیکھے ہیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جب پھانسی گھاٹ کی طرف لے جایا گیا تو انہوں نے موت سے پہلے دو رکعت ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور پھر بہادری سے پھانسی کی طرف بڑھے اور یہ اشعار پڑھے۔

لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَشَا
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

''اگر میں اسلام کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں تو مجھے کچھ پروا نہیں کہ میں کس کروٹ پر گرتا ہوں اور یہ مرنا تو اس ذات کی خاطر ہے جو اگر چاہے تو

① صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصة البیعة والاتفاق علی عثمان رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۰۰

Marfat.com

میرے کٹ کے گرنے والے جوڑوں میں برکت ڈال دے۔"

یہ اسلام کے ساتھ ان کا مضبوط رشتہ تھا جس نے انہیں قید خانہ میں بھی ثابت قدم رکھا اور گزشتہ مثال میں دیکھیے! فاسق وفاجر آدمی کی کیفیت یہ ہے کہ میدان جہاد میں جب اسے زخم لگتے ہیں تو اپنی ہی تلوار سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتا ہے اور ادھر ایسی ہی صورتحال کا سامنا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی کرنا پڑا بلکہ ان کے زخم کی شدتِ درد اس فاسق کے زخموں سے کہیں زیادہ تھی مگر انہوں نے نہ بے صبری کا مظاہرہ کیا نہ خودکشی کی طرف بڑھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ، لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ، وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ، إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا: يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ، مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ فِيهَا۔[1]

جنگ خندق کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ہفت اندام کی رگ میں (تیر کا) زخم لگا تو نبی ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا تاکہ نزدیک سے ان کی عیادت کر لیا کریں اور مسجد میں بنو غفار کا خیمہ بھی تھا۔ اچانک ان کی طرف سے خون بہہ کر آنے لگا تو لوگ اس سے خوفزدہ ہوئے، کہنے لگے۔ اے خیمہ والو! یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہا ہے۔ دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا آخر وہ اسی زخم سے فوت ہو گئے۔

یہاں ایمانی رشتے کے کمزور اور مضبوط ہونے کے فرق کو سمجھ لیجیے: فاسق آدمی زخم کی شدت کو چند لمحات بھی برداشت نہ کر سکا جبکہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جن کا ایمان سے رشتہ مضبوط تھا انہوں نے زخم کے درد و الم کو کئی دنوں تک برداشت کیا لیکن صبر کا دامن ہاتھ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الخيمة في المسجد للمرضى وغيرهم، رقم:٤٦٣

Marfat.com

سے نہیں چھوڑا مومن آدمی کی کیفیت یہ ہے کہ حالات کیسے بھی ہوں ان کا مقابلہ کرتا ہے اور فاسق حالات سے فرار کا راستہ ڈھونڈتا ہے مومن آزمائشوں سے لڑتا ہے اور فاسق آزمائشوں سے بھاگتا ہے اور رنج کی تو کیفیت ہی یہ ہے کہ جب بندہ ان چیزوں کا عادی ہو جائے تو یہ معمول کی چیزیں بن جاتی ہیں اور شدتِ غم اپنا اثر کھو دیتی ہے بقول غالب ؂

رنج سے خوگر ہو انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر اتنی پڑیں کہ آساں ہوگئیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تکالیف کے کون سے پہاڑ نہیں توڑے گئے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کی مالکہ ام انمار بھٹی سے دہکتی ہوئی لوہے کی سلاخ نکال کے ان کے سر کو داغا کرتی تھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ہوئی سنگلاخ چٹانوں پر لٹا کے ان کے سینہ پر دھوپ سے تپتا ہوا وزنی پتھر رکھ دیا جاتا پاؤں میں کانٹے دار شاخوں سے زخم لگائے جاتے کبھی گلے میں رسی ڈال کے بازاروں میں گھسیٹا جاتا کیا یہ توہین آمیز سلوک نہیں ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ رسالت میں آئے اور عرض کیا:

أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، أَلَا تَدْعُوا اللّٰهَ لَنَا؟ قَالَ: ((كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، فَيُجْعَلُ فِيهِ، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ، وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ، وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرَ، حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ، لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ، أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ)) ①

آپ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں مانگتے اور اللہ سے ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: ”تم لوگوں سے قبل کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ ان کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا۔ پھر اس میں انہیں کھڑا کر دیا

① صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام، رقم: ٣٦١٢

Marfat.com

جاتا۔ آرالایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کردیئے جاتے لیکن اس قدر سختی ان کو ان کے دین سے برگشتہ نہ کرتی تھی۔ پھر ان کے گوشت کے نیچے ہڈی اور پٹھوں پر لوہے کی کنگھیاں کھینچ دی جاتی تھیں لیکن یہ اذیت بھی انہیں ان کے دین سے نہ ہٹا سکتی تھی۔ اللہ کی قسم! یہ دین ضرور کامل ہوگا۔ اس حد تک کہ اگر کوئی مسافر صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا تو اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا اور نہ کوئی اپنی بکریوں کیلئے بھیڑیئے کا خوف کھائے گا مگر تم جلدی کرتے ہو۔"

نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان میں دو اعتبار سے حوصلہ دیا ایک تو یہ کہ تم کوئی پہلے لوگ نہیں ہو جن پر ظلم کیا جارہا ہے جنھیں مصائب اور حقارت آمیز سلوک کا سامنا ہے بلکہ تم سے پہلے لوگ اس سے بھی زیادہ مشکلات کا شکار رہے ان لوگوں کی مثال سامنے رکھو اور بہادروں کی طرح ان نامساعد حالات سے پنجہ آزمائی کرتے رہو۔ اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ نے آنے والے اچھے وقت کی امید دلائی کہ اچھے دنوں کی امید رکھو یہ وقت گزر ہی جائے گا۔

آج ہمارے لئے ان دو باتوں میں بڑا اسبق ہے کہ خودکشی کی طرف قدم بڑھانے کی بجائے سابقہ جی دار لوگوں کی مثال کو سامنے رکھیں اور اچھے دنوں کی امید رکھیں انشاءاللہ کڑا وقت گزر ہی جائے گا بس ہم نے اپنی جدوجہد کو جاری رکھنا ہے حالات سے بھاگنا نہیں حرکت میں ہی زندگی ہے لوگوں کے سامنے شکوہ کرنے اور رونے میں وقت کی بربادی ہے نبی ﷺ کی زندگی مشقتیں جھیلتے گزر گئی انہوں نے کبھی شکوہ نہیں کیا بلکہ عمل کو جاری رکھا اور کامیابی تک پہنچے، دنیا میں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے میں یہی دو اصول کامیابی کی ضمانت ہیں، یعنی "حالات کا بہادری سے مقابلہ اور اچھے وقت کی امید۔"

Marfat.com

کیا غربت کا علاج خودکشی ہے؟

کسی بھی عقلمند آدمی سے پوچھ لیں وہ یہی بتائے گا خودکشی مسائل کا حل نہیں بلکہ مزید مسائل کو جنم دینے کا نام ہے خودکشی سے غربت ختم نہیں ہوتی بلکہ اس سے بچے یتیم ہو جاتے ہیں دلہنوں کا سہاگ لٹ جاتا ہے بوڑھی ماں کا سہارا چھن جاتا ہے اور خاندان بھر کیلئے یہ عمل مستقل داغ رسوائی بن جاتا ہے غربت مقابلہ کرنے سے ختم ہوتی ہے غربت میں جینے کا سلیقہ کیا ہے اس ضمن میں صحیح بخاری کی ان دو روایات کا مطالعہ کیجئے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ آخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ: إِنِّيْ أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالاً فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِيْ، وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيْتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا، فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا، (قَالَ:) فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ ذٰلِكَ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوْقُ قَيْنُقَاعَ، (قَالَ:) فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَأَتٰى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ، ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ أَثَرُ الصُّفْرَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَزَوَّجْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((وَمَنْ؟)) قَالَ: إِمْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: ((كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا؟)) قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، أَوْ نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ)) [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کروادیا۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: میں تمام

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع ، باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض، رقم: ۲۰۴۸

Marfat.com

انصار سے زیادہ مال دار ہوں، تمہیں اپنا نصف مال دیتا ہوں اور میری دونوں بیویوں کو دیکھ لو جس کو تم پسند کرو میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے نکاح کر لینا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں، یہاں کوئی بازار ہے جہاں تجارت ہوتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، قینقاع ایک بازار ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صبح کو روزانہ بغرض تجارت بازار جانے لگے، کچھ دن بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو ان کے لباس پر زرد خوشبو کا رنگ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تم نے نکاح کیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: ''کس سے؟'' انہوں نے عرض کیا: ایک انصاری خاتون سے، آپ نے فرمایا: ''تم نے اسے کتنا مہر دیا۔'' انہوں نے عرض کیا: ایک گٹھلی برابر سونا دیا ہے یا یہ کہا کہ ایک سونے کی گٹھلی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سے ہو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ ہجرت کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ بالکل بے سروسامانی کا عالم تھا یہاں تک کہ بعض کے جسم سے کپڑے بھی اتروا لیے گئے تھے ان کے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا کہ کاروبار شروع کر سکیں لیکن وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمانے کیلئے دو ہاتھ اور سوچنے کیلئے دماغ دیا ہے انہوں نے بغیر بیلنس کے زیرو پوائنٹ سے کام شروع کیا اور اپنی غربت کو دور کر لیا زندہ مثال مذکورہ روایت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہے جب مدینہ آئے تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جب فوت ہوئے تو دولت مند صحابہ میں شمار تھا انہوں نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور اپاہج بن کے دوسرے کی دولت پر قبضہ کرنے کی سوچ کی حوصلہ شکنی کی پھر چپ ہو کے نہیں بیٹھ رہے بازار کا راستہ پوچھا اور عمل کا آغاز کر دیا وہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دولت پر قبضہ بھی جما سکتے تھے لیکن یہ بات خودداری کے خلاف ہوتی انہوں نے بازار کا راستہ پوچھا کہ جہاں سے تم

Marfat.com

کما کے لاتے ہو میں بھی وہاں جاؤں گا میں خود ہاتھوں سے رزق کے دروازوں پر دستک دوں گا جب میری محنت ہوگی تو رب تعالٰی کی رحمت بھی ہوگی، اگر مکہ میں سب مال واسباب کھو گیا ہے تو کیا ہوا میری ہمتیں تو نہیں کھو گئیں۔

اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں
تو شاہین ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کی طرف دیکھتے ہیں تو عمل کی طرف نہیں بڑھتے بلکہ حسد کی طرف بڑھتے ہیں مایوسی اور شکوہ وشکایت کی طرف بڑھتے ہیں اور یہ چیزیں کبھی حالات کو نہیں بدلتیں بلکہ مزید مسائل کا پیش خیمہ بن جاتی ہیں چھوڑ دیجیے حسد جیسی گندی بیماری کو، شکوہ وشکایت میں وقت کی بربادی کو، عمل کو طرف بڑھیے کیا ہمارے اردگرد یہ مثالیں موجود نہیں کہ کتنے غریب لوگ تھے جو دولت مند بن گئے محنت مزدوری سے پیٹ پالنے والوں کے بچے ڈاکٹر اور انجینئر بنے یہ ایسے لوگ ہیں جنھوں نے نہ صرف حالات کا مقابلہ کیا بلکہ حالات کو بھی بدلا، آپ سوچ رہے ہوں گے غربت میں بندہ کس طرف نکلے اس کے تو گھر کا جھگڑا ختم نہیں ہوتا وہ بچوں کو بھوک سے بلکتا دیکھتا ہے تو اس کا حوصلہ جواب دے جاتا ہے ہمتیں دم توڑ دیتی ہیں اس کے جواب میں صحیح بخاری کی اس روایت کو ملاحظہ کیجیے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ إِلَى نِسَائِهِ، فَقُلْنَ: مَا مَعَنَا إِلَّا الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَضُمُّ أَوْ يُضِيفُ هٰذَا)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَنَا، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى امْرَأَتِهِ، فَقَالَ: أَكْرِمِي ضَيْفَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: مَا عِنْدَنَا إِلَّا قُوتُ

Marfat.com

صِبْيَانِيْ، فَقَالَ: هَيِّئِي طَعَامَكِ، وَأَصْبِحِيْ سِرَاجَكِ، وَنَوِّمِي صِبْيَانَكِ إِذَا أَرَادُوا عَشَاءً، فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا، وَأَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا، وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا، ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَأَطْفَأَتْهُ، فَجَعَلَا يُرِيَانِهِ أَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ، فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ، أَوْعَجِبَ، مِنْ فَعَالِكُمَا)) فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ، فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔﴾[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا آپ نے اپنی بیویوں کے پاس آدمی بھیجا (کہ کھانے کے لئے کچھ لائے) انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس تو پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو اس کو اپنے ساتھ لے جائے؟'' یا فرمایا کہ اس کی ضیافت کرے؟ ایک انصاری نے عرض کیا: میں اس کی مہمانی کروں گا۔ چنانچہ وہ شخص اسے اپنے ساتھ لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خوب خاطر مدارت کرو۔ وہ کہنے لگی: ہمارے پاس تو اپنے بچوں کے کھانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ انصاری نے کہا: تم کھانا تیار کر کے چراغ جلا دینا اور بچے جب کھانا مانگیں تو انہیں بہلا کر سلا دینا۔ چنانچہ اس نے کھانا تیار کر کے چراغ روشن کیا اور بچوں کو سلا دیا پھر اس طرح اٹھی جیسے چراغ درست کر رہی ہو لیکن اس کو گل کر دیا ان دونوں نے مہمان کو یہ باور کرایا جیسے میاں بیوی دونوں کھانا کھا رہے ہیں حالانکہ وہ بھوکے تھے۔ پھر جب صبح ہوئی وہ انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا: ''آج

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول اللّٰه عزوجل ویؤثرون علیٰ انفسهم ولو كان بهم خصاصة، رقم: ۳۵۱٤

Marfat.com

رات تم دونوں کے کام پر اللہ تعالیٰ ہنسا (یا فرمایا) تعجب کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود ضرورت مند ہوں اور جنہیں نفس کے لالچ سے بچالیا گیا وہی کامیاب ہیں۔''

خودکشی کرنے والی ایسی عورتوں کے واقعات آئے دن اخبارات کی زینت بنے ہوتے ہیں، جو غربت سے تنگ آ کے زندگی سے پیچھا چھڑا لیتی ہیں اور مذکورہ حدیث کو دیکھئے: یہاں بھی تو ایک عورت ہے جو شوہر سے لڑنے کی بجائے بچوں کو جھوٹے دلاسے دے کر سلا رہی ہے اس کے جگر کے ٹکڑے بھوک سے تڑپ رہے ہیں اس کا اپنا جسم خوراک مانگتا ہے مگر جھگڑا نہیں کیا اس لئے کہ شوہر نے بیوی کے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کر دیا تھا اگر تحمل، برداشت اور بہتر پالیسی کو اختیار کیا جائے تو غربت میں بھی محبتوں کے چراغ جلتے رہتے ہیں جن کی لو میں خوشیوں کا سفر جاری رہتا ہے ہمتیں اس وقت جواب دیتی ہیں جب مرد یا عورت اپنے گھر کے حالات سے مایوس ہو جائے ناامیدی میں محبتوں کے چراغ بجھ جایا کرتے ہیں پھر اندھیرے میں بندہ ٹھوکریں تو کھاتا ہے لیکن اسے زینہ نظر نہیں آتا مایوسی ایک ایسا جھکڑ ہے کہ جس کے چلنے سے گھر کا چمن خس و خاشاک میں بدل جاتا ہے اگر آپ حوصلوں میں توانائی چاہتے ہیں تو کبھی ناامید نہ ہوں۔

نہیں ہے اقبال ناامید اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

یہ نم طبیعت میں ہونا چاہیے یا یہ نم اپنے گھر کے گلشن میں پیدا کرنا چاہیے سوچنا چاہیے کہ وہی بیوی جسے میں بیاہ کے لایا ہوں کیا میں اپنی بہتر پالیسیوں سے اس میں قربانی کا جذبہ پیدا نہیں کر سکتا یاد رکھیے! زنجیر کی مضبوطی کا اندازہ اس کی کمزور ترین کڑی سے ہوتا ہے اور آدمی کے کردار کی مضبوطی کا اندازہ اس کے کمزور ترین لمحات سے ہوتا ہے غربت میں کردار کو مضبوط رکھنا ہی اس کے بہادر ہونے کی دلیل ہے وہ محنت کو جاری رکھے اور خودکشی کی طرف دوڑنے کی بجائے رب تعالیٰ کی طرف دوڑے اس کے سامنے اپنے دامن کو

Marfat.com

پھیلا کے آہ وزاری کرے سب بند راستوں کو کھولنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے جب بندے کا رشتہ ایک طرف مسجد اور دوسری طرف محنت وکوشش سے جڑا ہو تو حوصلے پست نہیں ہوتے اور کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔

صبر وشکر پیدا کرنے والا نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَکُمْ فَھُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ))[1]

''اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے یہ زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ جاننے لگ جاؤ جو تم پر ہے۔''

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر وشکر پیدا کرنے والا بڑا پیارا نسخہ بیان فرمادیا ہے کہ بندہ اپنی تنگدستی کو دیکھ کر خودکشی نہ کرے بلکہ اپنے سے کم تر کو دیکھے اور سوچے کہ مجھے تو صرف غربت لاحق ہے بعض کو اللہ تعالیٰ نے آنکھیں ہی نہیں دیں کتنے معذور پیدا کیے ہیں ان کی سڑکوں پر مانگتے اور فٹ پاتھوں پہ سوتے زندگی گزر جاتی ہے وہ خودکشی نہیں کرتے جبکہ میں بیوی بچوں والا ہوں میرے اعضاء سلامت ہیں میں اندھا ہوں نہ بہرا، لنگڑا ہوں نہ کوڑھی اگر تنگدست ہے تو اپنے سے بڑھ کے تنگدست کو دیکھے جو قرض کے خوفناک بوجھ تلے دبا ہوا ہے ان لوگوں کے حال پر غور کرے گا تو اسے شکر وقناعت کی نعمت حاصل ہوگی اور اگر ان لوگوں کی طرف دیکھے گا جنھیں دنیا کی نعمتیں اس سے زیادہ دی گئیں ہیں تو ناشکری کے ساتھ ساتھ رنج والم بھی بڑھے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کاشانۂ نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سروسامانی اور روم وایران کے بادشاہوں کی خوشحالی کو دیکھ کر رو پڑے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد و الرقائق، رقم:۲۹۶۳

Marfat.com

فَرَفَعْتُ بَصَرِی فِی بَیْتِہٖ فَوَاللّٰہِ مَا رَاَیْتُ فِی بَیْتِہٖ شَیْئًا یَرُدُّ الْبَصَرَ غَیْرَ اَھَبَۃٍ ثَلٰثَۃٍ، فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ادْعُ اللّٰہَ فَلْیُوَسِّعْ عَلٰی اُمَّتِکَ فَاِنَّ فَارِسًا وَّالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَیْھِمْ وَاُعْطُوْا الدُّنْیَا وَھُمْ لَایَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ، فَجَلَسَ النَّبِیُّ ﷺ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ ((اَوَفِی ھٰذَا اَنْتَ یَاابْنَ الْخَطَّابِ اِنَّ اُولٰئِکَ قَوْمٌ عُجِّلُوْا طَیِّبَاتِھِمْ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا)) فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اسْتَغْفِرْلِی. ①

میں نے آنکھ اٹھا کر آپ کے گھر کا سامان دیکھا تو اللہ کی قسم آپ کے گھر میں کچھ سامان دکھلائی ہی نہیں دیا جس پر نظر پڑھے تین کچی کھالیں تو البتہ پڑی تھیں اس وقت میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے وہ آپ کی امت کو فراغت دے دولت عطا فرمائے، دیکھیں ایران اور روم کے کافر کیسے مالدار ہیں ان کو دنیا خوب ملی ہے حالانکہ وہ خالص اللہ کی عبادت نہیں کرتے یہ سنتے ہی آپ تکیہ چھوڑ کر سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا: ''خطاب کے بیٹے! ابھی تک تو اسی خیال میں گرفتار ہے کہ دنیا کی دولت اور فراغت بہت عمدہ چیز ہے ایران اور روم کے کافروں کو تو اللہ نے جلدی سے دنیا ہی کے مزے دے دیے ہیں۔'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت دعا فرمایئے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے گھر میں پڑے سامان کا موازنہ روم وایران کے بادشاہوں سے کیا اس سے دو کیفیتیں پیدا ہوئیں ایک تو دل میں غم کی کیفیت اس لئے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دوسرا شکوہ کہ روم وایران کے کافر خوشحال ہیں۔ نبی ﷺ نے اُن پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فوری اصلاح فرمائی کہ تم ان کا خیال چھوڑ و اور یہ دیکھو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کے کتنے انعامات ہیں ان کیلئے عارضی فوائد ہیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے دولت اسلام سے مالا مال کیا ہے، آخرت کی دائمی زندگی تمہارے لئے ہے۔

① صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها، رقم: ۵۱۹۱

Marfat.com

کیا بیماریوں کا علاج خودکشی ہے؟

آئے دن اخبارات میں ایسی خبریں چھپتی رہتی ہیں کہ بیماری سے اکتا کر فلاں آدمی ٹرین کے آگے کود گیا فلاں نے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی یقیناً بیماریاں بندے میں نفسیاتی تبدیلیاں بھی پیدا کرتی ہیں اس کے مزاج کو چڑچڑا بنا دیتی ہیں علالت کے طویل ایام سے وہ اکتا بھی جاتا ہے لیکن ان چیزوں کا علاج اپنی زندگی کا خاتمہ ہرگز نہیں ہے کوئی ڈاکٹر یا حکیم یہ نسخہ کبھی تجویز نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ اس کا علاج ہے ہی نہیں، ہمارے لئے ایک بنیادی بات یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہم نے ہر چیز کا علاج اسلام کے تناظر میں ہی دیکھنا ہے بعض حضرات بیماری کی کیفیت میں بھی گناہ ترک نہیں کرتے جیسے ہی انہیں ذرا توانائی ملتی ہے وہ گناہ کی طرف ضرور ہاتھ بڑھاتے ہیں ان کا یہی عمل ان کے ایمانی رشتہ کو کمزور کر دیتا ہے پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ روحانی حوصلہ نہیں ملتا جس کی وجہ سے بندہ بیماری میں ثابت قدم رہتا ہے ایمان نور ہے اور ایمان سے بندہ جتنا دور ہوتا جائے اتنا ہی اندھیرا اور مایوسی بڑھتی جاتی ہے ایمان کا قرب ہو تو حوصلہ اور ہوش مندی برقرار رہتی ہے غور فرمائیے! نماز نہ سفر میں معاف ہے نہ جنگ میں اور نہ بیماری میں، اس میں ایک راز یہ بھی ہے کہ نازک ترین حالات میں بھی بندے کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے قائم رہے یہی رشتہ اسے پھسلنے نہیں دے گا بیماری کے آخری دن اور آخری لمحے تک نماز معاف نہیں ہے اور جب وہ نماز چھوڑ دے گا شیطان دل میں وسوسہ اندازی شروع کر دے گا شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے اس کا یہ مقصد ہے کہ کوئی بندہ دنیا سے ایمان سلامت لے کر نہ جائے اور بیمار آدمی گویا اس کے نرغہ میں ہوتا ہے اسے وہ بیزاری، تلملاہٹ اور بے صبرے پن میں مبتلا کر کے کسی وقت بھی ڈگمگا سکتا ہے اور اگر ایمانی رشتہ مضبوط ہوا تو شیطان کامیاب نہیں ہو پائے گا پھر اسلام نے تو پریشانیوں اور بیماریوں میں حوصلہ مند رہنے پر انعامات کا بھی اعلان کیا ہے۔

Marfat.com

وہ اگر تکلیف پر صبر کرے جزع فزع نہ کرے اور نہ ہی شریعت کا دامن چھوڑے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے عوض اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بخار بھی گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم صحیح بخاری کی چند روایات پیش کر رہے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ یُوْعَكُ فَمَسِسْتُهُ بِیَدِیْ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ إِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِیْدًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((أَجَلْ إِنِّیْ أُوْعَكُ كَمَا یُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ)) قَالَ: فَقُلْتُ: ذٰلِكَ اَنَّ لَكَ اَجْرَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((أَجَلْ)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَامِنْ مُّسْلِمٍ یُصِیْبُهُ اَذًی مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰہُ بِهٖ سَیِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا)) [1]

"سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ بخار میں مبتلا تھے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کو چھوا اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ تو شدید بخار میں مبتلا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں مجھے اس قدر بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ میں نے کہا پھر آپ کیلئے دو اجر ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر فرمایا کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کو تکلیف پہنچی (بیماری یا کوئی اور تکلیف) مگر اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کے گناہ گرا دیتا ہے۔ جیسے درخت اپنے سوکھے پتے گرا دیتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ بخار بندے کے گناہوں کو اس طرح سے جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت کے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ آدمی جزع فزع نہ کرے۔ اللہ کا شکوہ نہ کرے اور نہ ہی شدت مرض کی وجہ سے شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوڑے۔ مثلاً بخار میں بھی نمازوں کا پابند رہے خواہ لیٹ کے یا اشاروں سے ہی سہی۔ اللہ تعالیٰ بخار کی وجہ سے اسے گناہوں سے پاک کر دیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہوں کو یوں دھو دیا جاتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دھو دیتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة باب ثواب المومنین فیما یصیبه، رقم: ٢٥٧١

Marfat.com

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰی اُمِّ السَّائِبِ اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: ((مَالَكِ يَا اُمَّ السَّائِبِ اَوْ يَا اُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِيْنَ)) قَالَتِ: الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا، فَقَالَ: ((لَاتَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَابَنِىْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ))[1]

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ ام السائب یا ام المسیب کے ہاں آئے۔ آپ نے پوچھا: اے ام السائب یا ام المسیب تجھے کیا ہوا تو لرز رہی ہے۔ وہ بولی بخار ہے اللہ اس کو برکت نہ دے۔ آپ نے فرمایا بخار کو مت برا کہہ، اس لئے کہ وہ آدم کے بیٹے کی خطاؤں کو یوں دور کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔"

صرف بخار ہی نہیں کوئی بھی تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ اسے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں خواہ اسے کانٹا ہی چبھ جائے اس کے عوض بھی گناہوں کی ایک مقدار ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں صحابی اس بارے میں نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ: ((مَايُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ))[2]

"نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان کو کوئی دکھ پہنچے یا تکلیف آئے، رنج آئے، غم آئے یا کوئی صدمہ اور ایذا پہنچے یہاں تک کہ ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو ہر چیز کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کرتے جاتے ہیں۔"

ایک روایت میں ہے کہ کانٹا چبھنے پر اللہ تعالیٰ گناہ بھی دور کرتے ہیں اور درجات بھی بڑھا دیتے ہیں:

---

① صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ، باب ثواب المومنین یصیب، رقم: ۲۵۷۵

② صحیح البخاری، کتاب المرضیٰ باب ماجاء فی کفارۃ المرض، رقم: ۵۶۴۱

Marfat.com

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَايُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً)) ①

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کو کانٹا لگے یا اس سے زیادہ کوئی دکھ پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کا ایک درجہ بڑھا دیتے ہیں اور اس سے ایک گناہ بھی مٹا دیتے ہیں۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ بندے کا فعل نہیں، یہ دراصل بندے کو اللہ کی جانب سے گناہ پر بدلہ ملتا ہے اس سے گناہ دور ہو جاتے ہیں، ہاں اگر مصیبت اسکے گناہ سے بڑھ کے ہو تو گناہ تو خشک پتوں کی طرح جھڑتے ہی ہیں اس کے درجات بھی بہت بلند ہو جاتے ہیں اور یہ فضلیت وثواب اس لئے بھی ہے کہ مصیبت ایک طرح سے بندے کا امتحان ہے اور امتحان میں کامیابی پر انعام ہوتا ہے اور ناکامی پر سزا بھی اور رسوائی بھی۔ جیسے امتحان میں کامیابی یہ ہے کہ بندہ صبر وثبات کے ساتھ مصیبت کو جھیل لے نہ اللہ کا شکوہ کرے اور نہ مصیبت پر بے صبری سے واویلا کرے۔ اگر اس نے بہادروں کی طرح خاموشی اور صبر سے یہ دن کاٹ لئے تو مصیبت تو ختم ہونے کیلئے ہی ہوتی ہے۔ جیسے ہی امتحان ختم ہوا اسے کامیابی پر انعام یہ ملے گا کہ گناہ دھل جائیں گے اور درجات بھی بلند ہوں گے لیکن اگر وہ ان حالات میں صابر وشاکر نہ رہا تو رونے دھونے سے مصیبت تو کبھی ختم نہیں ہوئی اسے مصیبت بھی جھیلنا پڑے گی اور گناہ کیا دھلنے ہیں گناہوں کا بوجھ مزید بڑھ جائے گا۔ رب کے ہاں بے صبرا اور ناشکرا لکھا جائے گا، انعام سزا میں بدل جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے محبوب حقیقی کی جانب سے پہنچے والی مصیبت پر محبوب کے اصول وقواعد یعنی شریعت کو بھلا دیا جبکہ محبّ تو محبوب کی طرف سے پہنچنے والے زخموں میں بھی لذت محسوس کرتا ہے شکوہ وشکایت نہیں کرتا۔

---

① صحیح مسلم، کتاب البرو والصلة، باب ثواب المومن فیما یصیبه، رقم: ۲۵۷۲

Marfat.com

کچھ بیماریوں پر انعامات پیغمبر رحمت ﷺ کی زبان سے

بینائی جاتی رہے تو

جس آدمی کی بینائی جاتی رہے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے عظیم اجر سے نوازتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: ((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: اِذَا ابْتَلَیْتُ عَبْدِیْ بِحَبِیْبَتَیْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ یُرِیْدُ عَیْنَیْهِ))[1]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کے ذریعے (یعنی آنکھوں سے محروم کر کے) آزماؤں پس وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔''

آنکھوں کا نہ ہونا، دنیا میں بہت بڑی محرومی ہے۔ اس کیلئے دنیا اندھیر ہے وہ پہاڑوں سمندروں، دریاؤں، جھیلوں آبشاروں اور قدرتی مناظر کو دیکھنے سے محروم رہتا ہے حتی کہ موسموں کی آمد پر چھانے والی رونقوں اور بیوی بچوں کے چہروں کو بھی نہیں دیکھ پاتا اور اللہ تعالیٰ جزاء بھی بقدر مشقت عطا فرماتے ہیں۔ بینائی سے محرومی پر صبر بہت بڑا عمل ہے جس کی جزاء جنت ہے۔ بشرطیکہ نابینا ایمان کی دولت سے مالا مال ہو۔

مرگی پر صبر کی جزاء

اس بارے میں بھی نبی ﷺ کی پیاری زبان سے مشک بھرا فرمان پڑھ لیں:

عَنْ عَطَآءِ ابْنِ اَبِیْ رِبَاحٍ قَالَ قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: اَلَا اُرِیْكَ إِمْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ بَلٰی قَالَ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ إِنِّیْ أُصْرَعُ وَإِنِّیْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِیْ قَالَ ''اِنْ شِئْتِ

[1] صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من ذهب بصره، رقم: ٥٦٥٣

Marfat.com

صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ)) فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فَقَالَتْ: إِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَّا أَتَكَشَّفَ، فَدَعَالَهَا. ①

عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تجھے جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں (ضرور دکھلایئے) انہوں نے فرمایا: کہ یہ کالی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں۔ آپ میرے لئے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے) آپ نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو اس بیماری پر صبر کر اس کے بدلے تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تجھے اس بیماری سے عافیت دے۔'' اس نے کہا: میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میرا پردہ نہیں رہتا۔ آپ اللہ سے یہ دعا فرمادیں کہ میں برہنہ نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ نے اس کیلئے دعا فرمادی۔''

جو طاعون کی بیماری سے فوت ہو جائے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَهَا ((أَنَّهُ كَانَ يَبْعَثُهُ تَعَالٰى عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ فَجَعَلَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيْبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيْدِ)) ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں بتایا: ''یہ عذاب تھا جس پر اللہ چاہتا ہے اسے نازل فرماتا ہے لیکن مومنوں کے لیے اللہ نے اسے رحمت بنا دیا ہے

---

① صحیح البخاری، کتاب المرضی باب فضل من یصرع من الریح، رقم: ٥٦٥٢

② صحیح البخاری، کتاب الطب، باب اجر الصابر فی الطاعون، رقم: ٥٧٣٤

Marfat.com

پس جو بندہ طاعون (کی بیماری) میں مبتلا ہو جائے وہ اپنے (طاعون زدہ) شہر میں ہی صبر کرتا ہوا ٹھہرا رہے اسے یقین ہو کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے تو ایسے شخص کے لیے شہید کی مثل اجر ہے۔''

جس عورت کو بچوں کی وفات کے ساتھ آزمایا جائے

جس عورت کا بچہ فوت ہو جائے وہ اس کے لیے کمر توڑ دینے والا غم ہوتا ہے۔ اگر وہ دل کا ٹکڑا چھن جانے پر اللہ کا شکوہ کرنے کی بجائے صبر کرے تو اللہ فوت ہونے والے بچے کو اس کے لیے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنا دیں گے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النِّسَآءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فَوَعَظَهُنَّ فَقَالَ: ((أَيُّمَا امْرَءَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ كُنَّ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ)) فَقَالَتْ: اِمْرَأَةٌ وَّاثْنَانِ، قَالَ: ((وَاثْنَانِ))[1]

عورتوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ ایک دن ہمیں وعظ سنانے کا مقرر فرما دیجیے۔ (آپ نے مقرر فرما دیا) پس آپ ﷺ نے انہیں وعظ کیا تو فرمایا: ''جس عورت کے تین بچے مرجائیں وہ (قیامت کے دن) جہنم سے اس کے لیے آڑ بن جائیں گے۔'' ایک عورت نے عرض کیا اگر دو مرجائیں تو آپ نے فرمایا: ''دو کے لیے بھی (یہی اجر ہے۔)''

یہ چند بیماریاں تو نبی ﷺ نے بطور مثال کے ذکر کی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مومن آدمی کسی بھی بیماری یا تکلیف میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے عوض اس کے گناہ معاف کرتے ہوئے اسے اجر و ثواب سے نوازتے ہیں۔ اس کی دلیل وہ دعا ہے جو نبی ﷺ نے مریض کی عیادت کرنے والے کے لیے سکھائی جس میں تیمارداری کرنے والا مریض کو گناہوں کی معافی کا مژدہ سناتا ہے اور یہ دعا ہر بیمار کے لیے ہے خواہ بیماری کوئی سی

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد، رقم: ۱۲۴۹

Marfat.com

بھی ہو، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلٰی اَعْرَابِیٍّ یَعُوْدُہٗ، وَکَانَ اِذَا دَخَلَ مَنْ یَعُوْدُہٗ قَالَ: ((لَا بَاسَ طُھُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ)) ①

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ جس کی بھی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے: لَا بَاسَ طُھُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ ''کوئی فکر نہیں اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔''

معلوم ہوا کہ ہر بیماری گناہوں کو دھونے والی ہے اس لیے بیماری میں رنجیدہ دل ہو کے رونے دھونے، نماز اور عبادت کو چھوڑنے کی بجائے صابر وشاکر بن کر خاموشی سے جرأت مندوں کی طرح غم جھیل لینے میں کتنا ہی بڑا انعام پوشیدہ ہے کہ بیماری اسے گناہوں سے صاف کرتی ہوئی گزر جائیگی۔ دھوبی جب میلے کپڑے کو دھوتا ہے تو اسے گرم کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر شدتِ گرمی کی آنچ دیتا ہے۔ پھر دھوبی پٹڑے سے اس کی دھنائی کرتا ہے، بار بار اسے پتھر پر پٹختا ہے تا کہ وہ میل کچیل سے صاف ہو جائے اور کپڑا ہے کہ خاموشی سے یہ چیزیں برداشت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ خود سے داغ دھبوں اور میل کو اس امتحان کے بغیر صاف نہیں کر سکتا اور اگر وہ میل کچیل سے لتھڑا رہا تو کوئی اسے محبت سے زیب تن نہیں کرے گا اور محبوب کے بدن پہ وہ پوشاک بن کے سج نہیں سکے گا۔ غور کیجئے! اسی طرح گناہ بھی بندے کے جسم پر میل اور گندگی کے بدنما دھبے ہیں ان کے ہوتے ہوئے کوئی اپنے محبوب رب کے ہاں تقرب کس طرح سے حاصل کر سکتا ہے......؟ لیکن وہ رب بڑا رحیم وکریم ہے اور وہ اس بندے کو کپڑے کی طرح مصائب کی بھٹی میں ڈال کر گناہوں کے غبار سے دھو دیتا ہے تا کہ اسے آخرت کے غضبناک عذاب سے محفوظ رکھا جا سکے اور انعامات سے نوازا جا سکے۔ مگر جو بیماری میں پھسل گیا صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھا اس کی مثال اسی کپڑے جیسی ہے جسے جب پتھر پر پٹخا گیا تو وہ برداشت نہ کر سکا اور پھٹ گیا پھر وہ

① صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب عیادۃ الاعراب، رقم: ٥٦٥٦

Marfat.com

پہلے سے بھی زیادہ عیب زدہ ہو کر نظروں سے گرا دیا گیا اور جس نے صبر کیا وہ ایوب علیہ السلام پر صبر کی وجہ سے انعامات کی بارش دیکھ لے۔

بیماری سے گھبرا کر خودکشی کر لینا بزدلی ہے اور مومن بزدل نہیں ہوتا، وہ پریشانیوں کے گرداب میں بھی اس بات کی تصویر ہوتا ہے کہ ؎

لے چل آ منجھدار میں لے چل ساحل ساحل کیا چلنا
تو میری فکر ذرا نہ کر میں خوگر ہوں طوفانوں کا

کیا بیٹیوں کے مسائل خودکشی سے حل ہو سکتے ہیں؟

بیٹیوں کا زیادہ ہونا، انہیں مناسب رشتے نہ ملنا، ان کا اپنے گھر میں سکھی نہ ہونا، انہیں طلاق ہو جانا یا ان کا بیوہ ہو جانا ایسے مسائل ہیں جو شروع سے چلے آ رہے ہیں، ان مسائل کا حل بھی خودکشی قطعاً نہیں ہے، اگر میں خودکشی کر لوں تو کیا میری بیٹی کے گھر میں خوشیوں کے پھول کھل اُٹھیں گے یا یہ عمل میرے اور ان معصوم بیٹیوں کے دکھوں کا مداوا بن جائے گا یقیناً ایسا نہیں ہوگا بلکہ وہ بے سہارا ہو جائیں گی ان کی پریشانیوں اور دکھوں میں اضافہ ہوگا، عین ممکن ہے کہ میرا یہ عمل ان کے سکھ کو برباد کر دے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾[1]

''البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی حیات پاک) میں عمدہ نمونہ ہے۔''

اگر ہم اپنی پریشانیوں میں نبی ﷺ کی سیرت کو دیکھیں کہ جب آپ پر کوئی ایسا موقع آیا تھا تو آپ نے کیا کیا تھا اور پھر آپ ﷺ کے اسی عمل کو اپنے لیے چراغِ زندگی بنا لیں تو ہم کامیاب ہو جائیں گے لیکن ہم ایسا کرتے نہیں ہیں، ہمارے گھروں میں ہر

---

[1] الاحزاب: ۲۱

Marfat.com

طرح کی کتاب پڑی ہوگی ناول ہوں گے ڈائجسٹ ہوں گے دنیا کے بڑے آدمیوں کی سوانح عمری پر کتابیں ہوں گی لیکن رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر مبنی کوئی کتاب نہیں ہوگی۔ صرف چندلوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے نبی ﷺ کی سیرت طیبہ پر مشتمل کوئی مکمل کتاب پڑھی ہوگی جب ہمیں آپ ﷺ کی زندگی کا پتہ ہی نہیں ہوگا تو ہم اس نمونہ پر عمل کیسے کرسکیں گے؟ آیئے بیٹیوں کے مسائل میں نبی ﷺ کا عمل دیکھئے، نبی ﷺ نے جب نبوت کا اعلان کیا تو آپ ﷺ کی تین صاجزادیاں شادی شدہ تھیں، قریش نے آپ ﷺ کو تنگ کرنے کے لیے آپ کے تینوں دامادوں سے رابطہ کیا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاقیں دے دیں۔ چنانچہ ابوالعاص نے تو انکار کردیا لیکن آپ ﷺ کی دو صاجزادیاں سیدہ رقیہ اور ام کلثوم علیہما السلام، ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے اپنے باپ ابولہب کو خوش کرنے کے لیے طلاق دے دی آپ کی دونوں بیٹیاں گھر میں آ گئیں گھر سے باہر آپ ﷺ کو تبلیغی میدان میں الگ مشکلات کا سامنا تھا اور گھر میں دونوں بیٹیاں بابل کی دہلیز پر آ بیٹھیں، لیکن آپ نے معمولی سی بھی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا اس لیے کہ گھبراہٹ میں اس مسئلے کا حل نہیں تھا، مسائل کے حل کے لیے ایسا علاج ڈھونڈا جاتا ہے جس سے وہ پریشانی ختم ہوجائے اور ایسے عمل سے گریز کیا جاتا ہے جس سے مزید مسائل جنم لیں، آپ ﷺ نے اپنی بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا جو نیکی، تقویٰ اور فرمانبرداری میں اپنی مثال آپ تھے، بیٹیوں کے اجڑے گھروں کو نئے سرے سے آباد کرنا ہی اس مسئلہ کا حل تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، شوہر کی وفات سے وہ بیوہ ہوگئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جس پریشانی سے گزرنا پڑا اور ان کے گھر کو نئے سرے سے آباد کرنے کے لئے انہوں نے جو کوششیں کیں اس کا مختصر حال امام بخاری ﷺ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما مِنْ

Marfat.com

خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، قَالَ: سَأَنْظُرُ فِيْ أَمْرِيْ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ، فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِيْ أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُوْ بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّيْ عَلَى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، فَلَقِيَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ، إِلَّا أَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا. [1]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے مرنے سے بیوہ ہوئیں۔ (یہ بدری صحابی تھے، مدینہ میں فوت ہوئے۔) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا اور کہا: اگر تمہاری مرضی ہو تو اپنی دختر حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس پر غور کروں گا، پھر میں کئی راتیں ٹھہرا رہا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابھی میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ ان دنوں نکاح نہ کروں۔ پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا: اگر تم چاہو تو میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ غصہ آیا۔ مگر میں

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرا، رقم: ٤٠٠٥

Marfat.com

چند راتیں ہی ٹھہرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کیلئے پیغام نکاح بھیجا جس پر میں نے فوراً ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے کہا: شاید تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو کیونکہ تم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا اور میں نے کچھ جواب نہ دیا تھا۔ میں نے کہا: ہاں، مجھے رنج تو ہوا تھا، انہوں نے فرمایا کہ دراصل بات یہ تھی کہ مجھے تمہاری پیش کش قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا، اور مجھے رسول اللہ ﷺ کا راز فارش کرنا منظور نہ تھا۔ ہاں اگر رسول اللہ ﷺ اپنا ارادہ ترک کر دیتے تو میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ضرور قبول کر لیتا۔

غور فرمایئے! دنیا کے بہترین لوگ اپنی بچیوں کے بیوہ ہو جانے یا انہیں طلاقیں ہو جانے پر روتے دھوتے نہیں بلکہ ان کا گھر آباد کرنے کے لیے نئے سرے سے محنت کرتے ہیں، خودکشی کر لینا بچی کے گھر کو کبھی آباد نہیں کر سکتا۔ نہ ہی یہ عمل اس کے زخم پر مرہم رکھ سکے گا نہ اس کے آنسوؤں کو خشک کر سکے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں دور کہیں جلنے والے امیدوں کے دیئے ہمیشہ کے لیے بجھ جائیں۔

محبت میں ناکامی پر خودکشی

محبت میں ناکامی کو زندگی کا ایک حادثہ قرار دیا جا سکتا ہے، محبت مجازی، زندگی کا مقصد نہیں ہے، اگر کوئی ایسی صورتحال کا شکار ہو جائے تو اسے اس حادثہ کے بعد اپنا راستہ بدل لینا چاہیے وہ اپنی سوچ کی سمت بدل لے اور اپنا رُخ ان کاموں کی طرف موڑ دے جہاں اسے ذہنی تسکین ملے ان کاموں سے مراد شراب کا جام یا بےخودی کی کیفیت نہیں بلکہ وہ کام جو اس کی زندگی کا مقصد ہیں وہ سوچے کیا اس کی ساری زندگی کا حاصل صرف یہی تھا کہ وہ ایک زلف تک رسائی پا لے اور بس۔ اس کی تعلیم، اس کا مرتبہ، اس کی ملازمت اور اس سے

Marfat.com

وابستہ والدین کی امیدیں، کیا اس سے یہی تقاضہ کرتی تھیں کہ وہ نکما اور ناکارہ کہلائے۔

عشق نے ہم کو نکما کردیا غالب
ورنہ ہم بھی تھے آدمی کام کے

محبت میں ناکامی پر خودکشیاں جتنی موجودہ دور میں ہو رہی ہیں سابقہ ادوار میں اس کی مثال نہیں ملتی، دورِ حاضر میں اس کی شرح میں اضافہ کے کیا اسباب ہیں؟ غور کیا جائے تو اس میں سب سے بڑی وجہ بے پردگی نظر آئے گی، جب ایک آدمی اپنی جوان بیٹیوں کو بے پردہ کالج چھوڑنے جائے گا اور موٹر سائیکل کے پیچھے بٹھا کے محلہ کی گلیوں اور بازاروں سے گزرے گا تو درحقیقت وہ یہ بتادے گا کہ میرے گھر میں اس شکل وصورت کی مالک لڑکیاں ہیں، بے پردہ گھومنا اور ناز وادا سے چلنا آج کی روشن خیالی اور فیشن ہے، پھر مخلوط تعلیم اور موبائل کا استعمال آپس میں ناجائز تعلقات کی راہ ہموار کرنے کا ذریعہ ہیں، والدین بیٹی کو کالج بھیج کے اس کے مستقبل کے سنہرے خوابوں میں کھوجاتے ہیں اس سے رابطہ کے لیے اسے موبائل لے کر دیتے ہیں اور رابطہ کسی اور سے استوار ہوجاتا ہے، مخلوط تعلیم میں آزادانہ ماحول ناجائز تعلقات کے راستے ہموار کردیتا ہے۔ پھر مختلف پارٹیاں جیسے ویلنٹائن ڈے پر پھول جڑے محبت نامے پیش کرنا، اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں، نیٹ کا آزادانہ استعمال اور وہ بھی الگ کمرہ میں جہاں تنہائی ہو، دراصل ہم اس زعم میں مبتلا ہیں کہ ہمارا بیٹا یا بیٹی موبائل فون اور نیٹ کا غلط استعمال کر ہی نہیں سکتا، ہم دوسروں کو غلط سمجھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پارسا سمجھ کر نظر انداز کردیتے ہیں، یہ بجا کہ موبائل اور نیٹ موجودہ دور کی ضرورت ہیں لیکن ہمیں اپنے بچوں پر گہری نظر رکھنی چاہیے کہ وہ ان چیزوں کا غلط استعمال نہ کریں، نیٹ کے استعمال کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں گھر کے افراد کا آنا جانا رہتا ہو اور خاص طور پر اپنی نظر کی حفاظت کریں اس لیے کہ محبت ایک ایسا تیر ہے جو نظر کے ذریعے دل پر اثر کرتا ہے اور عشقِ نفسانی ایک بیماری ہے جس کے جراثیم بھی نظر کے ذریعہ ہی جسم میں داخل ہوتے ہیں، رب تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کو نظروں کی حفاظت کا

Marfat.com

حکم دیا ہے کہ وہ نظریں جھکا کے چلیں، آپ یوں سمجھیں کہ محبت میں ناکامی اور خودکشی کی سوچ آخری مرحلہ ہے اور اس کا آغاز نظربازی ہے۔

مگس کو باغ میں جانے نہ دیجیے
ناحق خون پروانے کا ہوگا

امتحان میں ناکامی پر خودکشی

امتحان میں ناکامی پر والدین کی ڈانٹ ڈپٹ سے دل برداشتہ ہو کر بعض نوجوان خودکشی کر لیتے ہیں اور ایسی جوان اور معصوم موتیں خاندان بھر کو ہلا کے رکھ دیتی ہیں، ایسی خودکشیوں کی ایک وجہ تو حد سے بڑھ کر ڈانٹ ڈپٹ اور تضحیک آمیز رویہ ہے جب کسی کو ٹھوکر لگے تو اسے سنبھالنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ گھسیٹنے کی، اور طالب علم تو ابھی بننے اور بگڑنے کے مراحل سے گزر رہا ہوتا ہے اگر وہ دوڑ میں ٹھوکر کھا کر گر پڑا ہے تو اسے سنبھالنے کی ضرورت ہے، اس کو اس انداز سے حوصلہ دیا جائے جس میں اسے سابقہ کوتاہیوں اور لغزشوں کا احساس بھی ہو کہ آئندہ وہ اپنی کوتاہیاں دور کر کے کامیاب لوگوں کی صف میں شامل ہو جائے اسے احساس ندامت بھی دیا جائے اور آگے بڑھنے کا ولولہ بھی، اکیلا تضحیک و تذلیل کا نشانہ بنانا اور طنزیہ جملے کہنا اسے مزید پست ہمت کر دے گا اور خودکشی کا بیج پست ہمتی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

ایک مفکر کا قول ہے: ''دنیا میں جب بھی کسی کو کچھ ملتا ہے تو صلاحیت کی بنا پر ملتا ہے اسی طرح جب بھی کسی سے کچھ چھنتا ہے تو خود اپنی کوتاہی کی بنا پر چھنتا ہے، اس دنیا میں اگر کچھ لوگ محرومی کا شکار ہو جائیں تو انہیں چاہیے کہ وہ دوسروں کی شکایت کرنے میں اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ خود اپنے اندر اس کے اسباب تلاش کریں اور اس کے مطابق اپنی

Marfat.com

عملی جدوجہد کا نقشہ بنائیں۔'' طالب علم جب فیل ہوتا ہے یقیناً اس وقت والدین خون کے آنسو رو رہے ہوتے ہیں ان کی امیدوں کا تاج محل چکنا چور ہو چکا ہوتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی سال بھر کی محنت اور سکول و کالج کے اخراجات سب رائیگاں گئے ایسے میں تلملا کے بچے کو گالیاں بھی دیتے ہیں، اس سے بول چال بند کر دیتے ہیں، بعض تو مار پیٹ کے گھر سے نکال دیتے ہیں، طالب علم کچے ذہن کا مالک ہوتا ہے، امتحان میں ناکامی سے وہ پہلے ہی حوصلہ شکن حالات سے گزر رہا ہوتا ہے اوپر سے والدین اور عزیز واقارب کا یہ رویہ اس کے آنسو پونچھنے کی بجائے اس کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کرتا ہے، وہ سوچتا ہے۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

شفیق والدین کی بے رخی اور اپنوں کی نفرتیں اسے دنیا سے فرار کا راستہ دکھاتی ہیں اور وہ اسی جانب چل پڑتا ہے، پھر ذہن کو کاٹنے والی تلخ یادیں اور پچھتاوے رہ جاتے ہیں، دوسری طرف طالب علم کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو ضائع نہ کرے، وقت انتہائی قیمتی چیز ہے جسے ضائع کرنے والا کبھی کامیابی کے اعلیٰ درجے پر نہیں پہنچ سکتا، نہ ہے بے کار آدمی کو آپ کبھی اعلیٰ انسان پائیں گے، کامیابی کوئی کٹی پتنگ نہیں ہے کہ جس کی جھولی میں چاہے آ گرے، کامیابی ہمیشہ جدوجہد سے حاصل ہوتی ہے اور بڑی کامیابی حاصل کرنے کیلئے بڑی جدوجہد کرنا پڑے گی، کامیابی تک پہنچنے کیلئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے اور اگر کوئی اپنی کوتاہیوں اور غفلت کی وجہ سے ناکام ہو جائے تو ناکامی کے اسباب پر غور کرے اور نئے سرے سے محنت کا آغاز کر دے کامیابیوں کا سفر ناکامیوں کے فرش سے شروع ہوتا ہے، اس ضمن میں مولانا وحید الدین خان نے ایک بہت سبق آموز واقعہ نقل کیا ہے، افادہ کی غرض سے ان طلباء کے لیے درج کیا جا رہا ہے، جو ناکامی کے بعد حوصلہ ہار دیتے ہیں اور زندگی سے بھاگنے کا سوچنے لگتے ہیں۔

راجستھان کا ایک طالب علم ہائی اسکول میں فیل ہو گیا۔ دوسرے سال اس نے پھر

Marfat.com

امتحان دیا، مگر وہ دوبارہ فیل ہوگیا۔ اس کے بعد جب اس کا تیسرے سال کا نتیجہ آیا اور اس نے دیکھا کہ وہ اب بھی فیل ہے تو اس کو سخت دھچکا لگا۔ وہ اتنا بیزار ہوا کہ گھر سے بھاگ نکلا۔ چلتے چلتے وہ ایک گاؤں کے کنارے پہنچا، اس کو پیاس لگ رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک کنواں ہے جس پر کچھ عورتیں اور بچے پانی بھر رہے ہیں۔ وہ کنویں کے پاس پہنچا تاکہ اپنی پیاس بجھا سکے، مگر وہاں اس نے ایک منظر دیکھا۔ منظر بظاہر چھوٹا سا تھا مگر وہ اس سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنی پیاس بھول گیا۔ اس کو اچانک محسوس ہوا کہ اس نے پانی سے زیادہ بڑی ایک چیز پالی ہے۔

اس نے دیکھا کہ گاؤں کے لوگ جو پانی بھرنے کے لیے کنویں پر آتے ہیں، عام طور پر ان کے ساتھ دو عدد مٹی کے گھڑے ہوتے ہیں۔ ایک گھڑے کو کنویں کے قریب ایک پتھر پر رکھ دیتے ہیں اور دوسرے گھڑے کو کنویں میں ڈال کر پانی نکالتے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ جس پتھر پر گھڑا رکھا جاتا ہے وہ گھڑا رکھتے رکھتے گھس گیا ہے۔

اس نے سوچا گھڑا مٹی کی چیز ہے مگر جب وہ بار بار بہت دنوں تک ایک جگہ رکھا گیا تو اس کی رگڑ سے پتھر گھس گیا۔ استقلال کے ذریعہ مٹی نے پتھر کے اوپر فتح حاصل کرلی۔ مسلسل عمل نے کمزور کو طاقت ور کے اوپر غالب کردیا۔ پھر اگر میں برابر محنت کروں تو کیا میں امتحان میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کیا کوشش کے اضافہ سے میں اپنی کمی پر قابو نہیں پاسکتا؟

یہ سوچ کر بھاگے ہوئے طالب علم کے قدم رک گئے۔ وہ لوٹ کر اپنے گھر واپس آ گیا اور دوبارہ تعلیم میں اپنی محنت شروع کردی۔ اگلے سال وہ چوتھی بار ہائی اسکول کے امتحان میں بیٹھا۔ اس بار نتیجہ حیرت انگیز طور پر مختلف تھا۔ اس کے پرچے اتنے اچھے ہوئے کہ وہ اوّل درجہ میں پاس ہوگیا۔ تین بار ناکام ہونے والے نے چوتھی کوشش میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ پتھر کا یہ سبق نوجوان کی زندگی کے لیے اتنا اہم ثابت ہوا کہ اس کی زندگی کا رُخ بدل گیا۔ جو طالب علم ہائی اسکول میں مسلسل ناکام ہوکر بھاگا وہ اس کے بعد

Marfat.com

مسلسل فرسٹ آنے لگا۔ یہاں تک کہ ایم اے میں اس نے ٹاپ کیا۔ اس کے بعد وہ ایک اسکالر شپ پر اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرون ملک میں گیا اور وہاں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں جو صرف ایک گاؤں میں پیش آیا۔ درحقیقت ہر جگہ ایسے پتھر موجود ہیں جو آدمی کو زندگی کا سبق دے رہے ہیں۔ جو ناکامیوں میں سے کامیاب بن کر نکلنے کا اشارہ دیتے ہیں۔ اگر آدمی کے اندر نصیحت لینے کا مزاج ہو تو وہ اپنے قریب ہی ایسا ایک پتھر پالے گا جو خاموش زبان میں اس کو وہی پیغام دے رہا ہو جو مذکورہ نوجوان کو اس پتھر سے ملا تھا۔ (رازِ حیات از وحیدالدین)

مشہور مغربی مصنف ڈیل کارنیگی نے لکھا ہے:

"The most important thing in life is not to capitalize on your gains. Any fool can do that. Tte really iaportant thing is to profit from your losses. That requires intelligence; and it askes the difference between a man of sence and a fool."

''زندگی میں سب سے زیادہ اہم چیز کامیابیوں سے فائدہ اٹھانا نہیں ہے، بے وقوف آدمی ایسا کرسکتا ہے، حقیقی معنوں میں اہم چیز یہ ہے کہ تم اپنے نقصانات سے فائدہ اٹھاؤ اس دوسرے کام کے لئے ذہانت درکار ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ایک سمجھدار اور بے وقوف کے درمیان فرق کرتی ہے۔''

خودکشیوں کا بڑھتا ہوا رجحان اور ہماری ذمہ داریاں

معاشرہ میں بڑھتی ہوئی خودکشیوں کے ذمہ دار وہ بے حس لوگ بھی ہیں جن کے سامنے ان کا ہمسایہ کسمپرسی کے عالم میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے اس کے بچے بھوک سے بلک رہے ہوتے ہیں اور صاحب زر کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی وہ پیٹ بھر کے سوتا ہے، فضول کاموں میں مال اڑاتا ہے مگر اپنے ہمسایہ کا حال تک نہیں پوچھتا خوشی اور غمی کے کسی

Marfat.com

موقع پر اسے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کہ غریب کس حال میں تڑپ رہا ہے، ہم معاشرہ کے پسماندہ طبقہ کی خبر گیری سے خودکشی کے رجحانات کو کم کر سکتے ہیں، اپنے مال سے زکوٰۃ نکالیں اور سفید پوش غریب لوگوں تک پہنچائیں، وقتاً فوقتاً صدقہ وخیرات سے ان کی مدد کرتے رہیں، ویلفیئر تنظیمیں خصوصاً ایسے لوگوں کے لیے کدوکاوش کریں اگر ہم مالی مدد کی استطاعت نہیں رکھتے تو کم از کم ان کی خبر گیری تو کریں، انہیں حوصلہ وتسلی دیں تاکہ انہیں احساس ہو کہ وہ معاشرہ میں تنہا نہیں ہیں یاد رکھئے! بیمار زیادہ اذیت اس وقت محسوس کرتا ہے جب اس کی تیمارداری کی بجائے اسے یہ کہا جائے کہ یہ اپنے گناہوں میں گرفتار ہے، اس کو گناہوں کی سزا مل رہی ہے یا اسے نظر انداز کیا جائے اور اس سے حقارت آمیز سلوک کیا جائے۔ غریب کی تکلیف میں اس وقت اضافہ ہوتا ہے جب اس کی انا اور خودداری کو مجروح کیا جائے، اس کی عزت نفس کو پامال کیا جائے، طلاق یافتہ عورت کو طعنہ دیا جائے۔ امتحان میں کم نمبرز لینے یا فیل ہوجانے والے کی حد سے بڑھ کر تذلیل کی جائے، کاروبار میں نقصان اٹھانے والے کا مذاق اڑایا جائے یہ اور ان سے ملتے جلتے سب کام بندے کو اندورنی طور پر توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔ اسے ذہنی طور پر ٹارچ کرتے ہیں، ہم اگر کسی کی مالی مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کی عزت نفس کو مجروح کرنے سے تو گریز کر سکتے ہیں، اگر کسی کے زخموں پر مرہم نہیں لگا سکتے تو نمک چھڑکنے سے گریز تو کر سکتے ہیں، اپنے مال کو اگر غریبوں کے لیے استعمال نہیں کر سکتے تو یہ تو کر سکتے ہیں کہ اس مال کو ظلم کے لیے استعمال نہ کریں، ذرا اس بات کا تصور کیجیے! بروز محشر رب تعالیٰ جب یہ پوچھیں گے اے ابن آدم تو نے میری تیمارداری نہیں کی، مجھے کھانا نہیں کھلایا تو کیا جواب ہوگا؟ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ: قَالَ يَا رَبِّ! كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِيْ

Marfat.com

عِنْدَهُ؟ يَاابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ، قَالَ: يَارَبِّ! كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ تُطْعِمُهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوْ جَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ؟ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ، قَالَ: يَارَبِّ! كَيْفَ أَسْقِيْكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ))①

''بے شک اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، انسان کہے گا: اے میرے رب! میں کیسے تیری عیادت کرتا جب کہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی مزاج پرسی نہ کی، کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی مزاج پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پالیتا (یعنی میری رضا تجھے حاصل ہو جاتی) اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھلایا نہیں، وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کس طرح کھانا کھلاتا جب کہ تُو تو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا پس تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اُسے کھانا کھلاتا تو یقیناً (اس کے اجر وثواب کو) میرے پاس پاتا، اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا، تُو نے مجھے پانی نہیں پلایا، وہ کہے گا: اے میرے رب میں تجھے کیسے پانی پلاتا تُو تو تمام جہانوں کا رب ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ سے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا، کیا تو نے نہیں جانا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو یقیناً (اس کے اجر وثواب) کو میرے پاس پاتا۔''

اس روایت سے پتہ چلا کہ بیمار کی عیادت کرنے پر اللہ کی رضا مندی حاصل ہوتی

① صحیح مسلم، کتاب البر و الصله باب فضل عیادة المریض، رقم: ٢٥٦٩

Marfat.com

ہے اور بیماری کے وقت اپنے بھائی کا ساتھ چھوڑ جانے اور اس سے منہ موڑ لینے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ رب تعالیٰ نے بندے کی تیمارداری کو اپنی تیمارداری کہا بندے کو کھانا کھلانا خود کو کھانا کھلانے سے تعبیر کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ان حاجات سے پاک ہیں درحقیقت اللہ تعالیٰ بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ لوگو! اگر تم مجھے ڈھونڈنا چاہتے ہو تو انسانیت کی خدمت میں ڈھونڈو۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((يَقُوْلُ مَنْ أَتٰى أَخَاهُ الْمُسْلِمَ عَائِدًا مَشٰى فِي خَرَافَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسَ فَإِذَا جَلَسَ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ فَإِنْ كَانَ غُدْوَةً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ كَانَ مَسَاءً صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ)) [1]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کے لئے آتا ہے، تو اس کے ہاں پہنچنے تک مسلسل جنت کے راستے پر چلتا رہتا ہے۔ پھر جب وہ بیٹھتا ہے تو رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر (عیادت کا وقت) صبح کا ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اگر شام کا وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ اپنے بھائی کی تیمارداری کیلئے نکلنے والا آدمی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے تبھی تو اس کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور فرشتوں کی اتنی بڑی تعداد جس کی سلامتی کیلئے دعا کر رہی ہو اس کے کاروبار یا گھریلو برکات

---

[1] (صحیح) سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضا، رقم: ١٤٤٢

Marfat.com

میں اضافہ کیوں نہیں ہوگا، اسلام نے بحیثیت مسلمان ایک ایمان والے آدمی کو ترجیح ضرور دی ہے لیکن بحیثیت انسان تمام انسانیت سے محبت کا درس دیا ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: ((أَسْلِمْ)) فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: ((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ)) ①

ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا جب وہ بیمار ہوا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا: ”تو مسلمان ہوجا۔“ تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس بیٹھا تھا، اس کے باپ نے کہا: ابوالقاسم ﷺ کی اطاعت کرو۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا۔ تب نبی ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لے آئے: ”اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس لڑکے کو آگ سے بچالیا۔“

بندوں سے محبت کرنا سیکھیں یہ محبت انا کو ختم کر دیتی ہے انسانیت کی خدمت میں انا کا بت ٹوٹتا ہے یہ انا پرستی ہے کہ بندہ اپنے رشتہ داروں کو بھوکا دیکھتا ہے اپنے بھائی کے بچوں کو غربت و مسکنت میں دیکھتا ہے لیکن مدد کیلئے اس لئے نہیں بڑھتا کہ شریکہ چلتا ہے وہ انہیں زمانے کی بے رحم ہواؤں کے تھپیڑے کھانے کیلئے چھوڑ دیتا ہے کہ بیچ میں انا کا بت حائل ہے اسلام نے اسی انا پرستی کو ختم کرنے کیلئے قرابت دار کو صدقہ دینے کا حکم دیا ہے۔ قرابت دار کو صدقہ دینے کا اجر زیادہ ہے عام مساکین کو صدقہ دیں تو ایک اجر ہے اور قرابتدار کو صدقہ دیں تو اجر دوگنا ہے اس کی دلیل صحیح بخاری کی درج ذیل روایت ہے:

عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہما قَالَتْ: اِنْطَلَقْتُ إِلَى

① صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبي فمات هل يصلى عليه، رقم: ١٣٥٦

Marfat.com

النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ، حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي، فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا: سَلِ النَّبِيَّ ﷺ أَيُجْزِئُ عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي؟ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: ((نَعَمْ، لَهَا أَجْرَانِ، أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ))[1]

حضرت زینب رضی اللہ عنہا زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی ﷺ کے پاس گئی تو میں نے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا جو میری طرح کی ضرورت لے کے آئی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب ہمارے پاس سے گزرے تو ہم نے کہا کہ تم نبی ﷺ سے دریافت کرو کیا میرے لئے یہ کافی ہے کہ میں اپنا مال اپنے شوہر اور زیر کفالت یتیموں پر خرچ کردوں۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا: ''ہاں وہ ایسا کرسکتی ہے اسے دوگنا ثواب ملے گا ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات دینے کا۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ مالدار تھے۔ ان کے کھجور کے باغات تھے۔ انہیں سب سے زیادہ پسند بیرحاء نامی باغ تھا جو مسجد نبوی کے سامنے واقع تھا۔ وہاں رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے اور اس کا خوشگوار پانی پیتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''تم نیکی نہیں حاصل کرسکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو'' تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو اور میرا سب سے محبوب مال ''بئر حاء'' ہے، لہٰذا وہ آج سے اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور میں اللہ کے ہاں اس کے ثواب اور آخرت میں اس کے ذخیرہ ہونے کا امیدوار ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ اسے اللہ کے حکم کے مطابق مصرف میں لے آئیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الزكاة على الزوج والايتام في الحجر، رقم: ١٤٦٦

Marfat.com

''بہت خوب یہ تو بہت نفع بخش مال ہے، یہ تو واقعی نفع بخش مال ہے اور جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا، میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔'' حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا، چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔[1]

کس قدر سنگدل ہے وہ آدمی جو خود تو گھی میں چپڑی روٹیاں کھاتا ہے اپنے بچوں کو اچھے ہوٹلوں میں کھانے کھلاتا ہے لیکن اس کا سگا بھائی فاقوں مر رہا ہے اس کے بچے سوکھے ٹکڑوں کے انتظار میں بھوکے سوجاتے ہیں اور جب وہ فاقہ کشی سے تنگ آ کے خودکشی کر لیتا ہے تو یہی بھائی اس کے ہاں آنسو بہانے اور بین کرنے کیلئے جا پہنچتا ہے یہ منافقت اور دوغلہ پالیسی نہیں تو کیا ہے؟

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

دیگر رشتہ دار اب مرنے والے کا منہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جب تک ہم پہنچ نہ جائیں اسے دفن نہ کیا جائے ہم اپنے پیارے کا آخری دیدار نہ کرسکے تو ہماری بدنصیبی ہوگی آہ! مرنے والا بستر مرگ پہ ایڑھیاں رگڑ رگڑ کے مرتا رہا اپنوں کے انتظار میں اس کی آنکھیں پتھرا گئیں ان کی بے رخی کا غم سینے میں لئے اس نے دنیا کو الوداع کہہ دیا اور اب رشتہ دار اس کی بربادی کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں یاد رکھیے! مرنے والے کا منہ دیکھنا کوئی ضروری نہیں اور نہ ہی منہ نہ دیکھنے سے کوئی گناہ ہوتا ہے اسلام نے تیمارداری و غم خواری کا حکم دیا ہے کہ جب وہ اپنوں کا منہ دیکھنا چاہتا تھا اسے ان کی تسلی کی ضرورت تھی اس وقت سب نے منہ چھپالیا اور اب تو وہ تمہارے جھوٹے آنسوؤں اور ہمدردیوں سے بے نیاز ہوچکا ہے۔

لو آج ہم نے توڑ دیا رشتہ امید
لو اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، رقم:١٤٦١

Marfat.com

اب منہ چھپانے والے بھی منہ دیکھنے کیلئے اس لئے جمع ہیں کہ مرنے والا اب شکوہ وشکایت نہیں کرسکتا اپنے گھر میں ناچتی بھوک کا ذکر نہیں کرسکتا تو دستور دنیا نبھانے کیلئے رشتہ دار جمع ہوگئے ہیں یہ درست ہے کہ مرنے والے نے خودکشی کرکے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا اور انتہائی بزدلی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن اس کے حالات جاننے کے باوجود بے حس بنے رہنے والوں نے بھی اس گناہ میں حصہ ڈالا ہے ان کی بے حسی بے رخی اور مردہ ضمیری نے خودکشی کے بیج کو سینچا ہے ایسے ہی لوگوں سے رب تعالیٰ قیامت کے دن یوں پوچھیں گے اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری بیمار پرسی کیوں نہ کی؟ میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہ دیا، میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے پانی نہ پلایا۔

قریب ہے یارو! روز محشر چھپے گا کشتوں کا خوں کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

حکمرانوں کی ذمہ داریاں

معاشرہ میں بڑھتی ہوئی خودکشیوں کے ذمہ دار حکمران بھی ہیں کہ جب ان کی غلط پالیسیوں اور مفاد پرستیوں سے مہنگائی کا بازار گرم ہو جائے تو غریب کیلئے زندگی بوجھ بن جاتی ہے یا عدل وانصاف میں عدم توازن ہو تو ظلم کا تازیانہ مظلوموں کی زندگی کو اجیرن کر دیتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی بھوک سے مر گیا تو عمر سے اس بات کا سوال ہوگا بکری کا بچہ تو جانور ہے اگر اشرف المخلوقات انسان اور وہ بھی ایک نہیں بلکہ ہزاروں انسان بھوک سے مر جائیں تو کیا حکمرانوں سے سوال نہیں ہوگا حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک عورت کو جہنم میں دیکھا جس کو ایک بلی پنجے مار رہی تھی میں نے اس کا جرم پوچھا تو فرشتوں نے بتایا:

((حَبَسَتْهَا حَتّٰی مَاتَتْ جُوعًا لَا اَطْعَمَتْهَا وَلَا اَرْسَلَتْهَا تَاكُلُ مِنْ

Marfat.com

خَشَاشِ الْاَرْضِ))[1]

''اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا حتی کہ وہ بھوک سے مرگئی، نہ تو وہ اسے کھلاتی تھی اور نہ اسے کھلا چھوڑتی تھی کہ وہ خود حشرات الارض سے اپنا پیٹ بھر لے۔''

ایک بلی کو باندھ رکھنا کہ خوراک اس کے منہ تک نہ پہنچ سکے ایسا جرم ہے کہ جس نے اس عورت پر جہنم کی آگ کو تیز کر دیا، بلی تو ایک جانور ہے اگر انسانوں کی دسترس سے خوراک دور کر دی جائے خواہ مہنگائی کے ذریعہ سے یا وسائل کے کم کر دینے سے یا کسی بھی غلط پالیسی یا ذاتی مفاد کی وجہ سے جس میں غریب کا استحصال ہو اور وہ بھوکوں مرنے لگے تو یہ بھی جرم کم نہیں ہوگا اس کی سزا وہ لوگ بھگتیں گے جو اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

غرباء کا حق، نواسے کے منہ سے چھین لیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُؤْتَى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، فَيَجِيءُ هٰذَا بِتَمْرِهِ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهِ، حَتّٰى يَصِيْرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہما يَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ، فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيْهِ، فَقَالَ: ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَأْكُلُوْنَ الصَّدَقَةَ))[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں فصل کٹتے ہی آنے لگتیں اور ایسا ہوتا کہ ایک شخص اپنی کھجوریں لے آتا تو ادھر دوسرا شخص اپنی کھجوریں لے آتا اس طرح صدقہ کی کھجوروں کے ڈھیر لگ جاتے ایک روز حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیلنے لگے اور ان میں سے کسی نے کھجور اٹھا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب مایقول بعدالتکبیر، رقم:٧٤٥

[2] صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اخذ صدقة التمر عند صرام النخل وهل يترك الصبي فيمس تمر الصدقة، رقم:١٤٨٥

Marfat.com

کر اپنے منہ میں ڈال لی جسے رسول اللہ ﷺ نے دیکھ لیا تو آپ نے وہ کھجور اس کے منہ سے نکال کر فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آل محمد ﷺ صدقہ نہیں کھاتے؟''

صدقہ کی کھجوروں کا ڈھیر غرباء و مساکین کا حق تھا نبی ﷺ نے اس میں کوتاہی برتنے پر نواسے کے لاڈ پیار کو ایک طرف رکھ دیا اور فوری منہ میں انگلی ڈال کر کھجور نکال لی اور سمجھایا کہ یہ ہمارا حق نہیں جن کا حق ہے ان تک پہنچنا چاہیے حالانکہ آپ ﷺ کو اپنے نواسوں سے بے انتہا محبت تھی مگر یہ محبت تربیت کے معاملے میں کبھی بھی آڑے نہیں آئی۔ اس میں حکمرانوں کے لیے درس ہے کہ نبی ﷺ نے غریبوں کے مال میں سے ایک کھجور کا آگے پیچھے ہونا بھی پسند نہیں کیا، فوراً اس کا نوٹس لیا اور اپنی اولاد کو سمجھایا جو بندہ اولاد کے منہ سے غریبوں کا لقمہ چھین لے اس کے ملازمین و متعلقین تو کبھی غرباء کے استحصال کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

آل محمد ﷺ پر صدقہ حرام کیوں؟

یہاں یہ نکتہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ آل محمد ﷺ پر صدقہ حرام کیوں ہے بعض اسے مساوات کے منافی سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے گھر والوں کو بلند رکھا ہے حالانکہ ایسی بات نہیں نبی ﷺ نے یہاں قربانی اور ایثار کا درس دیا ہے اور قربانی کا آغاز گھر سے کیا اگر اہل بیت پر صدقہ حلال ہوتا غرباء کے گھر میں دانہ تک نہ پہنچتا سارا صدقہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آ جاتا لوگ ڈھونڈ کے آل علی اور آل فاطمہ رضی اللہ عنہا میں صدقہ بھیجتے اور یوں فقراء محروم رہ جاتے آپ ﷺ نے شروع سے ہی اس دروازے کو بند کر دیا کہ حقدار تک اس کا حق پہنچے آج اگر اربوں کے اثاثے رکھنے والے ایمانداری سے اپنی زکوٰۃ ہی نکال کے فقراء تک پہنچا دیں تو ملک سے کم از کم تیس فیصد غربت ختم ہو جائے گی لیکن یہاں ہوس زر نے سرمایہ دار کو اس قدر عقل و ہوش سے بیگانہ کر دیا ہے کہ وہ بینکوں میں رکھی رقم سے زکوٰۃ کٹوتی ختم کروانے کیلئے خود کو مرزائی لکھوا لیتا ہے مگر زکوٰۃ نہیں دیتا جبکہ شریعت نے زکوٰۃ

Marfat.com

کے علاوہ وقتاً فوقتاً صدقہ وخیرات کرتے رہنے کا بھی حکم دیا ہے جب حکمران طبقہ کا روزانہ کا سرکاری خرچ لاکھوں میں ہو اور ان کے ہاتھ رومز کی تعمیر پر کروڑوں خرچ آئیں پھر ایثار کے جذبات کہاں ہوں گے۔

بڑی خونخوار ہے سرمایہ و محنت کی آویزش
خداوندان سیم روز کی نادانی نہیں جاتی
تمہاری باندیاں انبار میں ریشم کے تلتی ہیں
ہماری بیٹیوں کے تن کی عریانی نہیں جاتی

نبی ﷺ نے صدقہ کو اس وقت استعمال کیا ہے جب وہ اپنی حالت بدل لے اور اس کی صورت یہ تھی کہ صدقہ جب مسکین تک پہنچ جاتا یعنی حقدار اپنا حق وصول کر لیتا پھر وہی مسکین اگر آپ ﷺ کو کوئی چیز ہدیۃً بھیج دیتا یا دعوت پر بلا لیتا تو آپ ﷺ اسے قبول فرما لیتے اس لئے کہ پھر مسکین کی دعوت پر نہ جانا یا اس کے ہدیہ کو معمولی سمجھ کے رد کر دینا تکبر تھا آپ ﷺ نے حکمران ہونے کے باوجود مساکین تک ان کا حق پہنچانے اور ان میں گھل مل جانے اور ان سے نفرت کرنے کی بجائے ان کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کی ترغیب دی ہے آپ ﷺ نے بریرہ لونڈی سے تھوڑا سا گوشت لے کر کھایا تھا جو اس پر کسی نے صدقہ کے طور پر بھیجا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِلَحْمٍ، تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيْرَةَ، فَقَالَ: ((هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ))[1]

نبی ﷺ کے سامنے کچھ گوشت لایا گیا جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بطور صدقہ دیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''بریرہ رضی اللہ عنہا کے لئے تو صدقہ تھا لیکن ہمارے لئے ہدیہ ہے۔''

اس میں آپ ﷺ کا یہ درس تھا کہ جب غریب تک اس کا حق پہنچ جائے پھر وہ اپنے

[1] صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب اذتحولت الصدقة، رقم:١٤٩٥

Marfat.com

دمکتے چہرے سے اسی میں سے کچھ نکال کے مجھے دے تو میں محمد ﷺ بھی اسے کھاؤں گا اسلئے کہ یہ ایک انعام ہے کہ میرے سامنے غریب تک اس کا حق پہنچ گیا۔ کیا فائدہ ہے مرنے کے بعد اس کی قبر پہ گھی کے چراغ جلانے کا مرنے کے بعد اسے چیک دینے کا۔

مر جائے انساں تو بڑھ جاتی ہے اس کی قیمت
زندہ رہے تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا

ارباب اقتدار کو سوچنا چاہیے کہ لوگ بھوک سے خودکشیاں کیوں کر رہے ہیں؟ اپنے بچوں کو کیوں بیچ رہے ہیں غریب کی عزت کیوں محفوظ نہیں ہے؟ تفکرات وھموم کے بادل کیوں امڈتے چلے آ رہے ہیں۔

جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس دور کے سلطاں سے کوئی بھول ہوئی ہے

خودکشی کرنے والے کی سزا

مضمون کے آخر میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خودکشی کرنے والے کو شریعت نے کس نظر سے دیکھا ہے خودکشی کبیرہ گناہ ہے اور خودکشی کرنے والا اپنے اوپر جہنم کی آگ کو تیز کر لیتا ہے ایسا احمقانہ قدم اٹھانے والے کو سوچنا چاہیے کہ اگر اس کی دنیا پریشانیوں میں کٹ رہی ہے تو کم از کم اپنی آخرت تو بچالے اگر دنیا ضائع ہوگئی ہے تو عاقبت کھوٹی نہ کرے دنیا تو جیسے تیسے کٹ ہی جائے گی آخرت کا عذاب بہت شدید ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴾[1]

''تم اپنی جانوں کو مت قتل کرو، بلاشبہ اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو ایسا ظلم اور زیادتی کرے گا تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ

---

[1] النساء:۲۹۔۳۰

Marfat.com

پر آسان ہے۔"

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ، كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ: وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ، عُذِّبَ بِهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ))[1]

"جو شخص اسلام کے علاوہ کسی مذہب کی دانستہ قسم اٹھائے تو وہ ویسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا ہے اور جو شخص تیز ہتھیار سے اپنے آپ کو مار ڈالے اس کو اسی ہتھیار سے جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔"

چند اور روایات اس ضمن میں ملاحظہ کیجیے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ ایک مضبوط قلعہ اور لشکر چاہتے ہیں؟ (اس قلعہ کے لیے کہا جو دوس کا تھا جاہلیت کے زمانے میں) آپ نے قبول نہ کیا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے حصے میں یہ بات لکھ دی تھی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ان کی حمایت اور حفاظت میں رہیں) پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ساتھ ان کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی پھر مدینہ کی ہوا انہیں موافق نہ آئی اور ان کے پیٹ میں عارضہ پیدا ہوا وہ شخص جو طفیل کے ساتھ آیا تھا بیمار ہوا اور تکلیف کے مارے اس نے تیز دھار چیز سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پھر طفیل بن عمرو نے اس کو خواب میں دیکھا کہ اس کی حالت تو اچھی ہے لیکن وہ اپنے ہاتھوں کو چھپائے ہوئے ہے۔ چنانچہ طفیل نے پوچھا: تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا: مجھے اس لیے بخش دیا کہ میں نے اس کے نبی کی طرف ہجرت کی تھی۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہارے دونوں ہاتھ چھپائے ہوئے دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے

[1] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قاتل النفس، رقم:١٣٦٣

Marfat.com

جواب دیا مجھے بتایا گیا کہ جسے تو نے خود بگاڑا ہے ہم اسے درست نہیں کریں گے، حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ''اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی بخش دے۔''①

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِیْدَةٍ فَحَدِیْدَتُهٗ فِیْ یَدِهٖ یَتَوَجَّأُ بِهَا فِیْ بَطْنِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ یَتَحَسَّاهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ یَتَرَدّٰی فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا))②

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کرے تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ اپنے پیٹ میں گھسیڑتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہے گا اور جو شخص زہر پی کر مر جائے تو وہ اسے جہنم کی آگ میں گھونٹ گھونٹ کر کے ہمیشہ پیتا رہے گا اور جو خود کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر لے تو وہ مسلسل جہنم کی آگ میں یوں ہی گرتا رہے گا۔''

آدمی کی اس سے بڑھ کر بربادی اور ناکامی کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی دنیا بھی جاتی رہے اور آخرت بھی برباد ہو جائے وہ نہ دنیا میں کوئی مقام پا سکے اور نہ آخرت کی کامیابی سمیٹ سکے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

بلا سوچے سمجھے بچوں کے لیے خواہشات کرنا

عموماً دیکھا گیا ہے کہ بعض والدین اپنے بچوں کے لیے ایسی خواہشات کرتے ہیں

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان قاتل نفسه لایکفر، رقم: ۱۱۶

② صحیح البخاری، کتاب الطب باب شرب السم والدواء به وبمایخاف منه والخبیث، رقم:۵۷۷۸

Marfat.com

جوان کے دین و ایمان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں مثلاً کسی بھی صاحب وقار آدمی کو دیکھ کر بچے کے لیے اس جیسا بننے کی خواہش کرنا حالانکہ ممکن ہے کہ وہ آدمی غیر شرعی امور میں ملوث ہو لیکن ہمیں چونکہ اس کا ظاہری حسن اور رعب داب نظر آتا ہے اس لیے ہم بلا سوچے سمجھے ایسی خواہشات کا اظہار کر دیتے ہیں۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كَانَتِ امْرَأَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَهَا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ رَاكِبٌ ذُو شَارَةٍ فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيَ مِثْلَهُ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا وَأَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهَا يَمُصُّهُ)) قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَمَصُّ إِصْبَعَهُ ((ثُمَّ مَرَّ بِأَمَةٍ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ ابْنِي مِثْلَ هٰذِهِ، فَتَرَكَ ثَدْيَهَا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا فَقَالَتْ: لِمَ ذَاكَ؟ فَقَالَ: الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَهٰذِهِ الْأَمَةُ يَقُوْلُوْنَ: سَرَقْتِ زَنَيْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ)) ①

''بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی تو ادھر سے ایک خوش وضع سوار گزرا، عورت اسے دیکھ کر کہنے لگی اے اللہ! میرے بچے کو بھی ایسا کر دے تو اس بچے نے ماں کا پستان چھوڑ کر سوار کی طرف منہ کر کے کہا اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ کرنا پھر وہ ماں کا پستان چوسنے لگا۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ اپنی انگلی چوس کر دودھ پینے کی کیفیت بتا رہے ہیں۔ پھر ایک لونڈی ادھر سے گزری تو ماں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کرنا۔ بچے نے پھر پستان چھوڑ کر کہا یا اللہ! مجھے اس جیسا کر دے۔ اس کی ماں نے کہا بات کیا ہے؟ بچے نے کہا وہ سوار

---

① صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکرفی الکتاب مریم اذانتبذت من اهلها، رقم: ٣٤٣٦

Marfat.com

متکبرین میں سے ایک متکبر اور خود پسند تھا اور یہ لونڈی بے قصور ہے، لوگ اسے کہتے ہیں تو نے چوری کی ہے تو نے زنا کیا ہے حالانکہ اس نے کچھ نہیں کیا۔"

اگر بچوں کے نیک اور فرمانبردار بننے کی خواہش کی جائے تو سب اچھی خواہشات اس کے اندر سمٹ آتی ہیں پس لوگوں کو دیکھ کر ان جیسا بننے کی خواہش کرنے کی بجائے ایسی خواہشات کرنی چاہیں۔ جو بچوں کے دین و ایمان کی سلامتی سے تعلق رکھتی ہوں۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی وہ دعا کس قدر جامع ہے جس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ))[1]

"اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔"

اگر بچوں کے لیے دنیا و آخرت میں سربلندی اور سلامتی کی دعا مانگی جائے تو اس دعا میں سب کامیابیاں آجاتی ہیں۔

[1] صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة، رقم: ٤٥٢٢

Marfat.com

وہ آرزوئیں
جو کبھی پوری نہیں ہوں گی

Marfat.com

اس باب میں ہم ان خواہشات کا ذکر کریں گے جو کبھی پوری نہیں ہوں گی۔ ان میں سے بیشتر خواہشات کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ دنیا میں بندے کو آخرت کی تعمیر کے لیے بھیجا گیا ہے، دنیا کی مٹی میں جو بیج بویا جاتا ہے آخرت میں اس کی فصل کاٹی جائے گی، دنیا کی مٹی بہت اصول پسند ہے، اس میں اسی بیج کی فصل پکتی ہے جو بویا جاتا ہے۔ وہ بدنصیب لوگ جو یہاں کانٹوں کے بیج بوتے ہیں بروزِ محشر انہیں خاردار شاخیں سمیٹنا پڑیں گی جن میں الجھ کر وہ جہنم کے راستے پر جا پڑیں گے پھر وہاں ان کی ناکام حسرتیں ہوں گی جو کبھی پوری نہ ہوں گی۔

عذاب جہنم میں ایک دن کے لیے تخفیف کی خواہش

جہنم میں پڑے ہوئے لوگوں کو جب اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ اب یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو وہ اس بات کی خواہش کریں گے کہ کاش انہیں ایک دن کے لیے اس عذاب سے دور کر دیا جائے تاکہ وہ چند لمحات سکون کر سکیں، لیکن وائے حسرت ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہو گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ○ ﴾[1]

''جہنم میں پڑے ہوئے لوگ جہنم کے داروغوں سے عرض کریں گے، اپنے رَب سے دُعا کرو کہ وہ ہمارے عذاب میں صرف ایک دِن کے لیے ہی تخفیف کر دے۔ وہ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس رسول واضح احکام لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ کہیں گے، ہاں! جہنم کے کارندے جواب دیں گے پھر تم خود ہی دُعا کرو اور (یاد رکھو) کافروں کی دُعا تو اکارت ہی جانے والی ہے۔''

---

[1] المومن: ٤٩۔ ٥٠

Marfat.com

یہ ان لوگوں کی خواہش ہے جنہوں نے دنیا میں بہت سے دن غفلت میں گزار دیے تھے جنہیں لہو ولعب اور شراب وکباب کی زندگی سے اتنی فرصت نہ تھی کہ کبھی اپنے سیاہ اعمال پر غور کرتے ہوئے باری تعالیٰ کو یاد کرتے۔

دنیا میں واپس جانے کی خواہش

دنیا ہمارے لیے اس اعتبار سے بہت قیمتی ہے کہ دنیا کا سامان بھی دنیا سے ملتا ہے اور آخرت کا سامان بھی دنیا سے ملتا ہے۔ کامیاب انسان وہ ہے جو دنیا کمانے کے ساتھ ساتھ یہاں سے آخرت بھی کما کر لے جائے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دنیا تو کما لیتے ہیں لیکن قبر وحشر کے لیے کچھ نہیں کماتے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو نہ دنیا کما پاتے ہیں اور نہ آخرت۔ یہ دونوں قسم کے لوگ آخرت میں بہت پچھتائیں گے کہ وہ گناہوں کی گٹھریاں اُٹھائے خالی ہاتھ محشر کے میدان میں چلے آئے ہیں، پھر دنیا میں واپس جانے کی خواہش کریں گے کہ کچھ کما لائیں لیکن موقع ہاتھ سے نکل چکا ہوگا اور حسرتیں بس حسرتیں ہی رہ جائیں گی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ ﴾[1]

''جس روز وہ انجام (آگ کا عذاب) سامنے آ گیا تو وہی لوگ جنہوں نے پہلے اسے نظر انداز کر دیا تھا کہیں گے کہ واقعی ہمارے ربّ کے رسول حق لے کر آئے تھے، پھر کیا اب ہمیں کچھ سفارشی ملیں گے جو ہمارے حق میں سفارش کریں یا ہمیں دوبارہ واپس ہی بھیج دیا جائے تاکہ جو کچھ ہم پہلے کرتے تھے اس کے برعکس اچھے عمل کر کے دکھائیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے ان سے گم ہو گئے۔''

---

① الاعراف:۵۳

Marfat.com

یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں دنیا میں جہنم اور مر کے دوبارہ جی اُٹھنے پر یقین نہیں تھا، اس دن کہیں گے اب ہمیں یقین آ گیا ہے ہم دنیا میں نیک بن کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں اکڑی ہوئی گردنوں والے اور ندامت سے خالی چہرے اس دن شرم سے جھکے ہوئے اور اپنے اعمال پر آنسو بہا رہے ہوں گے:

﴿فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ○ وَ جُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ○ قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ○ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَ مَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ○ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ○ وَ لَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ○ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ ①

''اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے گمراہ لوگ، ان کے معبود اور ابلیس کے سارے کے سارے لشکر، اس میں یہ سب آپس میں جھگڑا کریں گے اور گمراہ لوگ (اپنے معبودوں) سے کہیں گے، اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے جب تمھیں ربّ العالمین کے برابر سمجھ رہے تھے اور وہ لوگ واقعی مجرم تھے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا اب نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے نہ کوئی سچا دوست، کاش ہمیں ایک دفعہ پھر پلٹنے کا موقع مل جائے تو ہم مومن بن کر رہیں۔''

یہی مضمون سورۂ شعراء میں ان الفاظ کے ساتھ بیان ہوا ہے:

﴿وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○﴾ ②

''کاش! تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے ربّ کے حضور کھڑے

① شعراء:۹۴-۱۰۲ ② سجدہ:۱۲-۱۴

Marfat.com

ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے) اے ہمارے رب! ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں اب ہمیں یقین آ گیا ہے (جواب میں ارشاد ہوگا) اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے مگر میری وہ بات پوری ہوگئی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا پس اب مزہ چکھو اپنی اس حرکت کا کہ تم نے آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا ہم نے بھی اب تمہیں فراموش کر دیا ہے اب اپنے کرتوتوں کی پاداش میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔''

سورۃ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ○﴾[1]

''تم دیکھو گے جب ظالم لوگ اپنے سامنے عذاب پائیں گے تو کہیں گے کیا اب (دنیا میں واپس) پلٹنے کی کوئی سبیل ہے۔ اور تم دیکھو گے جب یہ لوگ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلت کے مارے جھکے جا رہے ہوں گے اور جہنم کو نظر بچا بچا کر کن انکھیوں سے دیکھیں گے (یعنی جہنم کو نظریں بھر کر دیکھنے کی ہمت نہیں کر پائیں گے) اس وقت اہل ایمان کہیں گے واقعی وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے آج قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں ڈال دیا۔ خبردار رہو! ظالم لوگ مستقل عذاب میں مبتلا رہیں گے۔''

دنیا بے وفا ہے اس کی خاطر لڑنے مرنے والے، اس کے ڈھیروں پر فخر کرنے

---

[1] شوریٰ: ۴۴۔۴۵

Marfat.com

والے، اللہ سے رشتہ توڑ کے دنیا کو گلے لگانے والے اصل میں دنیا سے اپنی وفاداری ظاہر کرتے ہیں لیکن اس دنیا نے ہر کسی سے بے وفائی کی یہاں کامیاب وہی ہے جو نظر بچا کے آخرت کا سامان ساتھ لے گیا ۔

بے وفا دنیا پر رکھ کے اعتبار
تو اچانک موت کا ہو گا شکار
تیری طاقت تیرا فن عہدہ تیرا
کچھ نہ کام آئے گا سرمایہ تیرا
دبدبہ دنیا ہی میں رہ جائے گا
حسن تیرا خاک میں مل جائے گا

زندگی کے لمحات جو ہیروں کے بھاؤ ہیں انہیں کوڑیوں کی مانند ضائع کرنے والے جب جہنم میں چیخ چیخ کے نیک اعمال کی آرزوئیں کریں گے تو انہیں ایام رفتہ کی اہمیت کا احساس دلایا جائے گا قرآن حکیم میں ہے:

﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۚ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ۝ ﴾[1]

''کافر جہنم میں چیخ چیخ کر کہیں گے، اے ہمارے ربّ! ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں ان اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے (انہیں جواب میں کہا جائے گا) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو لے سکتا تھا اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا (پیغمبر) بھی آ چکا تھا اب مزا چکھو (اس عذاب کا) ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں۔''

---

① فاطر:۳۷

Marfat.com

روزِ محشر ایمان لانے کی خواہش

ایمان بالغیب کا مطلب ہے ان دیکھی چیزوں پر ایمان لانا جیسے دوبارہ زندہ ہونے، قیامت کے بپا ہونے اور جہنم وغیرہ کے برحق ہونے پر ایمان لانا لیکن اگر ان چیزوں کو دیکھ ہی لیا تو ایمان بالغیب کا ہے کا۔۔۔؟ جب انسان کو جہنم کے دروازے پر کھڑا کر دیا گیا اور قیامت کے وقوع کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا پھر تو ایمان بالغیب کا معاملہ ہی ختم ہو گیا یہ ساری چیزیں دیکھ لینے کے بعد کوئی آدمی کہے کہ میں اب ایمان لاتا ہوں یقینی بات ہے اب اس کا ایمان لانا بے فائدہ ہے قیامت کے دن جب عذاب کافروں کو گھیر لے گا تو وہ خواہش کریں گے کاش انہیں تھوڑی سی مہلت مل جائے تا کہ وہ ایمان لے آئیں اور رسولوں کی دعوت قبول کر لیں لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو گی چنانچہ باری تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

﴿وَ اَنۡذِرِ النَّاسَ یَوۡمَ یَاۡتِیۡهِمُ الۡعَذَابُ فَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ۝﴾[1]

”اے محمد! کافروں کو اس دن سے ڈراؤ جب عذاب انہیں آ لے گا اور یہ ظالم کہیں گے اے ہمارے ربّ! ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دے ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے (مگر انہیں صاف صاف جواب دے دیا جائے گا) کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم پر تو کبھی زوال آنا ہی نہیں۔“

سورۂ دخان میں یہ مضمون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

﴿رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ۝ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَ قَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَ قَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا

[1] ابراهیم: ٤٤

Marfat.com

الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ○ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ○ ﴾[1]

"اے ہمارے پروردگار! ہم سے عذاب دور فرما دے ہم ایمان لاتے ہیں ان لوگوں کی غفلت کہاں دور ہوتی ہے۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ ان کے پاس رسول مبین آیا لیکن انہوں نے (اس سے بھی) منہ موڑ لیا اور کہا یہ تو سکھایا پڑھایا دیوانہ ہے اب اگر ہم کچھ عذاب ہٹا بھی دیں تو تم لوگ پھر وہی کچھ کرو گے جو پہلے (دنیا میں) کر رہے تھے جس روز ہم تمہیں بری طرح پکڑیں گے اس روز خوب انتقام لیں گے۔"

سورۃ المومنون کی آیات ملاحظہ فرمایئے:

﴿قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ○ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ○ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ○ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ○ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ○ ﴾[2]

"جہنمی کہیں گے اے ہمارے پرودگار! ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی ہم واقعی گمراہ لوگ تھے اے ہمارے ربّ! اب ہمیں یہاں سے نکال دے دوبارہ ایسا قصور کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا "دور ہو جاؤ میرے سامنے سے، پڑے رہو، اسی میں اور مجھ سے بات نہ کرو، تم وہی لوگ ہو کہ میرے کچھ بندے جب کہتے تھے کہ اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لائے ہمیں معاف فرما دے ہم پر رحم کر تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو تم نے ان کا مذاق بنا لیا یہاں تک کہ ان سے ضد نے تمہیں یہ بھی بھلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں اور تم ان پر ہنستے رہے۔"

---

① دخان:۱۲_۱۶ ② مومنون:۱۰۶_۱۱۰

Marfat.com

پانی کی چند بوندیں

آج دنیا میں ٹھنڈا پانی پی کے اللہ کا شکر کرنے کی بجائے اس سے کفر کرنے والے اور حق سے منہ موڑ لینے والے جہنم کی آگ میں پانی کی چند بوندوں کو ترسیں گے اور خواہش کریں گے کہ کاش جنتی لوگ اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے تھوڑا سا رزق یا کچھ تھوڑا سا پانی ان کی طرف پھینک دیں لیکن یہ حسرت پوری نہ ہوگی باری تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَہۡوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ نَنۡسٰہُمۡ کَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ یَوۡمِہِمۡ ہٰذَا ۙ وَ مَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ ﴾[1]

"جہنم والے جنت والوں کو پکاریں گے کچھ تھوڑا سا پانی ہم پر ڈال دو یا جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اسی میں سے کچھ پھینک دو وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں پر یہ دونوں چیزیں حرام کردی ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بنالیا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی (کی رنگینیوں) نے دھوکے میں ڈالے رکھا پس اللہ فرماتا ہے کہ آج ہم بھی انہیں اسی طرح نظر انداز کردیں گے جس طرح وہ اس دن کی ملاقات کو بھولے رہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔"

اے اللہ قیامت کبھی قائم نہ کرنا

مسند احمد کی ایک لمبی حدیث میں آتا ہے کافر سے قبر میں جو سوال ہوں گے وہ ان میں ناکام ہو جائے گا تب اس کے لیے جہنم سے ایک بستر بچھا دیا جائے گا اور اس کے لیے

---

[1] اعراف: ۵۰۔۵۱

Marfat.com

آگ کی طرف سے ایک دوازہ کھول دیا جائے گا تا کہ اس تک آگ کی گرمی اور بدبو پہنچتی رہے اب اسے یقین ہو جائے گا کہ قیامت کے دن اسے مزید غضب کا شکار ہونا پڑے گا چنانچہ وہ پکار پکار کے خواہش کرے گا اے اللہ قیامت قائم نہ کرنا لیکن قیامت کو تو قائم ہو کر ہی رہنا ہے۔ پس اس کی یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں نکلے، ہم قبر کے قریب پہنچے تو ابھی تک لحد تیار نہیں ہوئی تھی اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کرید رہے تھے، پھر سر اٹھا کر فرمایا اللہ سے عذاب قبر سے بچنے کے لیے پناہ مانگو، دو تین مرتبہ فرمایا۔

پھر فرمایا کہ بندۂ مومن جب دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے ''جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں'' آتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی حنوط ہوتی ہے، تاحدنگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ! اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل چل، چنانچہ اس کی روح اس طرح بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے، ملک الموت اسے پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کی روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ اس سے لے کر اسے اس کفن میں لپیٹ کر اس پر اپنی لائی ہوئی حنوط مل دیتے ہیں اور اس کے جسم سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے مشک کا ایک خوشگوار جھونکا جو زمین پر محسوس ہو سکے۔

پھر فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ پر بھی

Marfat.com

اس کا گزر ہوتا ہے وہ گروہ پوچھتا ہے کہ یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ وہ جواب میں اس کا وہ بہترین نام بتاتے ہیں جس سے دنیا میں لوگ اسے پکارتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دروازے کھلواتے ہیں، جب دروازہ کھلتا ہے تو ہر آسمان کے فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور اگلے آسمان تک اسے چھوڑ کر آتے ہیں اور اس طرح وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا نامہ اعمال ''علیین'' میں لکھ دو اور اسے واپس زمین کی طرف لے جاؤ کیونکہ میں نے اپنے بندوں کو زمین کی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے، اسی میں انہیں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔

چنانچہ اس کی روح جسم میں واپس لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر ﷺ ہیں، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، اس پر آسمان سے ایک منادی کرنے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دو، چنانچہ اسے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور تاحدِ نگاہ اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے پاس ایک خوبصورت چہرے، خوبصورت لباس اور انتہائی عمدہ خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تمہیں خوشخبری مبارک ہو، یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ اس سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو؟ کہ تمہارا چہرہ ہی خیر کا پتہ دیتا ہے، وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا نیک عمل ہوں، اس پر وہ کہتا ہے کہ پروردگار! قیامت ابھی قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل خانہ اور مال میں واپس لوٹ جاؤں۔

Marfat.com

اور جب کوئی کافر شخص دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے اتر کر آتے ہیں جن کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں، وہ تا حد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس خبیثہ! اللہ کی ناراضگی اور غصے کی طرف چل، یہ سن کر اس کی روح جسم میں دوڑنے لگتی ہے اور ملک الموت اسے جسم سے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گیلی اون سے سیخ کھینچی جاتی ہے اور اسے پکڑ لیتے ہیں، فرشتے ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اسے ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے اور اسے ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے مردار کی بدبو جیسا ایک ناخوشگوار اور بدبودار جھونکا آتا ہے۔

پھر وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں، فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے ان کا گزر ہوتا ہے وہی گروہ کہتا ہے کہ یہ کیسی خبیث روح ہے؟ وہ اس کا دنیا میں لیا جانے والا بدترین نام بتاتے ہیں، یہاں تک کہ اسے لے کر آسمانِ دنیا پر پہنچ جاتے ہیں، دروازہ کھلواتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے'' اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا نامہ اعمال ''سجین'' میں سب سے نچلی زمین میں لکھ دو، چنانچہ اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیں یا ہوا اسے دور دراز کی جگہ میں لے جا ڈالے۔''

پھر اس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس! مجھے کچھ پتہ نہیں، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ پھر وہ وہی جواب دیتا ہے، وہ پوچھتے ہیں کہ وہ کون شخص تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ وہ پھر وہی جواب دیتا ہے اور آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو اور

Marfat.com

جہنم کا ایک دروازہ اس کے لیے کھول دو۔ چنانچہ وہاں کی گرمی اور لوا سے پہنچنے لگتی ہے اور اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں پھر اس کے پاس ایک بدصورت آدمی گندے کپڑے پہن کر آتا ہے جس سے بدبو آ رہی ہوتی ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری مبارک ہو، یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ کہ تیرے چہرے ہی سے شر کی خبر معلوم ہوتی ہے، وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا گندہ عمل ہوں، تو اللہ کی اطاعت کے کاموں میں سست اور اس کی نافرمانی کے کاموں میں چست تھا، لہٰذا اللہ نے تجھے برا بدلہ دیا، پھر اس پر ایک ایسے فرشتے کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو اندھا، گونگا اور بہرا ہو۔ اس کے ہاتھ میں اتنا بڑا گرز ہوتا ہے کہ اگر کسی پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے اور اس گرز سے اسے ایک ضرب لگاتا ہے اور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، پھر اللہ اسے پہلے والی حالت پر لوٹا دیتا ہے، پھر وہ اسے ایک اور ضرب لگاتا ہے جس سے وہ اتنی زور سے چیخ مارتا ہے کہ جن وانس کے علاوہ ساری مخلوق اسے سنتی ہے، پھر اس کے لیے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور آگ کا فرش بچھا دیا جاتا ہے۔''[1]

---

① (صحیح)مسند احمد١٨٥٣٤،الایمان لابن منده، باب ذکروجوب الایمان٢/٩٦٤،رقم: ١٠٦٤

Marfat.com

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ "المعجم الکبیر"، سلیمان احمد بن ایوب ابوالقاسم الطبرانی، الناشر: مکتبة العلوم والحکم الموصل تحقیق حمدی بن عبدالمجید السلفی

۳۔ "المعجم الاوسط"، ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، الناشر: دارالحرمین، القاهره

٤۔ "المعجم الصغیر، الطبرانی"، سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم الطبرانی، الناشر: المکتب الاسلامی، دار عمار بیروت لبنان، الطبعة الاولیٰ ١٤٠٥

٥۔ "المستدرك علی الصحیحین"، محمد بن عبدالله ابو عبدالله الحاکم نیسابوری، دارالمکتب العلمیه، بیروت

٦۔ "المنتقی لابن جارود"، عبدالله بن علی بن الجارود ابو محمد النیسابوری، الناشر: مؤسسة الکتاب الثقافیة، بیروت، تحقیق عبدالله عمر الباروی، عدد الاجزاء: ١، الطبعة الاولیٰ ١٤٠٨ھ۔١٩٨٨ء

۷۔ المنتقی من منهاج فی نقض کلام أهل الرفض والاعتزال"، ابو عبدالله محمد بن عثمان الذهبی (٦٧٣ھ۔٧٤٨ھ) تحقیق محب الدین الخطیب۔

۸۔ "التیسیر بشرح الجامع الصغیر"، الامام الحافظ زین الدین عبدالرؤوف المناوی، دارالنشر: مکتبة الامام الشافعی، الریاض ١٤٠٨ھ۔١٩٨٨ء

۹۔ "الطبقات الکبریٰ"، محمد بن سعد بن منیع أبو عبدالله البصری الزهری، الناشر: دارصادر، بیروت۔

۱۰۔ "الجامع الصغیر وزیادته"، محمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: المکتب الاسلامی۔

۱۱۔ "احکام الجنائز"، محمد ناصر الدین الالبانی (المتوفی:١٤٢٠ھ)، الناشر:

Marfat.com

مکتبة المعارف الریاض، الطبعة الثالثة ١٤١٠ھ

١٢۔ "الجمع بین الصحیحین البخاری و مسلم"، محمد بن فتوح الحمیدی، عدد الاجزاء:٤، دارالنشر: دار ابن حزم لبنان، بیروت ١٤٢٣ھ۔٢٠٠٢ء، الطبعة الثانیه، تحقیق: علی حسین البواب

١٣۔ الخلاصة فی بیان رأی شیخ الاسلام ابن تیمیه رحمه الله بالرافضة"، جمعه وعلق علیه و فهرسه الباحث فی القرآن والسنة: علی بن نایف الشحود

١٤۔ "إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل"، محمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت۔ الطبعة الثانیة ١٤٠٥ھ۔١٩٨٥ء

١٥۔ "السلسلة الصحیحة"، محمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: مکتبة المعارف الریاض۔

١٦۔ "الترغیب والترهیب"، عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، الناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت

١٧۔ "الفتح الکبیر فی ضم الزیادة إلی الجامع الصغیر"، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی، دارالفکر، بیروت، لبنان۔

١٨۔ "المسند المستخرج علی صحیح المسلم"، ابو نعیم احمد بن عبدالله بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ الهرانی الاصبهانی، دارالنشر: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان

١٩۔ "اطراف المسند المتعلی بأطراف المسند الحنبلی"، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفي:٨٥٢ھ) الناشر: دارابن کثیر، دارالکلم الطیب، دمشق، بیروت۔

٢٠۔ "الایمان"، محمد بن اسحاق بن یحیی بن منده، الناشر: مؤسسة الرسالة

٢١۔ "السنن الکبریٰ"، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبدالله بن موسیٰ (٣٨٤۔٤٥٨ھ)، مکتبة دارالباز

٢٢۔ "التمهید لما فی المؤطا من المعانی والأسانید"، ابوعمر یوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر القرطبی (المتوفی٤٦٣ھ) الناشر: مؤسسة القرطبه۔

Marfat.com

٢٣۔ "اتحاف الجماعة لما جاء فی الفتن والملاحم"، حمود بن عبدالله التویجری (المتوفي ١٤١٣ھ)، موقع الرسالة الاسلام

٢٤۔ "الؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیه الشیخان"، محمد فؤاد عبدالباقی، دارالنشر: دارالفکر، بیروت

٢٥۔ "الزهد"، هناد بن السری الکوفی، الطبعة الاولیٰ ١٤٠٦ھ، عدد الاجزاء ٢، الناشر: دارالخلفاء للکتاب الاسلامی، الکویت

٢٦۔ "الاسماء والصفات البیهقی"، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبدالله (٣٨٤۔٤٥٨ھ)، الناشر: مکتبة السوادی، جده

٢٧۔ "الاستذکار الجامع المذاهب فقهاء الامصار"، ابوعمر یوسف بن عبدالله بن عبدالبر القرطبی (المتوفي ٤٦٣ھ) الناشر: دارالکتب العلمیه، بیروت

٢٨۔ "الجامع لاحکام القرآن"، ابو عبدالله محمد بن احمد بن أبی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی، الناشر: دارعالم الکتب، الریاض، المملکة العربیه السعودیه (الطبعه ١٤٢٣ھ۔٢٠٠٣)

٢٩۔ "البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والاثار الواقعة فی الشرح الکبیر"، ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری (المتوفي ٨٠٤ھ)، الناشر: دارالهجرة للنشر والتوزیع الریاض، السعودیه۔

٣٠۔ "اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن"، محمد الامین بن المختار بن عبدالقادر الشنقیطی (المتوفی ١٣٩٣ھ) الناشر: دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان

٣١۔ "الاحاد والمثانی" احمد بن عمرو بن الضحاك ابوبکر الشیبانی، الناشر: دارالرایه، الریاض

٣٢۔ "السیرة النبویه لابن هشام"، عبدالملك بن هشام بن أیوب الحمیری والمعافری، الناشر: دارالجبل بیروت، سنة النشر ١٤١١ھ

٣٣۔ "اشراط الساعة"، عبدالله بن سلیمان الغفیلی، الناشر: وزارة الشؤن الاسلامیه والاوقاف والدعوة والارشاد المملکة العربیه السعودیه

Marfat.com

۳۴۔ "بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث بن ابی اسامه"، المؤلف: نور الدين الهيثمی، الناشر: مركز خدمة السنة والسيرة النبوية المدينة المنوره

۳۵۔ "تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی"، محمد بن عبدالرحمن بن عبدالرحيم المباركفوری، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، عدد الاجزاء: ۱۰

۳۶۔ "تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف"، جمال الدين ابوالحجاج يوسف بن عبدالرحمن (المتوفي ۷۴۲ھ)، المكتب الاسلامی والدار القيمه۔

۳۷۔ "تاريخ بغداد"، احمد بن علی ابوبكر الخطيب البغدادی، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، عدد الاجزاء: ۱۴

۳۸۔ "جامع ترمذی"، ابو عيسٰی محمد بن عيسٰی بن سوره بن موسٰی بن الضحاك (المتوفي ۲۹۷ھ)، الناشر: داراحياء التراث العربی، بيروت، لبنان

۳۹۔ "جامع الاصول فی احاديث الرسول"، مجدد الدين ابوالسعادات المبارك بن محمد الجزری ابن الاثير (المتوفي ۶۰۶ھ)، تحقيق عبدالقادر الارنؤوط، مكتبة الحلوانی، مكتبه دارالبيان

۴۰۔ "دلائل النبوة لابی نعيم الاصبهانی"، ابونعيم احمد بن عبدالله بن احمد الاصبهانی (المتوفي ۴۳۰ھ)، دارالكتب العربی، بيروت، لبنان

۴۱۔ "رياض الصالحين"، أبو زكريا محيي الدين يحيي بن شرف النووی (المتوفی ۶۷۶ھ)، الناشر: المكتب الاسلامی، بيروت

۴۲۔ "سنن أبی داؤد"، سليمان بن اشعث سجستانی (المتوفي ۲۷۵ھ)، الناشر: دارإحياء التراث العربی، دارالكتب العلميه، المكتبة العصرية، بيروت۔

۴۳۔ "سنن ابن ماجه"، ابوعبدالله محمد بن يزيد قزوينی (المتوفي ۲۷۵ھ) الناشر: داراحياء التراث العربی، بيروت (سنة النشر ۱۹۸۴ء)

۴۴۔ "سنن نسائی"، احمد بن شعيب بن علی بن سنان بن بحر (المتوفي ۳۰۳ھ) الناشر: دارإحياء التراث العربی، بيروت، لبنان

۴۵۔ "سنن دارمی"، عبدالله بن عبدالرحمن بن الفضل بن بهرام بن عبدالصمد (المتوفي ۲۵۵ھ) دارالكتاب العربی، بيروت

Marfat.com

٤٦۔ ”شعب الایمان“، ابوبکر احمد بن حسین البیهقی، الناشر: دارالکتب العلمیه، بیروت، الطبعة الاولی، ١٤١٠ھ، تحقیق محمد السعید بسیونی زغلول، عدد الاجزاء:٧

٤٧۔ ”شرح الزرقانی علی موطا امام مالك“، محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی، الناشر: دارالکتب العلمية، بیروت، عدد الاجزاء:٤

٤٨۔ ”شرح السنة للامام البغوی“، الحسین بن مسعود البغوی، دارالنشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت، ١٤٠٣ھ۔١٩٨٣ء، تحقیق شعیب الارناؤوط، محمد زهیر الشاویش، الطبعة الثانية، عدد الاجزاء:١٥

٤٩۔ ”شرح صحیح البخاری۔لابن بطال“، ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملك بن بطال البکری القرطبی، دارالنشر: مکتبة الرشد، السعودیه، الریاض (١٤٢٣ھ۔٢٠٠٣) الطبعة الثانية، تحقیق ابوتمیم یاسر بن ابراهیم، عدد الاجزاء:١٠

٥٠۔ ”شرح صحیح البخاری ابن حجر“، احمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی، الناشر: دارالمعرفة، بیروت، ١٣٧٩ھ، عدد الاجزاء:١٣

٥١۔ ”شرح معانی الاثار“، احمد بن محمد بن سلامه بن عبدالملك بن سلمة ابوجعفر الطحاوی (المتوفي ٣٢١ھ) تحقیق محمد زهری النجار، دارالکتب العلمیه، بیروت

٥٢۔ ”شرح قصیده ابن القیم“، احمد بن ابراهیم بن عیسیٰ، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعة الثالثه ١٤٠٦ھ، عدد الاجزاء:٢

٥٣۔ ”صحیح البخاری“، ابو عبدالله محمد اسماعیل بن ابراهیم بن مغیره (١٩٤۔٢٥٦ھ) الناشر: دارالقلم، بیروت، سنة النشر:١٩٨٧ء

٥٤۔ ”صحیح مسلم“، مسلم بن الحجاج قشیری (المتوفي ٢٦١ھ) الناشر: داراحیاء التراث العربی، سنة النشر ١٩٧٢ء، بیروت

٥٥۔ ”صحیح ابن حبان“، محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد (المتوفي:٣٥٤ھ) الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت

Marfat.com

٥٦۔ "صحیح و ضعیف الجامع الصغیر"، تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: مرکز نور الاسلام لابحاث القرآن والسنة، بالاسکندریة

٥٧۔ "صفة الصفوة"، ابن جوزی، عبدالرحمن بن علی بن محمد، الناشر: دارالمعرفة، بیروت، الطبعة الثانیة (١٣٩٩ھ۔١٩٧٩ء)

٥٨۔ "غرائب القرآن ورغائب الفرقان"، نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیسابوری، دارالنشر: دارالکتب العلمیه، بیروت، لبنان

٥٩۔ "فیض التقدیر"، شرح الجامع الصغیر المناوی، الناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ ١٤١٥ھ۔ ١٩٩٤ء

٦٠۔ "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال"، علاؤ الدین علی بن حسام الدین المتقی الهندی/صفوة السقا، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة ١٤٠١

٦١۔ "مسند الحمیدی"، عبدالله بن الزبیر ابوبکر الحمیدی، الناشر: دارالکتب العلمیة، مکتبة المتنبی، بیروت، القاهره، تحقیق حبیب الرحمن الاعظمی

٦٢۔ "مسند ابوعوانه"، الامام أبی عوانه یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، الناشر: دارالمعرفة، بیروت

٦٣۔ "مصنف عبدالرزاق"، ابوبکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعة الثانیه ١٤٠٣ھ

٦٤۔ "مسند احمد" احمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن اسد (المتوفي ٢٤١ھ) الناشر: دارالمعارف، مصر

٦٥۔ "مسند ابی یعلی"، احمد بن علی بن المثنیٰ ابو یعلی الموصلی التمیمی، الناشر: دارالمامون للتراث، دمشق

٦٦۔ "مسند الطیالسی"، سلیمان بن داؤد الفارسی البصری الطیالسی (المتوفي ٢٠٤ھ) دارالمعرفة، بیروت

٦٧۔ "مشکاة المصابیح"، محمد بن عبدالله الخطیب التبریزی، تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعة الثانیه

٦٨۔ "معارج القبول بشرح سلم الوصول إلی علم الاصول"، حافظ بن احمد

Marfat.com

حکمی، الناشر: دارابن القیم، الدمام، الطبعة الاولیٰ ١٤١٠ھ۔ ١٩٩٠ء)

٦٩۔ "منهاج السنة النبوية"، شيخ الاسلام احمد بن تيمية، الناشر: مؤسسة قرطبة الطبعة الاولیٰ، عدد الاجزاء:٨

٧٠۔ "مؤطا امام مالك رواية يحيي الليثى"، امام مالك بن انس بن مالکؒ بن أبى عامر اصبحى (٩٣۔١٧٩ھ) دارإحياء التراث العربى، مصر

٧١۔ "معالم التنزيل"، محي السنة ابو محمد الحسين بن مسعود البغوى، الناشر: دارطيبة للنشر والتوزيع، الطبعة الرابعه ١٤١٧ھ۔١٩٩٧ء

٧٢۔ "مجمع الزوائد۔الهيثمى"، نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى، الناشر: دارالفكر، بيروت۔

☆.................☆.................☆

Marfat.com